

معرکہ دجالِ اکبر

تفکیر، تدبیر اور تعمیل

جلد اول

اسرار عالم

دارالعلم، نئی دہلی

GIFT BOOK = G-1228

101683

معركة دجال اكبر

تفكير، تدبير اور تعميل

جلد اول

اسرار عالم

دارالعلم، نئی دہلی

Copyright © Author

سلسلہ مطبوعات - ۱۳
معرکہ دجال اکبر (جلد اول)
مصنف: اسرار عالم

✓
Dada
۲۹۷۵۰۷
۱۳۸۷

MA'RAKA-E-DAJJAL-E-AKBAR (VOL-1)

By Asrar Alam

طبع اول اگست ۲۰۰۳ء

Published by

DAR-AL-ILM, NEW DELHI

ہدیہ = 100 روپے

مصنف کی تصانیف

70656

- ☆ اسلام اور اکیسویں صدی کا چیلنج
- ☆ عالم اسلام کی سیاسی صورت حال
- ☆ بین الاقوامی ایجنسیوں کا تعارف اور ان کا طریقہ کار
- ☆ عالم اسلام کی اقتصادی صورت حال
- ☆ عالم اسلام کی روحانی صورت حال
- ☆ ہندو
- ☆ عالم اسلام کی اخلاقی صورت حال
- ☆ یا ساری الجبل! کیا دجال کی آمد آمد ہے؟
- ☆ عالم اسلام کی منجھی و مقصدی صورت حال
- ماکان و ما یكون
- ☆ دجال جلد اول
- ☆ دجال جلد دوم
- ☆ دجال جلد سوم
- ☆ فتنہ دجال اکبر خطرات و تدابیر
- ☆ معرکہ دجال اکبر: تفکیر، تدبیر اور تعمیل جلد اول

Printed at: Asila Offset Printers, New Delhi-110 002

فہرست

۵	۱۲۲۸	پیش لفظ
۶	28-8-04	مقدمہ
	P.U. LIBRARY I.M.R.	
۷	امت مسلمہ کی حالت	اصول و کلیات (حصہ اول)
۱۸	دو عظیم چیلنج	اصول و کلیات (حصہ دوم)
۲۳	☆ پہلا چیلنج امت مسلمہ محمدیہ کی حیات کے خاتمہ کا چیلنج	
۲۸	☆ دوسرا چیلنج اللہ رب العالمین کا خاتمہ کر کے کون پر قبضہ کر لینا	
		اصول و کلیات (حصہ سوم)
۳۳	دونوں چیلنجوں کی اصل حقیقت	اصول و کلیات (حصہ چہارم)
۸۵	انفاقی سطح	
۸۷	☆ انفاقی عمل، ہنرا اور معیشت	
۸۹	☆ اکتشافی عمل، ہنرا اور معیشت	
		تدبیر و توجیہ۔ ۱ (حصہ اول)
۹۲	قائد اور قیادت کا ظہور	
		تدبیر و توجیہ۔ ۱ (حصہ دوم)
۹۴	طریقہ اہل ہم	
		تدبیر و توجیہ۔ ۱ (حصہ سوم)
۱۰۷	الائچی فکر و عمل	
		تدبیر و توجیہ۔ ۱ (حصہ چہارم)
	توجیہ و تشکیل: اول	
۱۳۰	☆ 'انفاقی قیام کی بحالی	

توجیہ و تشکیل: دوم

۱۳۵

☆ 'انفاقی کسب' کی بحالی

توجیہ و تشکیل: سوم

۱۳۸

☆ 'انفاقی تغذیہ' کی بحالی

توجیہ و تشکیل: چہارم

۱۳۳

☆ 'انفاقی تعمیر' کی بحالی

توجیہ و تشکیل: پنجم

۱۳۷

☆ 'انفاقی حج' کی بحالی

توجیہ و تشکیل: ششم

۱۳۹

☆ 'انفاقی جسد' کی بحالی

توجیہ و تشکیل: ہفتم

۱۴۵

☆ 'انفاقی قیادت' کی بحالی

تدبیر و توجیہ-۲ (حصہ اول)

لائحہ فکر و عمل برائے غیر اہل ہمم و مستضعفین و اہل عذر

۱۴۷

☆ تمہید

تدبیر و توجیہ-۲ (حصہ دوم)

۱۴۸

صالح ترین اور خبیث ترین معاشرہ

تدبیر و توجیہ-۲ (حصہ سوم)

۱۵۲

دنیا میں تمکن کے تقاضے

تدبیر و توجیہ-۲ (حصہ چہارم)

۱۶۳

ہمارا منصب اور ہماری حالت

تدبیر و توجیہ-۲ (حصہ پنجم)

۱۷۹

قائدین کی امت کو فریب دہی

تدبیر و توجیہ-۲ (حصہ ششم)

۱۸۷

ربانی کائناتی ہم آہنگی کی بحالی



پیش لفظ

حامداً و مصلياً!

نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی امت بنی نوع انسان میں وہ آخری امت ہے جو منصب شہادت پر فائز کی گئی ہے۔ چنانچہ پوری انسانیت کی کامیابی کا انحصار اب اسی گروہ پر ہے۔ بیسویں صدی عیسوی کی آخری دہائی تک آتے آتے واضح طور پر محسوس ہونے لگا کہ یہ امت تاریخ انسانی کے اس مرحلے میں داخل ہو چکی ہے جس کی خبر دیتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا: تقریباً تو میں تم پر ٹوٹ پڑنے کے لئے بلاوا دیں گی جیسے بھوکے (جانور) کھانے پر ٹوٹ پڑنے کے لئے بلاوا دیتے ہیں (ابوداؤد و بیہقی)

اس اندوہناک صورت حال سے زیادہ کرب کی بات یہ ہے کہ امت مسلمہ — جو دنیا کی وہ واحد گروہ ہے جسے ماضی، حال اور مستقبل کا کافی علم (ماکان و ما حو کائن) دیا گیا — آج حیران اور ناواقف راہ بھٹک رہی ہے اور دنیا کی تاریکیوں سے روشنی کی بھیک مانگ رہی ہے۔ چودہ صدیوں بعد اب آثار قیامت کے ظاہر ہونے کی رفتار تیز ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے گویا کوئی بار ٹوٹ جائے اور یکے بعد دیگرے دانے گرنے لگیں۔

ان حالات کا تقاضا تھا کہ قرآن و احادیث مبارکہ کی روشنی میں امت کی صورت حال کا گہرائی سے جائزہ لیا جاتا، موجودہ حالات کی تبدیلی کو صحیح زاویہ سے دیکھا جاتا اور آئندہ کے لئے خطوط کار کی نشاندہی کی جاتی تاکہ یہ امت اپنے فرض منصبی کو کما حقہ سرانجام دے کر پوری انسانیت کو کامیابی سے ہمکنار کرے۔ چنانچہ انہیں امور کو پیش نظر رکھ کر یہ سلسلہ شروع کیا گیا ہے جس میں مختلف عناوین کے تحت بحث کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کوشش کو قبول فرمائے اور اس میں برکت عطا فرمائے۔

انہ سمیع قریب مجیب

اسرار عالم

مقدمہ

اللہ تعالیٰ کا فضل خاص ہے کہ یہ عاجز ”معرکہ دجال اکبر: تفکیر، تدبیر اور تعمیل جلد اول“ امت کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ الحمد للہ علی ذلک۔

ہر چند کہ ”فتنہ دجال اکبر: خطرات و تدابیر“ میں آئندہ کے نازک دور سے متعلق بہت سارے امور جامعیت کے ساتھ پیش کر دیئے گئے تھے تاہم اس میں اجمال زیادہ تھا۔ چنانچہ ضرورت محسوس کی گئی کہ اس تعلق سے مزید کچھ باتیں امت تک پہنچائی جائیں۔ تاکہ وہ زیادہ یکسوئی کے ساتھ آئندہ سامنے آنے والے حالات کے لئے خود کو تیار کر سکیں۔

صورت حال کی نزاکت بڑھتی جا رہی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ امت کی ذمہ داریاں بھی۔ صورت حال کی نزاکت اس کی متقاضی ہے کہ اس کتاب کے محتویات سے امت کا ہر خاص و عام زیادہ سے زیادہ اور جلد سے جلد واقف ہو جائے۔ لہذا امید کی جاتی ہے کہ قارئین اور بالخصوص اہل ہمم حسب استطاعت اسے عام کرنے کی سعی فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اور اس میں برکت عطا فرمائے۔

والله المستعان وعليه التكلان

اسرار عالم

اصول و کلیات (حصہ اول)

امتِ مسلمہ کی حالت

(۱) نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی بعثت مبارکہ کے سبب امتِ مسلمہ محمدیہ آخری امت ہدی، آخری امتِ شہادت اور پہلی اور آخری امت و وسط کے منصب پر فائز ہوئی۔ چنانچہ امتِ اہلبیس اور اس کے تمام حلیفوں اور ان کی فوجوں کے حملوں کا واحد نشانہ بن گئی۔ آنحضرت ﷺ کی وفات سے اب تک خارج سے اہلبیس اور اس کی افواج کے حملوں اور امت کے اندر پیدا ہونے والی کمزوریوں اور کوتاہیوں کے نتیجہ میں امت مسلسل ٹوٹی، بکھرتی اور کمزور ہوتی چلی گئی۔ امت کا یہ بحران آج اپنی آخری حدوں کو پار کر رہا ہے۔ امت کے اس بحران کے چار پہلو درج ذیل ہیں:

(۲) مسئلہ اول: قائد کا انہدام

عالمی سطح سے مقامی سطح تک امت ہر طرح کے اہل قائدین سے خالی ہو چکی ہے۔ امت تین پہلوؤں اور شعبہ زندگی کے تناظر میں اہل قائدین سے ناقابل بیان حد تک خالی ہو چکی ہے۔ قائدین کے یہ تین پہلو درج ذیل ہیں:

(۱) حکمراں:

اعلیٰ ترین سطح سے ادنیٰ ترین سطح تک امت اہل حکمرانوں سے خالی ہو چکی ہے۔ مسلم حکمران ایمان، عمل صالح، فراست ایمانی اور ہمتِ روحانی سے عموماً عاری ہو چکے ہیں اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلم حکمراں اسلامی منصب حکمرانی، مقصد حکمرانی، علوم حکمرانی، آداب حکمرانی، ہمت حکمرانی حتیٰ کہ حمیت حکمرانی تک سے نا آشنا ہو چکے ہیں۔

(۲) علماء:

اعلیٰ ترین سطح سے ادنیٰ ترین سطح تک امت علماء سے خالی ہو چکی ہے۔ جو معروف

ہیں وہ علم سے خالی ہیں۔ دو ایک جو خالی نہیں انہیں کوئی جانتا نہیں۔ امت میں علماء کے تین اقسام ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) مشائخ:

عام طور پر مشائخ علم اور ہمت سے خالی ہو چکے ہیں لہذا علم اور ہمت کا فقدان تمیز خیر و شر سے انہیں الگ کر چکا ہے۔ چند ہستیاں جو علم و ہمت سے خالی نہیں اللہ انہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

(۲) علماء:

آنحضور ﷺ کی وفات سے ہی علماء کم ہوتے چلے آ رہے ہیں۔ ہر مرنے والا اپنے ساتھ علم کا ایک حصہ لے کر چلا جاتا رہا ہے۔ آج اس تعلق سے بدترین حالات کا سامنا ہے۔ یہ بات خلاف واقعہ ہے کہ آج کے علماء عصر حاضر اور عصری علوم سے واقف نہیں بلکہ وہ صرف قرآن و سنت کا علم رکھتے ہیں۔ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ وہ جو کچھ بھی علم رکھتے ہیں وہ عصر حاضر اور عصری علوم کا علم ہے اس لئے کہ عصر حاضر اور عصری علوم ان کے ارد گرد موجود ہیں اور انہیں نظر آتے ہیں۔ قرآن و سنت تو محبوب ہو چکے ہیں۔ قرآن و حدیث میں مندرج امور کو جاننے کے لئے جن علوم کی ضرورت ہے عام طور پر علماء کے پاس نہیں لہذا قرآن و سنت ان کے لئے معمر کے مثل ہو چکے ہیں۔ اس لئے ایسا ماننا درست ہے کہ علماء قرآن و سنت سے زیادہ عصر حاضر کا علم رکھتے ہیں خواہ وہ کتنا ہی کم ہو۔

(۳) عصری علوم کے دانش وران:

عصری علوم کے مسلم دانش وران اکثر "انفیش کے بکرے" کے مانند ہیں۔ مسلم دانش وران کی غالب اکثریت عصری علوم کی حقیقت سے واقف تو نہیں لیکن اس کے سحر میں گرفتار ضرور ہے اگرچہ ان میں بوجہ علماء وقت کے مقابلہ میں جو مدت اب بھی زیادہ پائی جاتی ہے تاہم ان کے قلوب قرآن و سنت کی روشنی سے اسی وقت معمور ہو سکتے ہیں جب یا تو وہ عصری علوم کی حقیقت کو کم از کم اسی طرح پالیں جیسا ان کے مغربی علمبرداروں نے پالیا ہے یا

اس کے سحر سے باہر نکل آئیں۔

(۳) اعیان معاشرہ:

امت میں موجود وہ دیگر افراد جو معاشرے میں رسوخ رکھتے ہیں اسلامی مقصد حیات، ہمت روحانی، مومنانہ اخلاق، اسلامی آداب اور دینی غیرت سے عموماً خالی ہو چکے ہیں۔

(۳) مسئلہ دوم: شاکلہ کا انہدام

عالمی سطح سے مقامی سطح تک امت نہ صرف ہر طرح کے اہل قائدین سے خالی ہو چکی ہے بلکہ صفات قیادت کی تعمیر، تشکیل اور ترویج کے شاکلہ سے بھی محروم ہو چکی ہے۔ اہل قائدین کا خلاء، نئے اہل قائد سے پر کیا جاسکتا تھا لیکن قیادت کے شاکلہ کے انہدام نے غیر معقود صورت کے سوا اہل قائدین کے خلاء کے پر کئے جانے کی ہر صورت کو تقریباً ناممکن بنا دیا ہے۔

اسلامی صفات قیادت کی تعمیر، تشکیل اور ترویج کے شاکلہ کی اساس ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ۔ اس اساس پر شاکلہ ایستادہ تھا جس کے چار مظاہر تھے۔ خلافت راشدہ کے بعد جہاد فی سبیل اللہ کی معطلی نے ان چاروں مظاہر کو رفتہ رفتہ مٹانا شروع کر دیا تھا۔ اب درج ذیل یہ چاروں مظاہر پوری طرح مٹ چکے ہیں۔

(۱) حکومت: حکومت اسلامی ہمت حکمرانی سے خالی ہے۔

(۲) مدرسہ: مدرسہ اسلامی علوم اور ہمت تعلیم و تعلم سے خالی ہے۔

(۳) معاشرہ: معاشرہ اسلامی حیویت اور حیات سے خالی ہے۔

(۴) گھر: گھر اسلامی حیویت اور حیات سے خالی ہے۔

(۴) مسئلہ سوم: عامۃ المسلمین کی ابتلاء

انہدام قائد اور انہدام شاکلہ نے عام مسلمانوں کو سخت آزمائش میں ڈال رکھا ہے۔ آج پوری دنیا میں عام مسلمان ہر طرح کی مصیبتوں، ذلتوں، اذیتوں اور تکلیفوں سے دوچار کر دیئے گئے ہیں۔ دنیا

میں ہر جگہ عام مسلمان دوہری مار سہہ رہے ہیں۔ ایک طرف منہدم شاکلہ پر متصرف ان کے موجودہ قائدین — حکمران، علماء، مشائخ، عصری علوم کے دانش وران اور اعیان معاشرہ اندر سے انہیں بھنبھوڑ رہے ہیں تو دوسری طرف ابلیس اور اس کی فوجیں باہر سے۔ یہی وہ ”امی“ ہیں جن سے نبی آخر الزمان ﷺ کو نسبت خاص ہے۔ انہیں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص بھی سایہ فگن رہی ہے (لـ)۔
تجتمع امتی علی الضلالة: ہماری امت گم رہی پر جمع نہیں ہوگی)۔ یہی سبب ہے کہ اپنے قائدین کی فریب کاریوں اور استبداد اور دشمنوں کے مظالم کے باوجود اس کے عزم اور اللہ، اس کے رسول ﷺ اور اس کے دین سے تمسک میں کوئی کمی نہیں آئی ہے۔ موج خون کے سر سے گزرنے کا سلسلہ چاہے ختم ہونے کا نام نہ لے لیکن یہ ”امی“ آستان یار سے اٹھنے کو تیار نہیں۔

اس صورت حال میں:

(الف) ان کے حکمران نام نہاد روشن خیال، قدامت پسند، کیمونسٹ، سوشلسٹ، لبرل، جمہوریت نواز، بادشاہ، صدر، وزیر اعظم اور ڈکٹیٹر ہو سکتے ہیں۔ اور —

(ب) ان کے علماء شیعئی، سنی، مقلد، غیر مقلد، ماتریدی، اشعری، اخباری اور اصولی ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح —

(ج) اعیان معاشرہ — سرمایہ دار، صنعت کار، زمیندار، جاگیردار اور جائزہ ناجائز طرح طرح کی قوتوں کا مظاہرہ کر کے عوام کو اپنا زیر دست بنائے رکھنے والے حاکمان وقت حتیٰ کہ غیروں کے عمیل اور ان کے چاؤش تو ہو سکتے ہیں۔

لیکن یہ عام مسلمان ہر حال میں صرف عام مسلمان رہا ہے جو اللہ، رسول اور اس کے دین سے محبت کرتا ہے۔ عام مسلمان ’فسق عمل‘ میں تو مبتلا ہو سکتا ہے ’فسق ایمان‘ میں بفضلہ تعالیٰ وہ کبھی مبتلا نہیں ہوا۔ اس کے برخلاف اس کے قائدین — حکمران، علماء اور اعیان معاشرہ — خواہ ’فسق عمل‘ میں بظاہر مبتلا نظر نہ آئیں لیکن چند ہی ایسے ہوں گے جو ’فسق ایمان‘ سے آلودہ نہ ہوں۔ یہ عام مسلمان بظاہر ’فسق عمل‘ میں لاکھ مبتلا سی — اللہ، اس کے رسول اور اللہ کے دین کی حرمت کے لئے سب سے پہلے وہی اپنی جان پیش کرتا ہے۔ جبکہ اس کے قائدین — حکمران، علماء اور اعیان معاشرہ —

’فسق عمل‘ میں بظاہر جتنا نظر نہ آئیں لیکن — اپنی دنیا بچانے، جاہ و منصب حاصل کرنے یا اسے برقرار رکھنے کے لئے سب سے پہلے اپنے ایمان کو پیش کرتے ہیں۔

(۵) مسئلہ چہارم: فتنہ دجال اکبر کا سیلاب

- (۱) فتنہ دجال اکبر — معرکہ ایمان — ہے۔
- (۲) فتنہ دجال اکبر — معرکہ علم و ظن — ہے۔
- (۳) فتنہ دجال اکبر — معرکہ اللہ و ابلیس — ہے۔

(۶)

(۱) روئے ارض پر دورا ہیں یاد و خطوط پائے جاتے ہیں۔

(۱) صراط سوی: صراط سوی، ہی صراط حدی اور صراط مستقیم ہے۔

(۲) صراط غوی: صراط غوی، ہی صراط ہوی ہے۔

(۲)

(۱) صراط سوی کا ماخذ رب کائنات — اللہ — رب العالمین

— ہے۔

(۲) صراط سوی کی حقیقت علم ہے۔ وہ علم جو دیگر امور کے علاوہ مقصد

حیات سے باخبر بنائے۔ مقصد حیات اسے باخبری، ’ضبط و انقیاد‘ کا عادی بناتی

ہے۔ یہی باخبری انجام حیات اور ’مستقبل‘ سے باخبری عطا کرتی ہے۔

(۳) ’دین اللہ ہی صراط سوی ہے جو قرآن اور سنت رسول اللہ ﷺ میں پایا جاتا

ہے۔ اسی راہ میں ’علم یقین‘، ’عین یقین‘، اور ’حق یقین‘ کے مراحل پیش آتے ہیں۔

(۳)

(۱) صراط غوی کا ماخذ ابلیس ہے۔

(۲) صراطِ غویٰ کی حیثیت ظن، قیاس اور اندازہٴ مخلوق ہے۔ ابلیس کے

ذریعہٴ افزودہ و پروردہ "ظن" قیاس اور اندازہٴ انسان کے اندر ایک ایسی 'اعلمی' کو

بار آور کرتا ہے جو فی الوقت فرض کردہ علم یا حقیقت — کہلاتی ہے۔ فی الوقت

فرض کردہ علم یا حقیقت "مقصد حیات" سے بے خبر بناتی ہے۔ 'مقصد حیات' کے

تعلق سے 'عدم علم' یا 'انتشار ذہنی' ضبط و انقیاد کی بجائے PROBE (کھوج)

کے نام پر ضابطہ شکنی اور بے لگامی کو ہوا دیتی ہے۔ 'مقصد حیات' سے بے خبری

انسان کو انجام حیات سے بے خبری کی کیفیت میں مبتلا کر دیتی ہے۔ انجام

حیات سے بے خبری غیر یقینی صورت حال کو جنم دے کر انسان کو ظن اور

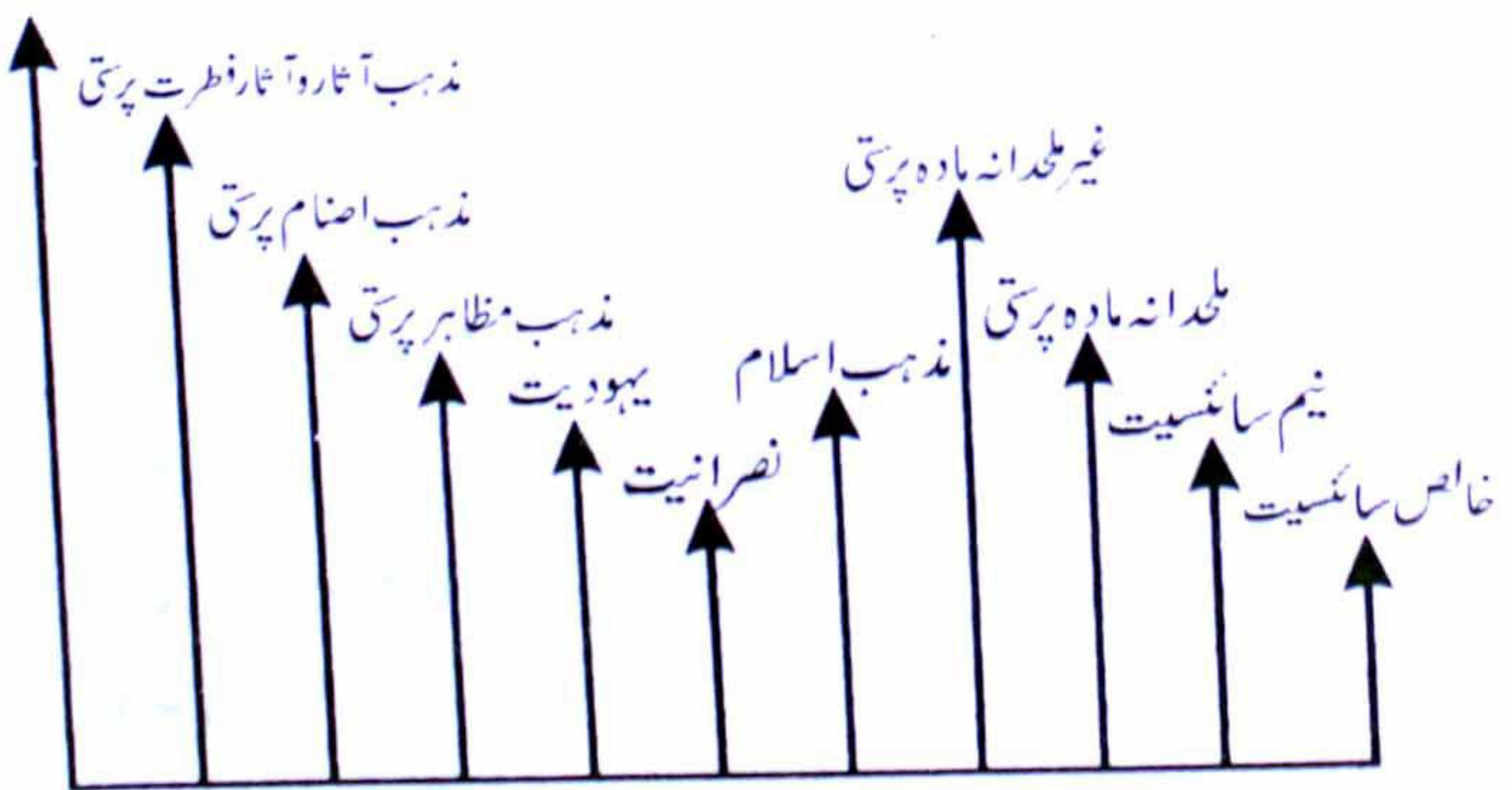
'عزائم' کے بے لگام گھوڑے پر سوار کر دیتی ہے ع

نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

(۷) صراطِ غویٰ کی وسعت یا اس کی "سعت" کیا ہے؟

اگر صراطِ غویٰ کو ایک خط کی صورت دی جائے تو اس کی سعت درج ذیل ہوگی:

خاص توہم یا ابہام پرستی



(۸) صراط سومی کیا ہے؟

(۱) صراط سومی اسلام — دین اللہ — ہے اس کے علاوہ کائنات میں کوئی دین تھانہ ہے اور نہ ہوگا۔

(۲) اسلام فطرۃ اللہ ہے کائنات کی ہر شے کا دین اسلام ہے اور ہر شے اس سے ہم آہنگ ہے۔

(۳) اسلام صراط سومی اور صراط ہدی ہے۔ اس کا ماخذ 'علم من اللہ ہے' نطن، 'قیاس' اور 'وہم' نہیں۔

(۹) صراط غوی کیا ہے؟

(۱) صراط غوی دین اللہ نہیں ہے۔ کائنات کا یہ کبھی دین تھانہ ہے اور نہ ہوگا۔

(۲) صراط غوی 'فطرۃ اللہ' نہیں ہے۔ چنانچہ کائنات کی کسی شے سے اس کی ہم آہنگی نہیں۔

(۳) صراط غوی ہی صراط سومی ہے۔ اس کی زمین 'نطن'، 'قیاس' اور 'اندازہ' ہے۔ خالص ترین 'نطن'، 'قیاس'، اور 'اندازہ' خالص سائنسیت (PURE SCIENTISM) پیدا کرتا ہے اور آلودہ ترین 'نطن'، 'قیاس' اور 'اندازہ' خالص توہم اور اوہام پرستی۔

(۱۰) صراط غوی کے موجودہ مظاہر کیا ہیں؟

صراط غوی کے موجودہ مظاہر درج ذیل ہیں:

(۱) خالص سائنسیت: خالص سائنسیت اس فکر کو کہتے ہیں جس میں زندگی کے ہر پہلو کے تعلق سے قیاس، مشاہدہ اور تجربہ کو دخل ہو۔

(۲) نیم سائنسیت: نیم سائنسیت اس فکر کو کہتے ہیں جس میں زندگی کے بعض بنیادوں اور اساسی پہلوؤں میں قیاس، مشاہدہ اور تجربہ کو دخل ہو۔

(۳) ملحدانہ مادہ پرستی: ملحدانہ مادہ پرستی نظر آنے والی وہ خالص سائنسیت ہے جس میں زندگی کی اساس میں قیاس، مشاہدہ اور تجربہ کو دخل نہ ہو بلکہ صرف حصول لذت دنیا مقصود ہو۔

(۴) غیر ملحدانہ مادہ پرستی: ملحدانہ مادہ پرستی سے ملتی جلتی وہ فکر ہے جس میں ظاہر میں بالعموم مذہب کا دخل تسلیم کیا جاتا ہے جب کہ حقیقت صرف دنیوی لذت کا حصول ہوتی ہے۔

(۵) مذہب اسلام: مذہب اسلام وہ طرز حیات ہے جس کا ماخذ صرف اللہ اور رسول یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہیں بلکہ ان کے علاوہ اور بھی مصادر اور مراجع ہیں جو کتاب و سنت کی بعض باتوں کو بظاہر لے کر ایک ایسا سا کلمہ بناتے ہیں جس میں کچھ عقائد، کچھ عبادات، کچھ رسوم، کچھ مسلمات، کچھ اشغال، کچھ مفروضات اور کچھ توہمات کی کار فرمائی ہوتی ہے۔

(۶) نصرانیت: تعلیمات حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور پال کی تعبیرات و تشریحات کا وہ مجموعہ ہے جس میں حضرت عیسیٰ کی قربانی برائے مغفرت آدمیت بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔

(۷) یہودیت: بنی اسرائیل کی نسل پرستی ہے اور اس کی موجودہ فکر یہودیت ہے جو فی الواقع اللہ دشمنی پر مبنی ہے۔

(۸) مذہب مظاہر پرستی: کسی بھی مظہر قوت و جلال سے عقیدت مظاہر پرستی کہلاتی ہے۔

(۹) مذہب اصنام پرستی: کسی مافوق الفطرت شے سے عقیدت کا جب تصوراتی اظہار "صنم" تراشی اور "صنم پرستی" کی صورت میں ہوتا ہے تو اسے اصنام پرستی کہتے ہیں۔

(۱۰) مذہب آثار و آثار فطرت پرستی: فطری اشیاء و آثار کی عقیدت مذہب آثار یا آثار فطرت پرستی کی اصل ہے۔

(۱۱) خالص توہم اور اوہام پرستی: خالص توہم اور اوہام پرستی کی اساس صرف توہم

اور اس سے پیدا شدہ اعتقادات و تصورات ہیں۔

(۱۱) اسلام — دین اللہ — کیا نہیں ہے؟

(۱) اسلام — دین اللہ — خالص سائنسیت (Pure Scientism) نہیں ہے۔

(۲) اسلام — دین اللہ — نیم سائنسیت (Quasi Scientism) نہیں ہے۔

(۳) اسلام — دین اللہ — ملحدانہ مادہ پرستی (Secular Materialism) نہیں ہے۔

(۴) اسلام — دین اللہ — غیر ملحدانہ مادہ پرستی (Regular Materialism) نہیں ہے۔

(۵) اسلام — دین اللہ — مذہب (اسلام) (Religion) نہیں ہے۔

(۶) اسلام — دین اللہ — معزول اسلام یعنی یہودیت و نصرانیت (Judaism & Christianity) نہیں ہے۔

(۷) اسلام — دین اللہ — مظاہر پرستی نہیں ہے۔

(۸) اسلام — دین اللہ — اصنام پرستی نہیں ہے۔

(۹) اسلام — دین اللہ — آثار و آثار فطرت پرستی نہیں ہے۔

(۱۰) اسلام — دین اللہ — خالص توہم اور اوہام پرستی (Pure Superstition) نہیں ہے۔

(۱۲) عہد حاضر میں امت اندرونی طور پر ایک شدید کشمکش سے دوچار ہے۔ امت کے اندر دو طبقوں

نے جنگ چھیڑ رکھی ہے۔ امت کے اندر کے یہ دونوں ہی طبقے فی الواقع اہل غوی و ہوی ہیں۔ اندر کے یہ

دو طبقے درج ذیل ہیں:

(۱) اہل مذہب (علماء وقت، مشائخ وقت)۔

(۲) متغربین (مغرب سے مرعوب مسلمان)۔

(۱۳) اہل مذہب (بالخصوص علماء وقت اور مشائخ وقت) کا رویہ یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

(۱) ہم اسلام — دین اللہ — پر قطعاً نہیں چلیں گے۔ ہم مذہب اور مذہبیت پر ہی عمل پیرا رہیں گے۔

(۲) ہم آیت محکمہ، سنت قائمہ اور فریضہ عادلہ پر پوری طرح گامزن نہیں ہوں گے یعنی اس اسلام — دین اللہ — پر نہیں چلیں گے جو عہد نبوی اور خلافت راشدہ میں رائج تھا بلکہ خلافت راشدہ کے بعد رائج کردہ خلاف قرآن و سنت رسول ﷺ مذہبیت پر ڈٹے رہیں گے۔

(۳) ہم معاشرہ کے شاکلہ اور اس کے اندر نظام تعلیم و تعلم یعنی نظام مدارس، نظام تعلیم، نصاب، کتب نصاب میں اور اسی طرح روحانیت کے نام پر جاری غیر حقیقی اور غیر اسلامی مشاغل پر کوئی نظر ثانی نہیں کریں گے۔ نہ نقد و بحث کو راہ دیں گے اور نہ ہی اصل دین اللہ کی بحالی کریں گے اور ان امور میں کسی طرح کی مداخلت برداشت نہیں کریں گے۔

(۴) ہم حیات کے جملہ پہلوؤں — یعنی ایمانی، فکری، عملی، علمی، روحانی، انفرادی، اجتماعی اور آفاقی — پر قرآن و سنت رسول ﷺ کو مکمل طور پر غالب اور حاکم ہونے کی اجازت نہیں دیں گے بلکہ زندگی کے زیادہ سے زیادہ امور سے انہیں بے دخل یا حاشیہ پر کر کے حتیٰ کہ ننانوے فیصد حیات پر ابلیس، اہل ہویٰ اور بالخصوص یہودیوں کے ساختہ و پرداختہ، فقہ اکبر اور فقہ اصغر — کو غالب رکھیں گے اور اسی مذہب (اسلام) کو دین اللہ باور کرائیں گے۔

(۱۴) متغربین (مغرب سے مرعوب مسلمان) لوگوں کا رویہ یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

(۱) علم کی اصلی ترقی وہ ہے جو عصر حاضر میں مغرب نے کی ہے۔ اسی طرح علم کا اصلی حجم وہ اور اتنا ہی ہے جو اس وقت مغرب کو حاصل ہے۔

(۲) فکر کی اصلی ترقی وہ ہے جو عصر حاضر میں مغرب نے کی ہے۔ اسی طرح فکر کی اصلی جہت اور رفتار وہ ہے جو اس وقت مغرب میں موجود ہے۔

(۳) علمی، فکری، حکومتی، معاشرتی، تمدنی اور ثقافتی ادارے اور ان کی اصل ترقی وہ ہے جو عصر حاضر میں مغرب میں پائی جاتی ہے۔ ایسے اداروں کی ہیئت، کارکردگی، قابلیت اور مہارت کی معراج وہ ہے جو اس وقت مغرب میں موجود ہے۔

(۴) مسلمانوں کو اپنی حیثیت کی بحالی (ان کی نظر میں ترقی) کے لئے وہی طریقہ اختیار کرنا چاہئے اور ویسی ہی علمی، فکری، فنی، معاشی، اقتصادی، معاشرتی اور حکومتی صورت اور طریقہ کار اختیار کرنا اور اس کے لئے ویسے ہی ادارے تشکیل دینے چاہئیں جیسا اہل مغرب نے کیا ہے اور مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی ہر اعتبار سے اپنا نصب العین وہی متعین کرنا چاہئے جو اہل مغرب نے متعین کیا ہے۔

(۱۵) اول الذکر طبقہ یعنی اہل مذہب (علماء و مشائخ) امت محمدیہ کے فریسی (Pharisees) ہیں اور ثانی الذکر طبقہ یعنی متغربین (مغرب سے مرعوب لوگ) صدوقی (Sadducees)۔ مٹھی بھر مخلص علماء و مشائخ امت محمدیہ کے حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے مانند ہیں (علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل: میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے مانند ہیں) اور عام مسلمان ان کے اصحاب کے مانند۔ ہر دو کے نزدیک مخلص علماء، مشائخ اور عام مسلمان معتوب و بے حیثیت ہیں۔

(۱۶) عصر حاضر میں امت مسلمہ اندرونی طور پر ان دو طبقوں یعنی اہل مذہب (علماء و مشائخ) اور متغربین (مغرب سے مرعوب لوگوں) اور بیرونی طور پر ابلیمس اور دجال اکبر اور اس کے حلیفوں کی دو چکیوں کے درمیان پس رہی ہے۔ عصر حاضر کا یہی وہ دور وہی حملہ ہے جس نے امت کے سامنے غیر معمولی چیلنج پیدا کر دیا ہے۔

اصول و کلیات (حصہ دوم)

دو عظیم چیلنج

(۱) اس وقت روئے ارض پر اہل ایمان کو خارج سے دو عظیم چیلنج _____ دو عظیم مہلکات

(Giant-Threats) کی صورت میں _____ درپیش ہیں۔ یہ دونوں عظیم چیلنج یا مہلکات دراصل

ابلیس اور دجال اکبر اور پوری کائنات میں ان کے دیگر حلیفوں بالخصوص یہود کی جانب سے پیدا کئے گئے

ہیں۔ یہ دونوں عظیم مہلکات درج ذیل ہیں:

(۱) امت مسلمہ محمدیہ کی حیات کا خاتمہ کرنا۔

اس مہلکے کا مفہوم ہے:

(۱) امت مسلمہ محمدیہ کا بحیثیت امت ہدی، امت حامل قرآن، امت شہید علی

الناس اور امت و سبط خاتمہ کر دینا:

(۱) امت کے اندر ایمان باللہ، ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرہ کا خاتمہ

کر دینا۔

(۲) قرآن کا خاتمہ کر دینا۔

(۳) سنت رسول اللہ ﷺ کا خاتمہ کر دینا۔

(۴) رسول اللہ ﷺ کے جسد اطہر کو نکال کر اس کو تکوینی اور تخلیقی طور پر تباہ

کر دینا۔

(۵) روئے ارض پر ہدی اور رسالت کی ہر بات، علامت، نشانی اور

رواج کا خاتمہ کر دینا۔

(۲) اگر ایسا نہ ہو سکے تو امت مسلمہ محمدیہ کو جانی طور پر یعنی طبعی طور پر ختم کر دینا اور

روئے ارض سے مسلمانوں کا وجود منادینا خواہ وہ دین دار ہوں یا نہ ہوں۔

(۲) اللہ رب العالمین کا خاتمہ کر کے کون پر قبضہ کر لینا۔

اس مہلکہ کا مفہوم ہے:

(۱) اللہ رب العالمین کا خاتمہ کر دینا یعنی اس اللہ رب العالمین کو قتل کر دینا جس نے

(۱) آدم کو پیدا کیا اور اسے خلیفہ بنایا اور ابلیس کو خلافت سے محروم کر دیا۔

(۲) اس 'موت' کا خاتمہ کر دینا جس سے ابلیس کو دو چار ہونا ہے۔

(۳) اس بعث بعد الموت یعنی آخرت کا خاتمہ کر دینا جس کی سزا کا اسے

خوف ہے۔

(۴) اس سلسلہ رسالت کی آخری کڑی محمد رسول اللہ ﷺ کا وجود منادینا جو

اب مقام محمود پر فائز ہوں گے۔

(۵) اس ہدیٰ کا خاتمہ کر دینا جس کی خلاف ورزی اور ہویٰ کے اتباع کے

سبب یہودی راندہ درگاہ رب العالمین ہوئے اور اللہ کی محبوبیت سے محروم۔

(۶) ایسے نبیوں اور رسولوں مثلاً حضرت ادریس، حضرت الیاس اور

حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو کائنات بسیط میں جہاں وہ اللہ کے ذریعہ محفوظ و مامون

ہیں ڈھونڈھنا اور انھیں قتل کر دینا۔

(۷) نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی بر نشانی حتیٰ کہ ان کے جسد اطہر

کے وجود کو بھی منادینا جن کی بعثت نے ابلیس اور دجال اکبر کے اس عظیم اور

خونفک ترین منصوبہ کو ناکام کر دیا جس کے تحت انہوں نے ایک مجتہبی قوم (بنی

اسرائیل) کو حلیف بنا کر مقام محمود پر قبضہ کرنے کی آخری کوشش کی تھی اور جن کی

مخصوص 'حیات' سے ابلیس، دجال اکبر اور یہودیوں کو اب بھی خطرہ محسوس ہوتا

ہے۔

(۸) اس امت مسلمہ محمدیہ کا خاتمہ کر دینا جس کے سبب یہود مقام محبوبیت

اور مقام اجتنابیت سے معزول کر دیئے گئے۔

(۹) اس 'موت' کا خاتمہ کر دینا جس کا ہر یہودی کو بے حد خوف ہے۔

(۱۰) اس بعثت بعد الموت یعنی آخرت کے امکان کا ہی خاتمہ کر دینا جس

میں اپنے ان کرتوتوں کے سبب انہیں سخت ترین عذاب سے دوچار ہونے کا خوف لاحق ہے۔

(۱۱) ان فرشتوں کا خاتمہ کر دینا جو یہودیوں کی راہ میں حائل رہے اور اب بھی ہیں۔

(۱۲) اس امت مسلمہ محمدیہ کا خاتمہ کر دینا جو یہودیوں کے بقول ان کے دوبارہ اللہ کا محبوب بننے کی راہ میں حائل ہیں۔

(۱۳) اس اللہ کا خاتمہ کر دینا جس نے ابلیس کی طرح یہودیوں کو بھی راندہ درگاہ کر دیا اور انہیں موت، آخرت اور سخت سزاؤں کی دھمکی دے رہا ہے۔

(۱۴) مایوسی کی انتہائی حالت میں اس اللہ کا ہی خاتمہ کر کے اس کی کائنات پر قبضہ کر لینا اور 'سکینہ' اور 'جنت' کا حصول کر لینا اور دوزخ کے وجود کو منادینا تاکہ عذاب کا خوف جاتا رہے۔

(۱۵) اللہ رب العالمین کی تکوین، تخلیق اور تزیین کو مسخر کر کے اور اس پر قبضہ کر کے اور موت کا خاتمہ کر کے ایک ایسی حیات پالینا جو ازوال ہو۔

(۲) ابلیس کا یہی وہ منصوبہ ہے جس پر اس نے کائنات کی بہت سی مخلوقات یا ان کے بعض یا اکثر افراد سے تحالف کیا ہے جن میں یہود خاص ہیں۔ اس مشن کی ایک کڑی ابلیس کا مہیب ترین ہتھیار — دجال اکبر — بھی ہے۔

ابلیس اور یہودیوں کا تحالف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معاً بعد ہو گیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات میں ہی بنی اسرائیل کا ایک طبقہ ابلیسی تحالف کیلئے تیار ہو چکا تھا لیکن حضرت موسیٰ کی عزیمت نے انہیں ناکام بنا دیا۔

لیکن حضرت داؤد علیہ السلام کی بعثت سے قبل ہی ابلیس ان کے ساتھ مضبوط تحالف قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ حضرت داؤد کی بعثت دراصل ابلیس، دجال اکبر اور یہودیوں کے مابین قائم ہو جانے والے تحالف کو توڑنے اور روئے ارض پر حدی کو استحکام بخشنے کے لئے ہوئی۔ یہودیوں نے ابلیس اور دجال کا ساتھ چھوڑنے سے انکار کر دیا لہذا حضرت داؤد علیہ السلام نے ان پر پہلی بار لعنت فرمائی جس طرح اللہ تعالیٰ نے ابلیس پر لعنت فرمائی تھی۔

ابلیس، دجال اکبر اور یہودیوں کا تحالف وقت گزرنے کے ساتھ اتنا مضبوط ہو گیا کہ انہوں نے نبیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ بالآخر ابلیس، دجال اکبر اور یہودیوں کے اس تحالف سے مقابلہ آرا ہونے کے لئے حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا فرمائی اور ولی کے بھیجے جانے کی درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور روئے ارض پر نسل آدم میں پہلا ولی _____ بشکل _____ غلام _____ جو _____ حیات _____ سے متصف تھا (سورۃ مریم - آیت ۷) بھیجا گیا۔ چنانچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام تشریف لائے لیکن ابلیس، دجال اکبر اور یہودیوں نے انہیں قتل کر دیا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا دوسرا حصہ بھی مقبول بارگاہ ذی الجلال ہوا چنانچہ روئے ارض پر نسل آدم میں دوسرا ولی _____ بشکل _____ غلام _____ جو روح القدس سے متصف تھا بھیجا گیا۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام تشریف لائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہودیوں کو ابلیس اور دجال اکبر کے تحالف سے باز رکھنے کی آخری کوشش کر ڈالی۔ لیکن وہ نہیں مانے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان پر دوسری بار (اور کسی نبی بنی اسرائیل کی طرف سے آخری بار) لعنت فرمائی۔ لہذا ابلیس، دجال اکبر اور یہودیوں نے انہیں بھی قتل کرنے کی کوشش کی اور اپنی سمجھ کے مطابق انہیں بھی قتل کر دیا۔

یوں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت اور ارتفاع سے ابلیس دجال اکبر اور یہودیوں پر جنت پوری ہو گئی تھی اور نبی آخر الزماں ﷺ کے آنے کی گھڑی آن پہنچی تھی تاہم نبی آخر الزماں ﷺ نے تشریف لا کر ابلیس، دجال اکبر اور یہودیوں کو ایک اور آخری موقع دیا۔ آپ رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجے گئے ہیں لہذا اس کی پوری پوری گنجائش تھی کہ اگر ابلیس، دجال اکبر اور یہود ان کی دعوت پر تائب ہو جاتے اور

اللہ کی اطاعت قبول کر لیتے تو ان کے جرائم معاف کر دیئے جاتے۔ لیکن ابلیس، دجال اکبر اور یہود اس میں ناکام و نامراد ثابت ہوئے۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسولِ رحمتِ اتم اور ہدی اور امت مسلمہ محمدیہ سے لڑنے اور انہیں تباہ و برباد کر دینے کی ٹھان لی۔ یہی وہ معرکہ ہے جو بالآخر معرکہ دجال اکبر کا آخری معرکہ ثابت ہوگا۔ مذکورہ مہلکات اسی سلسلے کی اہم دو کڑیاں ہیں۔

GIFT BOOK
ACC. G... 1228
Date... 25-8-04
P.U. LIBRARY LHR.

پہلا چیلنج

امت مسلمہ محمدیہ کی حیات کے خاتمہ کا چیلنج

(۱) گزشتہ سالوں کے دوران (1986-2004) اس چیلنج کے کئی مرحلے گزر چکے ہیں جو درج

ذیل ہیں:

(۱) جائزہ: امکانات، مہلکات اور استعداد

(Survey: Possibilities, Threats & Capabilities):

اس کے تحت یہودیوں نے اس بات کا جائزہ لیا ہے کہ 'امت و وسط' یعنی امت مسلمہ محمدیہ کی حیات کے خاتمے کے تعلق سے ان کی چلی آرہی کوششیں اب تک کتنی کامیاب ہوئیں ہیں۔ ان کا منصوبہ کتنا کامیاب ہو اور کتنا ناکام ہوا؟ ناکام ہونے کی صورت میں اس کے عوامل اور اسباب کیا رہے؟ ان کے منصوبہ کی کامیابی کے آئندہ کیا امکانات ہیں؟ اب تک حاصل کردہ کامیابیوں کے لئے کیا کیا آئندہ اندیشے اور مہلکات ہیں؟ اپنے منصوبہ کی کامیابی کے لئے یہودیوں کی استعدادی صورت حال کیا ہے؟ ان کی قوت و صلاحیت کی صحیح کیفیت اور کمیت کیا ہے؟ اس میں کیا کمی ہے؟ ان کے بالمقابل آئندہ مہلکات کی قوت و صلاحیت کا صحیح اندازہ کیا ہے؟ وغیرہ۔

(۲) متعدد الوجوہ تدبیری منصوبہ سازی

(Multiple Strategic Planning):

اس عنوان کے تحت اس کی کوشش کی گئی کہ امت مسلمہ محمدیہ کی حیات کے تعلق سے متعدد الوجوہ اور کثیر الجہات تدبیری منصوبہ سازی کی جائے۔

(۳) متعدد الوجوہ تعمیلی منصوبہ سازی:

(Multiple Executive Planning):

اس عنوان کے تحت اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ امت مسلمہ محمدیہ کی حیات کے خاتمہ کے لئے بنائے گئے تدبیری منصوبوں کی تعمیل کے لئے کس کس لائحہ کو منتخب کیا جائے، ان میں کیا ترجیحات قائم کی جائیں اور ان کی تعمیل کے لئے متعدد الوجوہ اور کثیر الجہات تعمیلی کلی منصوبہ بنایا جائے۔

(۴) متعدد الوجوہ تعمیل

(Multiple Execution or Operation):

اس عنوان کے تحت اس کی کوشش کی جا رہی ہے کہ امت مسلمہ محمدیہ کی حیات کے خاتمہ کو یقینی بنانے کے لئے طویل طویل المدت، طویل المدت، درمیانی مدت، قصیر المدت اور فوری منصوبوں پر اقدامات ہوں اور انہیں صورت واقعہ کی شکل دی جائے۔

(۲) جائزہ: امکانات، مہلکات اور استعداد کے عنوان کے تحت گزشتہ 18 سالوں میں یوں تو ہمہ دم غور و فکر اور جائزہ کا سلسلہ جاری ہے اور اس تعلق سے بلا مبالغہ ہزاروں مکمل جائزے لئے گئے ہیں لیکن ان میں دو جائزوں نے بوجہ بہت شہرت حاصل کی ہے۔ یہ دو جائزے درج ذیل ہیں:

(۱) فرانسس فوکویاما (Francis Fukuyama) کا جائزہ جسے فریب، پرکاری

اور بے مثال سحرکاری کے ساتھ تاریخ کا خاتمہ کے نام سے مشہور کیا گیا اور اسی عدیم النظر فریب کے تحت اس کا صرف سواں حصہ (۱۰۰٪) سیاق و سباق سے الگ کر کے پہلے مشہور

مجلد نیشنل انٹرسٹ (Francis Fukuyama: "The End of

History?" The National Interest 16, Summer 1989:

(18-3) میں شائع ہوا اور بعد میں اسی حصہ کو مزید تحلیل و محشی کر کے 'دی اینڈ آف ہسٹری اینڈ

دلاسٹ مین' (Francis Fukuyama: The End of History And

the Last Man, The Free Press 1992، نامی کتاب کی صورت شائع کیا گیا۔

(۳) سیویل پی ہنٹنگٹن (Samuel P. Huntington) کا جائزہ جسے یکساں فریب، پرکاری اور سحرکاری کے ساتھ تہذیبوں کا تصادم کے نام سے مشہور کیا گیا اور اسی عدیم النظیر فریب کے تحت اس کا صرف تھوڑا سا حصہ سیاق و سباق سے الگ کر کے پہلے مشہور مجلہ فارن افیئرس (Samuel P. Huntington: "The Clash of Civilizations", Foreign Affairs 1993) میں شائع ہوا اور بعد میں اسی تھوڑے حصے کو مزید تحلیل (dilute) اور محشی کر کے (Samuel P. Huntington: The Clash of Civilizations and the Remaking of the World Order, Simon & Schuster, 1996)، کتاب کی صورت میں شائع کیا گیا۔

(۴) 'متعدد الوجوہ تدبیری منصوبہ سازی' کے عنوان کے تحت گزشتہ 18 سالوں میں یوں تو ہمہ دم غور و فکر اور منصوبہ سازی کا سلسلہ جاری ہے اور اس تعلق سے گویا غور و فکر کا سیلاب لا دیا گیا ہے جس کے تحت ہزاروں ہزار جائزوں کی روشنی میں منصوبہ سازی کی گئی ہے لیکن ان میں ایک منصوبہ غیر معمولی شہرت کا حامل ہوا۔

(۱) یہ غیر معمولی تدبیری منصوبہ ہے برنارڈ لیوس (Bernard Lewis) کا بنایا گیا منصوبہ۔ جسے اسی روایتی فریب، پرکاری اور بے مثال سحرکاری کے ساتھ "اسلام اور لبرل جمہوریت" کے نام سے مشہور کیا گیا اور اسی روایتی عدیم النظیر فریب کے ساتھ اس کا صرف سواں حصہ (۱۰۰٪) سیاق و سباق سے الگ کر کے پہلے مشہور مجلہ دی اٹلانٹک منتھلی (Bernard Lewis: "Islam & Liberal Democracy", The Atlantic Monthly, February 1993) میں شائع ہوا اور بعد میں اسی کے بعض حصوں کو منصوبہ بند بنا کر اس شکل میں پیش کیا گیا جسے مشہور "لامیریڈین بیان"

"Le Meridein Statement" کہا جاتا ہے۔

(۵) "متعدد الوجہ تعمیلی منصوبہ سازی" کے عنوان کے تحت بھی گزشتہ 18 سالوں میں یوں تو مسلسل غور و فکر ہوتا رہا ہے اور سینکڑوں تعمیلی منصوبے بنائے گئے اور ان پر جزوی طور پر عمل درآمد بھی ہوتا رہا لیکن "متعدد الوجہ تعمیلی منصوبہ" کی قابل عمل اور فیصلہ کن منصوبہ سازی 1995/96 میں آخری شکل لینے لگی تھی۔ اسی تعمیلی منصوبہ سازی کے آخری شکل لینے کا نتیجہ ہے وہ معاہدہ جو کلنٹن اور نیتن یاہو کے ذریعہ عالم وجود میں آیا اور جو باخبر حلقوں میں سہ مرحلہ معاہدہ (Three-Stage Pact) کے نام سے مشہور بھی ہے۔

(۶) اسی متعدد الوجہ تعمیلی منصوبہ سازی کا تھوڑا سا حصہ وہ ہے جو ہنری کیسنگر منصوبہ (Henry Kissinger Plan) کے نام سے جانا جاتا ہے اور جس کا محض تھوڑا سا حصہ ماہرانہ فریب کاری، پرکاری اور بے مثال سحر کاری کے ساتھ دی امیریکنس نیڈ اے فارن پالیسی ("The Americans Need A Foreign Policy") کے نام سے شائع کیا گیا۔ مزید ازیں جس کے کچھ حصے ایرس آف رینیول (Years of Renewal) اور کرائسس (Crisis) میں بھی بیان کیے گئے ہیں۔

(۷) متعدد الوجہ تعمیلی کے عنوان کے تحت جو کام سرانجام دیئے جا رہے ہیں وہ درج ذیل نوعیت پر مشتمل ہیں:

- (۱) فوری اقدامات جنھیں کریش پروگرام (Crash Programme) یا کرائسس مینجمنٹ (Crisis Management) کہا جاتا ہے۔
- (۲) قصیر مدتی اقدامات جن کے تحت ایسی کارروائیاں ہوتی ہیں جو مقاصد تک زیادہ سے زیادہ 5 سالوں میں پہنچ جائیں۔
- (۳) درمیان مدتی اقدامات کے تحت ان منصوبوں کی تعمیل آتی ہے جو زیادہ سے زیادہ 15 سالوں میں اپنا ہدف پورا کر لیں۔
- (۴) طویل مدتی اقدامات کے تحت ایسے منصوبوں کی تعمیل آتی ہے جو 25 سالوں کے

اندر اندر اپنے اہداف حاصل کر لیں۔

(۵) طویل طویل مدتی اقدامات کے تحت منصوبوں کی ایسی تعمیل رو بہ عمل آتی ہے جو اپنے اہداف تک رسائی میں 25 سالوں سے زیادہ مدت لیں۔

تعمیلات کے یہی وہ امور ہیں جن کے ”مضمورات و عواقب“ کی روداد (Feed Back) کا لاکھوں حصہ (۱۰۰۰۰۰) مثلاً باب و ڈوارڈ کی حالیہ دنوں میں شائع ہونے والی دو کتابوں

(Bob Woodward

(i) Bush At War, Simon & Schuster, New York, 2002

(ii) Plan of Attack, Simon & Schuster, New York, 2004)

اور ان جیسی دیگر سینکڑوں کتابوں میں ملتا ہے۔

دوسرا چیلنج

اللہ رب العالمین کا خاتمہ کر کے 'کون' پر قبضہ کر لینا

(۱) "اللہ رب العالمین کا خاتمہ کر کے 'کون' پر قبضہ کر لینے" کی جدید ابلسی۔ دجالی۔ یہودی تاریخ باضابطہ طور پر اسحاق نیوٹن (Isaac Newton, 1642-1727) سے شروع ہوتی ہے۔ اس مشن کے تحت درج ذیل بنیادی امور مقصود و ہدف قرار پائے:

(الف) 'کون' یعنی 'زمان اور مکان' (Time & Space) کو مسخر کرنا، سرالسموات والارض کا پتہ لگا کر اور ان کی کنہہ کو جان کر انھیں مسخر کرنا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ سرالسموات والارض کی کنجی اللہ رب العالمین کے پاس ہے اور اسی لئے وہ رب العالمین ہونے کا مستحق اور سزاوار ہے۔

(ب) "تخلیق" اور "عمل تخلیق" کو مسخر کرنا اور انھیں 'فطرۃ' سے آزاد کر لینا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ فطرۃ اللہ رب العالمین کی ایک سنت ہے اور اسی لئے وہ رب العالمین ہونے کا مستحق اور سزاوار ہے۔

(ت) 'ترزیق' اور 'عمل ترزیق' کو مسخر کرنا اور انھیں 'فطرۃ' سے آزاد کر لینا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ فطرۃ اللہ رب العالمین کی ایک سنت ہے اور اسی لئے وہ رب العالمین ہونے کا مستحق اور سزاوار ہے۔

(ث) 'نفس' اور 'عمل نفس' کو مسخر کرنا اور اس طرح عالم خلق میں 'موت' اور 'تعمیر' (یس۔ ۶۸) (Aging) کو فطرۃ سے آزاد کر لینا۔ اس لئے کہ فطرۃ اللہ رب العالمین کی ایک سنت ہے اور اس لئے وہ رب العالمین ہونے کا مستحق اور سزاوار ہے۔

(ج) ارض اور ماوراء ارض کے مکان اور زمان کو مسخر کرنا، 'خلاء' اور 'ملاء' میں فطرت کے

متعین کردہ قوتوں، ملائکہ اور دیگر مطیع مخلوقات کو مغلوب کرنا، اپنا مطیع بنانا یا ان کا خاتمہ کر کے 'فطرۃ' کو ختم کرنے کی ہر رکاوٹ دور کر دینا۔

(ج) 'اللہ رب العالمین کو ڈھونڈھنا اور اسے قتل' کر دینا۔

(خ) 'موت' کا خاتمہ کر دینا اور 'حیات' (الوہی) حاصل کر لینا۔

(د) 'کون' پر قبضہ کر لینا۔

(۲) اللہ رب العالمین کا خاتمہ کر کے 'کون' پر قبضہ کر لینے کے عنوان کے تحت گزشتہ تین سو سالوں میں یہودیوں کے مطابق ان کو حاصل ہونے والی کامیابی کی روداد درج ذیل ہے:

(الف)

(۱) نیوٹن (Newton: 1642-1727) سے آئن سٹائن (Einstein: 1879-1955)

(Lederman: 1922, شوارٹز اور اسٹین برگ (Schwartz: 1932 & Steinberger: 1921) اور اس میں

زمان و مکان اور سراسموات والارض کی کلید کو دریافت کرنا اور اپنے قابو میں کرنا۔

(۲) آدم اسمتھ (Adam Smith: 1723-1790) اور

ڈیوڈ ریکارڈو (David Ricardo: 1772-1823) سے کارل مارکس (Karl Marx: 1818-1883) تک اور

کینس (Keynes: 1883-1946) سے

پال اے سیمولسن (Paul A. Samuelson: 1915) تک وسائل پر قابو پانا۔

(۳) جینیات، جینیاتی انجینئرنگ (Genetics & Genetic Engineering) کے ذریعہ جینوم (Genom) کی کلید حاصل کرنا اور تعمیر (Aging) پر قابو پا کر موت کو مسخر کرنا۔

(۴) سیارگانی انتظام (Gaia or Planet Management) کی کلید

حاصل کر کے اور سیارگانی انتظام کر کے تزیق پر قابو پانا۔

اور اس طرح ہر امر میں 'فطرہ' کو نہ صرف غیر ضروری بنانے کی طرف بلکہ 'فطرۃ' کا

ابلیسی۔ دجالی۔ یہودی متبادل رائج کرنے کی جانب عملی اقدامات کرنا۔

(ب) اسحاق نیوٹن کے بعد سائنس کا یہ عمل فی الواقع کن مقاصد کے تحت ابلیس، دجال اکبر اور یہودیت کے ذریعہ آگے لے جایا گیا اور ہنوز لے جایا جا رہا ہے اس کا اظہار ہنرک اسکولیموسکی (Henryk Skolimowski) نے یوں کیا ہے۔

”تصور قوت کا ارتفاع اپنی موجودہ خطرناک شکل (مغربی تہذیب [یہودی ورلڈ آرڈر]) میں اس لئے ہوا ہے کہ مغربی انسان نے نجات کے طریقہ کو ترک کر کے (مابعد نشاۃ ثانیہ عہد میں) دوسرے طریقے کو اختیار کر لیا ہے۔ نجات کا تصور آسمان سے ہٹا دیا گیا ہے۔ اور پوری طرح زمین پر قائم کر دیا گیا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نجات کا یہ تصور ارضی اشیاء پر قدرت اور استمتاع ہی میں متصور ہو چکا ہے۔ اس کا مفہوم ہے زمین کا استعمال کرنا۔ زمین پر قدرت حاصل کرنا۔ زمین کو مفتوح کرنا۔ زمین کے متاع سے لطف اندوز ہونا تو صرف اس وسیع اسکیم کا ایک حصہ ہے۔ اس کا دوسرا حصہ ہے۔ اقتدار و قوت قاہرہ پر تصرف۔ زمین پر فطرت پر اشیاء پر۔

(Henryk Skolimowski: "The Reality and Illusion of Power: Seminar, New Delhi, 323, July 1986)

واضح ہو کہ یہاں:

(۱) 'مغربی تہذیب' سے مراد وہ تہذیب ہے جو ابلیسی، دجالی اور یہودی مقاصد سے

ہم آہنگ ہو کر اللہ رسالت اور فطرت کے خلاف اعلان جنگ کر چکی ہے۔

(۲) 'مغربی انسان' سے مراد وہ انسان ہے جو ابلیس اور یہودی دجالی مقاصد سے ہم

آہنگ ہو کر اللہ، ہدی اور فطرۃ کے خلاف اعلان جنگ کر چکا ہے۔

(۳) 'نجات کے طریقہ کو ترک کر کے' سے مراد ہے اللہ کی طرف سے نجات کی بخشش

سے مایوس ہو کر۔

(۴) 'دوسرے طریقے کو اختیار کر لیا ہے' سے مراد ہے فطرت پر قابو پا کر بزور

نجات، سکینت اور جنت حاصل کرنا خواہ اس کے لئے اللہ کا 'خاتمہ' ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔

(۵) اس کا دوسرا حصہ ہے اقتدار و قوت قاہرہ پر تصرف۔ زمین پر، فطرت پر، اشیاء پر سے مراد اللہ اور اس کی قوتوں اور فوجوں کا خاتمہ کر کے کون پر قبضہ کر لینا۔

اس تعلق سے ابلیمس، دجال اکبر اور یہودیوں نے اپنے مقاصد کی تکمیل میں 1989 تک متنی کامیابی حاصل کر لی ہے اس کا جائزہ بل میک کین (Bill Mc Kibben) نے یوں لیا ہے:

" For the first time we are on verge of eliminating a natural domain untouched or unmanipulated by human activity " (Bill Mc Kibben: The End of Nature Random House: New York, 1989)

ترجمہ: " تاریخ میں پہلی بار ہم لوگ اللہ کی (بنائی ہوئی) فطرت کو کوئی انسانی عمل چھو سکتا ہے نہ اس میں تبدیلی کر سکتا ہے۔ کو منادینے کی دہلیز پر پہنچ گئے ہیں۔"

یعنی ہم (ابلیمس، دجال اکبر اور یہود) عنقریب 'فطرۃ' کا خاتمہ کر دیں گے۔ تخلیق، ترزیق، اور تعمیر کو فطرت اور اللہ سے آزاد کرالیں گے۔ اس کا دوسرا مطلب ہوا کہ ہم عنقریب اللہ کو اس کائنات سے بے دخل کر دیں گے۔

(۳) خواہ مسئلہ "امت مسلمہ محمدیہ کی حیات کا خاتمہ کرنا" ہو یا "اللہ رب العالمین کا خاتمہ کر کے کون پر قبضہ کر لینا" آخر اس کے پیچھے ان کی سوچ کیا ہے؟ اور کس احساس نے ابلیمس، دجال اکبر اور یہودیوں کو ناقابل تفسیح تحالف میں باندھ دیا ہے۔

(۱) اس تعلق سے ان کی سوچ کی بنیاد میں انا، محرومی، غصہ، مایوسی اور خوف کے پتھر نصب ہیں۔

(۲) اس تعلق سے ان کی نفسیات کا عمیق اور حتمی تجزیہ صرف قرآن میں ملتا ہے۔ (البقرہ۔ 61، البقرہ۔ 96، اسرئیل۔ 4، اسرئیل۔ 8 میں) لیکن سب سے غیر معمولی

تجزیہ وہ ہے جو سورۃ الجمعہ 8-5 میں پایا جاتا ہے۔ اللہ کا قول ————— بما کنتم تعملون (جو تم لوگ کرتے رہے ہو) یہودیوں کے ذریعہ روئے ارض پر کھلے اور چھپے طور پر کئے جانے والے اس 'فساد کبیر' کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کا صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے یا پھر ان یہودیوں کو جو خوب جانتے ہیں کہ عظیم الشان گناہوں کے کرنے کے بعد ان کے لئے کیسی سزا انتظار کر رہی ہے۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ موت ان کے لئے سب سے تکلیف دہ صورت حال ہوتی ہے، جب وہ ابلیس کی سرپرستی سے محروم ہو کر پوری طرح اللہ کے ملائکہ کے ہاتھوں میں چلے جاتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں یہودیوں کے احساسات پوری طرح ابلیس کے احساسات سے ہم آہنگ ہو جاتے ہیں۔ دونوں کے پاس انا ہے۔ دونوں اپنی شامت اعمال سے مقام جلیلہ سے محروم کر دیئے گئے۔ دونوں کو اپنی اپنی محرومی پر شدید غصہ اور جھنجھلاہٹ ہے۔ دونوں نے اپنی انا کے سبب توبہ اور اصلاح حال کے دروازے اندر سے پوری طرح بند کر لئے ہیں اور اس بات سے کلی طور پر مایوس ہو چکے ہیں کہ ان کی مغفرت ہوگی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دونوں کو اشد خوف ہے ان سزاؤں کا جو ان اعمال افتح کے عوض ان کا انتظار کر رہی ہیں۔ اس صورتحال میں ابلیس، دجال اکبر اور یہودیوں کو اپنی انا کو محفوظ رکھتے ہوئے ان سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں سوچ رہا ہے۔ بجز اس کے کہ اللہ کی اس:

(۱) کائنات کو ہی زبرد بر کر دیا جائے۔

(۲) فطرت کو برباد کر دیا جائے۔

(۳) موت پر قابو پا لیا جائے اور

(۴) اللہ رب العالمین کا خاتمہ کر دیا جائے۔

اور اس طرح اس خوف سے نجات حاصل کر لی جائے جو انہیں لاحق ہے اور جو دن رات انہیں چین لینے نہیں دے رہا ہے۔

(۴) ہر چند کہ یہودیوں کی اس آخری سوچ کی تاریخ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لعنت اور یہودیوں

کی اہلیس اور دجال اکبر کی مدد سے حضرت عیسیٰ ابن مریم روح القدس علیہ السلام کے قتل سے شروع ہوتی ہے لیکن تقریب فہم کے لئے ہم اسے عہد داؤد سے درج کرتے ہیں:

(۱) مرحلہ اول: مابعد موسیٰ تا بعثت داؤد (1005 BC-1300)

(BC) یہودی قوم کا فساد انگیزی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر قائم رہتے ہوں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرنا تا کہ انہیں سکینہ اور جنت حاصل ہو جائے۔

(۲) مرحلہ دوم: مابعد داؤد تا بعثت حضرت عزیر علیہ السلام (960)

(BC) یہودی قوم کا فساد انگیزی حتیٰ کہ کھلے بندوں شرک کرتے اور اس پر قائم رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرنا تا کہ انہیں سکینہ اور جنت حاصل ہو جائے۔

(۳) مرحلہ سوم: وفات حضرت عزیر تا ارتفاع حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ

السلام (29-30 A.D-450 BC): یہودی قوم کا فساد انگیزی حتیٰ کہ انبیاء کا قتل پر قتل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرنا تا کہ سکینہ اور جنت حاصل ہو جائے۔

(۴) مرحلہ چہارم: ارتفاع حضرت عیسیٰ تا بعثت بنی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم

(30 A.D-611 A.D): یہودی قوم کا روئے ارض پر فساد انگیزی اور اللہ تعالیٰ کی کھلی نافرمانی کرتے ہوئے حتیٰ کہ اہلیس اور دجال اکبر کی مدد سے اللہ کی کائنات پر قبضہ کر کے، مزاحم ملائکہ، جنوں، اور انسانوں کو مار کر (گویا اس طرح اللہ کو اپنی سمجھ کے مطابق مجبور کر کے) اللہ تعالیٰ سے سکینہ لینے کی کوشش کرنا تا کہ بالآخر اللہ انہیں جنت بھی عطا کرنے پر مجبور ہو جائے۔

(۵) مرحلہ پنجم: 632 تا 1254 عیسوی: یہودی قوم کا اللہ کی رضا

جوئی اور سکینہ کے حصول کے احساس سے کلی طور پر الگ ہو کر غالب

روحانی + ماتحت مادی ذرائع ————— پر تغلب پا کر اور ان کا سہارا لے کر اللہ کی کائنات پر قبضہ کرنے اور مزاحم ملائکہ، اہل ایمان، جنوں اور انسانوں کو مار ڈالنے کی کوشش کرنا تاکہ سکینہ اور جنت پر قبضہ کی صورت نکل آئے اور یوں ان پر قبضہ کر لینا۔

(۶) مرحلہ ششم: 1254-1676 تا وفات سباتائی زیوی: اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی سے کلی طور پر بے پروا (مایوس) ہو کر لیکن ربانی فطرۃ کے دائرہ میں رہتے ہوئے ————— غالب روحانی + ماتحت مادی ذرائع ————— پر تغلب پا کر اور ان کا سہارا لے کر 'مدبر ان امر' پر قابو پالینا اور اس طرح سکینہ اور جنت حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔

(۷) مرحلہ ہفتم: 1676-2004: اللہ رب العالمین کی کائنات پر داخلی اور خارجی ہر اعتبار سے قبضہ کر کے کائنات میں مامور سراسموات والارض کو ————— غالب مادی اور ماتحت روحانی ذرائع ————— سے مسخر کر کے ملائکہ، اہل ایمان جنوں اور انسانوں کا خاتمہ کر کے حتیٰ کہ رب العالمین کا قتل کر کے موت سے نجات حاصل کر لینا اس کی سزا سے بچ جانا اور اس رب العالمین حقیقی کی جگہ کائنات کا رب العالمین بن جانا۔

(۵) مرحلہ سوم تا ششم ————— ابلیس اور دجال اکبر کے ساتھ مل کر مذکورہ مقاصد کیلئے کام کرنے

والے چھپے یا کھلے یہودی مدبرین و جہا بذہ قابل ذکر درج ذیل ہیں:

Rabbi Johanna Ben Zakkai (20-90 A.D)	(۱) ربی یوحانان بن ذکائی
Rabbi Akiba (50-135 A.D)	(۲) ربی عقبہ بن شمعون
Bar Kochba (132-135 A.D)	(۳) بر قھیبہ (بر کوذہ)
Rabbi Judah Ha-Nasi (135-220 A.D)	(۴) ربی یہوداہ ہ۔سی
Rabbi Ben Zoma (2nd Century A.D)	(۵) ربی بن زوما
Rabbi Ishmael (2nd Century A.D)	(۶) ربی اشماعیل

Rabbi Ben Azzai (3rd Century A D)	(۷) ربی بن عزی
Rabbi Elisha Ben Abuyah (3rd Century A D)	(۸) ربی ایلی شاین ابویہ
R Kaab Ben Ashraf (7th Century A D)	(۹) ربی کعب بن اشرف
Abu Aamir (7th Century A D)	(۱۰) ابو عامر
Uqba Ben Abi Muait (7th Century A D)	(۱۱) عقبہ بن ابی معیط
Ubyy Ben Khalf (7th Century A D)	(۱۲) ابی بن خلف
Abdullah Ben Ubyy Ben Salol (7th Century A D)	(۱۳) عبد اللہ بن ابی بن سلول
Labeed Ben Aasim (7th Century A D)	(۱۴) لبید بن اعصم
Jalas Ben Swaied (7th Century A D)	(۱۵) جلاس بن سوید
Ibn Sayyad (7th Century A D)	(۱۶) ابن صیاد
Marwan (7th Century A D)	(۱۷) مروان
Abu Isa Isfahani (Early 8th Century A D.)	(۱۸) ابو یسی اصفہانی
Yudghan (Second Half of the 8th Century A.D.)	(۱۹) یدغان
Merwan-II (9th Century A.D.)	(۲۰) میروان II
Judah Halevi (1085-1140)	(۲۱) یہودا۔ ہ۔ لیوی
Abul Barakat Baghdadi (? -1152)	(۲۲) ابو البرکات بغدادی
Daud Al-Roy (12th Century A.D.)	(۲۳) داؤد الری
Abraham Ben Latif (1220-1290)	(۲۴) ابراہیم بن لطیف
Abraham Abul-Afia (1240-1290)	(۲۵) ابراہیم ابو العافیہ
Emmanuel Bonfel (13th Century A.D.)	(۲۶) ایمانوئل بونفل
Aashir Lemlin (16th Century A.D.)	(۲۷) عاشر لیملسن
David Revini (16th Century A.D.)	(۲۸) داؤد رے وینی
Solomon Molko (? -1532)	(۲۹) سلیمان ملک (مولکو)
Joseph della Renan (16th Century)	(۳۰) یوسف ڈیلاریناں
Issac Loria (1534-1572)	(۳۱) اسحاق لوریہ
Moses Cardevera (16th Century)	(۳۲) موسی کاروے ویرا

Sarmad (Saeed Armeni) (? -1659)	(۳۳) سرمد (سعید ارمنی)
Sabbatai Zvi (1626-1666)	(۳۴) سباتائی زیوی
Jacob Frank (1726-1791)	(۳۵) یعقوب فرینک

(۶) مرحلہ ہفتیم کی مخصوص — غالب مادی — ماتحت روحانی — تغلب، تسلط اور تسخر کے ذریعہ ابلیس اور دجال اکبر کے ساتھ مشترک مقاصد کے لئے کام کرنے والے کھلے یا چھپے یہودی مدبرین اور جہابذہ درج ذیل ہوئے:

Abraham Ben Latif (1220-1290)	(۱) ابراہیم بن لطیف (سائنس دان)
Emmanuel Bonfel	(۲) ایمانوئل بونفل (سائنس دان)
Levi Gershon	(۳) لیوی گرشون (روحانی، سائنس دان)
Isaac Barrow (1630-1677)	(۴) اسحاق براؤ (عظیم روحانی، سائنس دان)
Baruch Spinoza (1632-1677)	(۵) برروح اسپنوزا (معاشرتی سائنس دان)
Isaac Newton (1643-1727)	(۶) اسحاق نیوٹن (عظیم روحانی، سائنس دان)
Israel Ben Elizer (1700-1760)	(۷) اسرائیل بن ایلیزر (روحانی)
George Washington (1732-1799)	(۸) جارج واشنگٹن (فوجی جنرل روحانی)
Thomas Jefferson (1743-1826)	(۹) تھامس جیفرسن (سیاست دان)
David Ricardo (1772-1823)	(۱۰) ڈیوڈ ریکارڈو (معاشی سائنس دان)
Meyer Amschel Rothschild (1743-1812)	(۱۱) مائز ایشل روٹھ شیلڈ (اور اس کا گھرانہ) (دولتمند، بینکار)
Nathan Meyer Rothschild (1777-1836)	(۱۲) نٹھن مائز روٹھ شیلڈ (دولتمند، بینکار)
Lionel Meyer Rothschild (1808-1879)	(۱۳) لائون ایل مائز روٹھ شیلڈ (دولتمند، بینکار)
R. Zevi Hirsch Kalischer (1795-1874)	(۱۴) ربی زوی ہرش کلیشر (روحانی)
Rabbi Judah Al-Kalai (1798-1878)	(۱۵) ربی یہودا القلمی (روحانی)
Benjamin D'Israeli (1804-1881)	(۱۶) بن یمین اسرائیلی (ڈزریلی) (سیاست دان)
The Mondes	(۱۷) موند گھرانہ (صنعت کار)
The Brunners	(۱۸) برنر گھرانہ (صنعت کار)

Abraham Lincoln (1809-1865)	(سیاست دان)	(۱۹) ابراہام لنکن
Karl Marx (1818-1883)	(معاشرتی سائنس دان)	(۲۰) کارل مارکس
Alfred Bernhard Nobel (1833-1896)	(سائنس دان، صنعت کار)	(۲۱) الفریڈ برن ہارڈ نوبل
Arthur James Balfour (1848-1930)	(سیاست دان)	(۲۲) آر تھر جیمس بیلفور
Sigmund Freud (1856-1939)	(معاشرتی سائنس دان)	(۲۳) سگمنڈ فرائڈ
Theodore Herzl (1860-1904)	(تحریکی صیہونی)	(۲۴) تھیوڈور ہرزل
Theodore Brorsen (1819-1895)	(سائنس دان)	(۲۵) تھیوڈور برورسن
Asaph Hall (1829-1907)	(سائنس دان)	(۲۶) آصف حال
Ernest William Brown (1866-1938)	(سائنس دان)	(۲۷) ارنسٹ ولیم برعون
Albert Einstein (1879-1955)	(نیوٹن کے بعد سب سے بڑا سائنس دان)	(۲۹) البرٹ آئن سٹائن
Ernest Oppenheimer (1880-1957)	(ہیروں کا عظیم تاجر)	(۲۸) ارنسٹ عفان جی عمر
Rabbi Chaim Lorje (19th Century)	(روحانی)	(۳۰) ربی حیم لوریے
Rabbi Elijah Guttmacher (19th Century)	(روحانی)	(۳۱) ربی ایلیاہ گت ماخر
Mosses Hess (19th Century)	(روحانی)	(۳۲) موسیٰ - ہ - مز
Rabbi Abraham Isaac Kook (1865-1935)	(روحانی)	(۳۳) ربی ابراہام اسحاق کک
Chaim Weizmann (1874-1952)	(سائنس دان)	(۳۴) حیم ویزمین
Carl Gustav Jung (1875-1961)	(معاشرتی سائنس دان)	(۳۵) کارل گسٹاف یونگ
Niels Henrik David Bohr (1885-1962)	(جوہری سائنس دان)	(۳۶) نیلس ہنرک ڈیوڈ بوہر
David Ben Gurion (1886-1973)	(تحریکی عسکری)	(۳۷) ڈیوڈ بن گورین
Rav Israel Abu-Hatzera (1890-)	(روحانی)	(۳۸) راؤ اسرائیل ابو حضرہ
Rockefeller Brothers Fund	(ادارہ)	(۳۹) راک فیملر برادرز فنڈ
John Davison Rockefeller (1839-1937)	(دولت مند)	(۴۰) جان ڈیوین راک فیملر
William Davison Rockefeller	(جان کا بھائی دولت مند)	(۴۱) ولیم راک فیملر

Nelson Rockefeller (1908-1979)	(۴۲) نیلسن راک فیلر (دولت مند سیاست دان)
J. Robert Oppenheimer (1904-1967)	(۴۳) جے رابرٹ عطفان جی عمر (جوہری سائنس دان)
Theodore Roosevelt (1858-1919)	(۴۴) تھیوڈور روزولٹ (سیاست دان)
Franklin Delano Roosevelt (1882-1945)	(۴۵) فرینکلن ڈیلانو روزولٹ (سیاست دان)
Solly Zuckermann (1904-)	(۴۶) سولی زوکرمن (سائنس دان)
R. Menachem Schneerson (1902-)	(۴۷) ربی مناخیم شترسون (روحانی)
R.H. Goddard	(۴۸) آر ایچ گوڈارڈ (سائنس دان)
Richard Phillips Feynman (1918-1988)	(۴۹) ریچرڈ فیلیپس فینمین (سائنس دان)
Rabbi Joseph Sonnenfeld	(۵۰) ربی یوسف سون فیلڈ (روحانی)
Aage N. Bohr (1922-)	(۵۱) آجے این بوہر (جوہری سائنس دان)
Martin Buber	(۵۲) مارٹن بیور (معاشرتی سائنس دان)
Rabbi Judah Leib Maimon (Fisherman)	(۵۳) ربی یہودایب میمون (فشرمین) (روحانی)
Rabbi Rav Zvi Yehuda Kook	(۵۴) ربی راو زوی یہودا کک (روحانی)
Rabbi Shlomo Goren	(۵۵) ربی شلومو غورین (روحانی)
Rabbi Ovadia Yossef (Rishon LeZion)	(۵۶) ربی عبادیہ یوسف (روحانی، رئیس صیہون)
Rabbi Isaac Qaduri	(۵۷) ربی اسحاق قدوری (روحانی)
Arthur C. Clarke (1917-)	(۵۸) آر تھری کلاک (سائنس دان)
Issac Assimov	(۵۹) اسحاق عاصموو (سائنس دان)
RAND	(۶۰) رائڈ (ادارہ)
Nobel Prize Foundation	(۶۱) نوبل پرائز فاؤنڈیشن (ادارہ)
Winthrop Rockefeller Trust	(۶۲) ونٹروپ راک فیلر ٹرسٹ (ادارہ)
National Aeronautical & Space Agency	(۶۳) ناسا (سرکاری ادارہ)
Northrop	(۶۴) نارٹھروپ (ادارہ، کمپنی)
Boeing	(۶۵) بوئنگ (ادارہ، کمپنی)

Lockheed	(۶۶) لوک ہینڈ (ادارہ، کمپنی)
George Gund Foundation	(۶۷) جارج گنڈ فاؤنڈیشن (ادارہ)
Henry Kissinger (1923-)	(۶۸) ہنری کسنگر (سیاست دان)
National Institute of Health (NIH) (R&D)	(۶۹) نیشنل انسٹیٹیوٹ آف ہیلتھ (سرکاری ادارہ)
National Science Foundation (NSF) (R&D)	(۷۰) نیشنل سائنس فاؤنڈیشن (سرکاری ادارہ)
Department of Energy (R&D)	(۷۱) ڈیپارٹمنٹ آف انرجی (سرکاری ادارہ)
Department of Defence (R&D)	(۷۲) ڈیپارٹمنٹ آف ڈیفنس (سرکاری ادارہ)
Department of Agriculture (R&D)	(۷۳) ڈیپارٹمنٹ آف ایگریکلچر (سرکاری ادارہ)
Department of Commerce (R&D)	(۷۴) ڈیپارٹمنٹ آف کامرس (سرکاری ادارہ)
Department of Interior (R&D)	(۷۵) ڈیپارٹمنٹ آف انٹیریور (سرکاری ادارہ)
Environmental Protection Agency (EPA) (R&D)	(۷۶) انوائرنمنٹل پروفیکشن ایجنسی (سرکاری ادارہ)
National Institute of Standards & Technology (NIST) (R&D)	(۷۷) نیشنل انسٹیٹیوٹ آف اسٹینڈرڈس اینڈ ٹیکنالوجی (سرکاری ادارہ)
National Nanotechnology Initiative	(۷۸) نیشنل نانو ٹیکنالوجی انیٹیٹیوٹ (سرکاری ادارہ)
U S Global Change Research Program	(۷۹) یو ایس گلوبل چینج ریسرچ پروگرام (سرکاری ادارہ)
Information Technology (R&D)	(۸۰) انفارمیشن ٹیکنالوجی (سرکاری ادارہ)
UNO	(۸۱) یو این او (عالمی ادارہ)
Ilan Ramon	(۸۲) ایلان رامون (یہودی روحانی جو کولمبیا سٹیل میں ایک خاص خفیہ مشن پر خلا میں گیا تھا اور واپسی کے دوران ملائکہ کے ہاتھوں یکم فروری 2003 میں مارا گیا۔)

(۷) اٹھارہویں صدی سے اب تک ان کوششوں کے دائرے اور اس کی وسعت میں درج ذیل تبدیلی واقع ہوئی ہے:

(۱) اٹھارہویں صدی سے قبل: انفرادی یہودی کوشش یا مخصوص فکری حلقوں کی اجتماعی کوشش۔

(۲) اٹھارہویں صدی آغاز تا نصف: یورپ اور امریکہ کے یہودی افراد اور اداروں یا حلقوں کی اجتماعی اور مربوط کوشش۔

(۳) اٹھارہویں صدی نصف تا آخر: یہودی اجتماعی انتظام میں بڑے بڑے اور بین الاقوامی یہودی اداروں کی کوشش جس میں غیر یہودی بھی شامل کئے گئے۔

(۴) انیسویں صدی آغاز تا نصف: یہودی عالمی مرکزیت کے ساتھ بالخصوص یورپ اور امریکہ کی حکومتیں شامل کی گئیں۔ رومن کیتھولک طبقے کو چھوڑ کر بقیہ ساری عیسائی دنیا اس میں شامل کر لی گئی۔

(۵) انیسویں صدی نصف تا آخر: یورپ اور امریکہ کی سرکاری و غیر سرکاری ہر قوت شامل کر لی گئی۔ عالمی استعمار کی تمام سرکاری اور بعض غیر سرکاری ادارے شامل کر لئے گئے۔ نئے عالمی نیم سرکاری اور سرکاری ادارے وجود میں لائے گئے۔

(۶) بیسویں صدی آغاز تا نصف: ساری دنیا کے سرکاری اور غیر سرکاری ادارے شامل کر لئے گئے۔ عالمی استعمار کے تمام سرکاری اور غیر سرکاری ادارے شامل کر لئے گئے۔ منظم عالمی ادارے نے عالمی سرکاری حیثیت حاصل کر لی اور ان مقاصد کے حصول کے لئے (Transcendental) ادارے اور کاموں کا آغاز شروع ہوا۔

(۷) بیسویں صدی نصف تا آخر: اکادمی غیر سرکاری اداروں اور انفرادی لوگوں کے سوا روئے ارض کی ہر قوت اس کام میں شامل کر لی گئی ہے۔ دنیا میں یہودیوں کے مذکورہ مقاصد کی تکمیل میں کوشاں ایسے اداروں کی تقسیم اگر یوں بیان کی جائے تو ان کی مجموعی قوت کا اندازہ

کیا جاسکتا ہے:

(الف)

- | | |
|---------------------------------------|-----------------------------------|
| (۱) عالمی تعلیمی ادارے | (۲) عالمی تحقیقی ادارے |
| (۳) عالمی صنعتی ادارے | (۴) عالمی انتظامی ادارے |
| (۵) عالمی تعلیمی ادارے | (۶) عالمی تجزیاتی ادارے |
| (۷) عالمی جائزہ لینے والے ادارے | (۸) عالمی تبحر کرنے والے ادارے |
| (۹) عالمی ڈیٹا جمع کرنے والے ادارے | (۱۰) عالمی مشاہدہ کرنے والے ادارے |
| (۱۱) عالمی فیڈ بیک دینے والے ادارے | (۱۲) عالمی قانونی ادارے |
| (۱۳) عالمی عسکری ادارے | (۱۴) عالمی ابلاغی ادارے |
| (۱۵) عالمی سراغ رسانی کرنے والے ادارے | |

(ب)

- | | |
|--|------------------------------------|
| (۱) سرکاری تعلیمی ادارے | (۲) سرکاری تحقیقی ادارے |
| (۳) سرکاری صنعتی ادارے | (۴) سرکاری انتظامی ادارے |
| (۵) سرکاری تعلیمی ادارے | (۶) سرکاری تجزیاتی ادارے |
| (۷) سرکاری جائزہ لینے والے ادارے | (۸) سرکاری تبحر کرنے والے ادارے |
| (۹) سرکاری ڈیٹا جمع کرنے والے ادارے | (۱۰) سرکاری مشاہدہ کرنے والے ادارے |
| (۱۱) سرکاری فیڈ بیک دینے والے ادارے | (۱۲) سرکاری قانونی ادارے |
| (۱۳) سرکاری عسکری ادارے | (۱۴) سرکاری ابلاغی ادارے |
| (۱۵) سرکاری سراغ رسانی کرنے والے ادارے | |

(ت)

- | | |
|-----------------------------|------------------------------|
| (۱) غیر سرکاری تعلیمی ادارے | (۲) غیر سرکاری تحقیقی ادارے |
| (۳) غیر سرکاری صنعتی ادارے | (۴) غیر سرکاری انتظامی ادارے |

- (۵) غیر سرکاری تعلیمی ادارے
 (۶) غیر سرکاری تجزیاتی ادارے
 (۷) غیر سرکاری جائزہ لینے والے ادارے
 (۸) غیر سرکاری تسجیل کرنے والے ادارے
 (۹) غیر سرکاری ڈیٹا جمع کرنے والے ادارے
 (۱۰) غیر سرکاری مشاہدہ کرنے والے ادارے
 (۱۱) غیر سرکاری فیڈ بیک کرنے والے ادارے
 (۱۲) غیر سرکاری قانونی ادارے
 (۱۳) غیر سرکاری عسکری ادارے
 (۱۴) غیر سرکاری ابلاغی ادارے
 (۱۵) غیر سرکاری سراسر سانی کرنے والے ادارے

بیسویں صدی کی آخری دہائی آتے آتے ان تمام Cross-Sections

کو باہم مربوط اور متحد کر لینے Convergence کا آغاز ہو چکا ہے۔ اب آفاقی یہودی مرکزی حیثیت کے علاوہ کسی انفرادی، سرکاری، غیر سرکاری اور عالمی سطح اور حیثیت کے ادارے کا کوئی وجود اور تشخص باقی نہ رہ سکے گا۔ گویا روئے ارض کے تمام افراد، یہاں قائم بظاہر متضاد صورت اور طریقہ نظم رکھنے والی سرکاریں اور اجتماعی ادارے ”اللہ رب العالمین کا خاتمہ کر کے کون پر قبضہ کرنے“ کے لئے کوشاں اور برسر کار فوج کے رکن بن چکے ہیں۔ قطع نظر اس امر کے کہ ان کا ایسا ہو جانا ان کی مرضی سے ہے یا ان کی مجبوری، ان کے علم میں ہے یا ان کے علم کے بغیر۔

(۸)

امت مسلمہ محمدیہ کی بد قسمتی ہے کہ اس کی قیادت اور اس کے قائدین — حکمراں، علماء، مشائخ، عصری علوم کے دانش وران اور اعیان معاشرہ — قرآن و سنت رسول اللہ ﷺ کے علم اور اس کے سبب کسی فرد مومن کے اندر پیدا ہونے والی بصیرت اور فراست سے اتنے عاری ہو چکے ہیں کہ وہ گزشتہ صدیوں اور بالخصوص بیسویں صدی کی ان تبدیلیوں سے پوری طرح بے خبر ہیں۔ ان کی بے خبری کی انتہاء یہ ہے کہ وہ ان تبدیلیوں، کوششوں اور کامیابیوں کو قدر اور رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ یہودیوں کے ان منصوبوں اور کاموں کی خبر بہت خفیہ بھی نہیں کہ وقت نظر کا ایک انسان اسے نہ جان سکے۔

نوبل پرائز نامی انعامی سلسلہ کی تاریخ اور طریقہ کار کا اگر کوئی شخص باریکی سے جائزہ لے تو

اسے اس حقیقت تک رسائی میں دیر نہیں لگے گی کہ اس انعام کا مستحق دراصل صرف ایسے اشخاص قرار پاتے رہے ہیں جو مذکورہ دونوں منصوبوں یعنی "روئے ارض سے امت مسلمہ محمدیہ کی حیات کا خاتمہ کرنا" اور "اللہ رب العالمین کا خاتمہ کر کے" کون "پر قبضہ کرنا" کی تکمیل میں معاون کوئی کارنامہ انجام دیتے ہیں۔ الفریڈ نوبل نے اسی مہم میں اپنی زندگی کھپا دی اور مرنے کے بعد بھی اپنی دولت سے اسی کا زکو آگے بڑھایا۔

اس سے زیادہ حیرت کی بات تو موجودہ عہد میں نانوتکنالوجی (Nano-Technology) سے اور اس عنوان کے تحت دنیا میں کام کرنے والے سب سے بڑے ادارہ نیشنل نانوتکنالوجی انیشیٹیو (National Nanotechnology Initiative) سے امت کے قائدین کی عمومی لاعلمی اور بے خبری ہے۔ جو قائدین — حکمراں، علماء، مشائخ، عصری علوم کے دانش وران اور اعیان معاشرہ ناسا (NASA) اور نیشنل نانوتکنالوجی انیشیٹیو (National Nanotechnology Initiative) کی اصلی حقیقت سے بے خبر ہیں اور امت کو کما حقہ آگاہ کرنے سے قاصران سے کسی خیر کی امید رکھنا بھی نادانی ہوگی۔

دونوں چیلنجوں کی حقیقت

(۱) جیسا کہ عرض کیا گیا کہ اس وقت روئے ارض پر اہل ایمان کو ابلیس، دجال اکبر، اور یہودیوں کی جانب سے دو عظیم مہلکات (Threats) کا سامنا ہے۔ ان میں پہلا ”امت مسلمہ محمدیہ کی حیات کے خاتمہ کا چیلنج“ ہے اور دوسرا بحیثیت ’امت مجتبیٰ‘، ’ولی اللہ‘، ’صبغۃ اللہ‘، انصار اللہ اس کے سامنے ”اللہ رب العالمین“ کا خاتمہ کر کے ’کون پر قبضہ کرنے“ کا چیلنج۔

(۲) یہودیوں کے یہ دونوں مشن جنھیں وہ ابلیس، دجال اکبر اور دیگر انسانی اور ماوراء انسانی قوتوں کی مدد سے انجام دینے کے لئے کوشاں ہیں باہم آزاد نہیں بلکہ مربوط اور ایک دوسرے کے لئے تکمیلی (Complementary) ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہودی ان دونوں مشنوں کو ایک توازن اور بڑے حزم کے ساتھ آگے لے جا رہے ہیں۔ انہیں اندازہ ہے کہ اللہ رب العالمین کا خاتمہ کرنے کے لئے انہیں کس عظیم اور ناقابل بیان قوت قاہرہ اور طاقت دامرہ کا حصول کرنا ہوگا۔ اسی جگہ انہیں اس کا بھی احساس ہے کہ یہ معرکہ ارض اور ماوراء ارض دونوں مقامات پر لڑا جائے گا اور اس کے لئے سردست جب تک کہ وہ اپنے لئے کوئی قابل اعتماد ماسن ماوراء ارض نہیں بنا لیتے انہیں زمین پر ہی رہنا ہوگا۔ جہاں ہزاروں سالوں سے ان کے لئے طرح طرح کے مسائل پیدا ہوتے رہے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ یہودی اگرچہ بظاہر اتنی قوت کا حصول کم از کم پچاس سال قبل ہی کر چکے ہیں کہ روئے ارض سے صرف مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ قوم یہود کے سوا ہر قوم کو صفحہ ہستی سے مٹادیں تاہم وہ اس قوت کے استعمال میں محتاط رہتے چلے آئے ہیں۔

(۳) یہودی خوب جانتے ہیں کہ اگر بفرض محال انہوں نے روئے ارض سے اہل ایمان کو مٹا بھی دیا تاہم اس سے ان کا اصل مسئلہ حل ہوتا نظر نہیں آتا۔ یہ مسئلہ تو ان کی نظر میں اسی وقت حل ہوگا جب وہ اللہ تعالیٰ کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

(۴) یہی سبب ہے کہ پوری بیسویں صدی میں اور اب اس اکیسویں صدی میں یہودیوں کی پوری توجہ اس امر پر ہے کہ وہ ماوراء بشری قوتوں یعنی مافوق البشر مخلوقات اور بالخصوص فرشتوں کو زیر کرنے والی قوتوں کا حصول کریں۔ اس تعلق سے درج ذیل امور غور طلب ہیں:

(۱) دنیا کے تمام اہل علم سے زیادہ مغربی حکومتیں اور ان کے اہل علم جانتے ہیں کہ جو ہری قوت (Nuclear Power) یعنی جوہری اسلحے محض (Deterrent) ہیں جن کا کوئی عملی اور اقدامی استعمال نہیں ہو سکتا۔

یہ جوہری اسلحے صرف اس لئے ہیں کہ ان کی موجودگی میں کوئی قوت ایسی قوت رکھنے والے کے خلاف کسی اقدام کی جرأت نہ کرے۔ یہ صورت حال کم از کم اس وقت تک رہے گی جب تک کہ کوئی ایسی قابل اعتماد صلاحیت پیدا نہیں ہو جاتی ہے جو اسے (Deterrent) کے مقام پر باقی نہ رہنے دے۔ لیکن اغلب یہی ہے کہ اس وقت بھی صورت حال میں اس سے زیادہ تبدیلی نہیں آ سکتی جیسی کچھ کہ آج ہے۔ اس لئے کہ ہر اسلحہ اور ہر قوت کے ساتھ 'Aberration, Fallouts' اور 'Omission & Commission' اور Mishap ایک یقینی امر ہے اور جوہری طاقت وہ صلاحیت ہے جس میں کم از کم اسلحوں کے اعتبار سے دو فیصد کیا ایک فیصد کی غلطی یا چوک یا ناکامی کسی بھی ملک یا قوم کے لئے ناقابل برداشت ہوگی، جس کا دنیا کا بڑا سے بڑا ملک تصور نہیں کر سکتا۔ پھر یہ بات کم از کم یہودیوں کے ذریعہ مصنوعی طور پر اور اپنے مقاصد کی حصول یابی کے لئے بنائے دو نظاموں یعنی سوڈیت اور امریکی نظاموں کے ذریعہ 1950 اور 1988 کے دوران۔۔۔ جب سرد جنگ کے نام سے ساری دنیا کو مسحور اور خوف زدہ کیا جا رہا تھا۔۔۔ خوب خوب پھیلائی جاتی رہی تھی کہ صرف امریکہ اور روس کے پاس اتنی جوہری قوت اور اسلحہ ہے کہ اس سے روئے ارض کو سات سے دس بار تباہ کیا جا سکتا ہے۔ کوئی بھی معقول انسان سوچ سکتا ہے کہ جو جوہری طاقت صرف Deterrent ہو اس کا اتنی مقدار میں حصول کسی بھی ملک کے لئے سراسر بے وقوفی اور پاگل پن ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ساری دنیا پر

حکومت کرنے والے یہ ذہین لوگ واقعی بے وقوف اور پاگل تھے جنہوں نے جوہری اسلحوں کا اتنا بڑا ذخیرہ جمع کر لیا تھا۔ نہیں۔۔۔ وہ قطعاً پاگل نہیں تھے۔۔۔ بلکہ ہم انہیں، ان کی جدوجہد کو، ان کے چیلنجوں کو، ان کے منصوبوں کو حتیٰ کہ ان کے الفاظ کے دروبست تک کو سمجھنے سے قاصر رہے۔۔۔ وہ نہیں بلکہ ہم مسلمان اور بالخصوص ہمارے قائدین۔۔۔ حکمران۔۔۔ علماء، مشائخ، عصری علوم کے دانش وران اور اعیان معاشرہ بے وقوف اور فاترالعقل تھے اور ہیں جو یہودیوں کی اس عالمگیر جنگ زرگری کو سمجھنے سے قاصر رہے۔

(۲) یہودی ابلیس اور دجال اکبر کے ساتھ پوری وفاداری کے ساتھ تحالف اور ایفاء عہد کر رہے ہیں اور ابلیس اور دجال اکبر ان کی پوری قوت سے مدد۔ چنانچہ ابلیس نے انہیں مندرجہ ذیل چیزوں سے پوری طرح باخبر اور ہوشیار کیا ہے اور اس تعلق سے انہیں ہر طرح کی رہنمائی فراہم کی ہے۔

(۱) ان کا اصل مقابلہ ان اہل ایمان سے ہے جو ہمیشہ منہی بھر اور بظاہر کمزور نظر آتے ہیں لیکن ان کے ہاتھوں بار بار ابلیس کو کس طرح ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔

(۲) ان کا اصل مقابلہ اہل ایمان کی مدد کرنے والے ملائکہ اور اللہ کی دیگر فوجوں (جنود السموات والارض) سے ہے اور یہ کہ ان کے پاس کتنی مہیب قوت ہے اور کس کس طرح سے اور کب کب اللہ کے یہ ملائکہ کس کس قوت کا اور کیسا استعمال کرتے رہے ہیں۔

(۳) ان کا اصل مقابلہ اللہ رب العالمین سے ہے جو ملکوت السموات والارض کا مالک ہے۔ جس کے پاس سر السموات والارض، کی کلید ہے۔ جو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ چنانچہ اس قوت قاہرہ کے مالک نے اس کے ساتھ کب کب اور کیا کیا ہے اور وہ کب کس طرح کے اقدام کرتا ہے اور اس کی قدرت میں کیا کیا ہے؟ لہذا ان ساری باتوں کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔

(۵) یہی وجہ ہے کہ ابلیس نے — ایسا لگتا ہے کہ — انہیں بار بار باور کرایا ہے کہ وہ اپنی

حصول قوت کی جدوجہد کا موازنہ انسانی معاشرہ میں پائی جانے والی بشری قوتوں سے نہ کریں اور ان سے تقابل کے بعد مطمئن نہ ہو جائیں۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ قوت کا حصول کریں بالخصوص درج ذیل امور میں

(۱) قوت ضرب Fire/Strike Power ابلیس نے یہودیوں کو باور کرایا ہے

کہ پھیلی لڑائیوں میں اللہ تعالیٰ، اس کے ملائکہ اور کائنات میں پھیلی اللہ کی فوج (جنود

السموات والارض) نے ابلیس کی قوتوں کیخلاف کتنی مہیب قوت ضرب (Fire/Strike

Power) کا استعمال کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ اور جنود السموات والارض کو کس

کس طرح کے مہیب فائر اسٹریٹک پاور دے رکھے ہیں جن کا وہ استعمال کر سکتے

ہیں۔ چنانچہ انہیں لگا تار اپنی قوت بڑھاتے رہنے کی ضرورت ہے۔

(۱) اسی جذبہ نے نشاۃ ثانیہ کے بعد یہودیوں کو ہتھیار سازی اور

فائر اسٹریٹک پاور کے حصول اور اس میں مسلسل اضافہ کی طرف راغب کیا۔

(۲) اسی جذبہ نے الفرڈ برن ہارڈ نوبل (Alfred Bernhard Nobel)

(Nobel) کو ڈائنامائیٹ اور پھر اس سے بھی خطرناک

(Explosives) ایجاد کرنے کی طرف اکسایا۔ یہودیوں میں High

Explosives کے حصول کی یہ دوڑ اتنی بے قابو اور وسیع الاطراف تھی اور اس کا

انہوں نے پوری دنیا اور بالخصوص یورپ میں اتنا غیر انسانی استعمال کیا کہ جب

الفرڈ نوبل کا انتقال ہوا تو ایک فرانسیسی اخبار نے سرخی لگائی:-

”Le marchand de la mort est mort.“ ترجمہ: موت

کا سودا گر مر گیا۔

(۳) اسی جذبے نے البرٹ آئن سٹائن (Albert Einstein) کو

اسحاق نیوٹن (Isaac Newton) کے کام کو آگے بڑھانے کیلئے مہینز

کیا۔ آئن سٹائن نے یہودیوں کو اس سرالسموات والارض سے آگاہ کیا جسے Energy-Mass Equation کہتے ہیں جو آگے چل کر دراصل کلید بنا ایٹم بم (Atom Bomb) اور ہائیڈروجن بم (Hydrogen Bomb) بنانے کا۔ سرالسموات والارض کی کلید حاصل کرنے کی طرف لاثانی پیش رفت کے لئے اسے 1921 میں نوبل پرائز سے نوازا گیا۔

(۴) اسی جذبہ نے نیلس بوہر Niels Bohr کو Bohr Theory of Atom and liquid model of the atomic nucleus کی دریافت کی طرف مہمیز کیا جو گویا جوہری اسلحوں کے بنانے میں فیصلہ کن مدد اور رہنمائی تھی جس کے لئے اسے 1922 میں نوبل پرائز دیا گیا۔

(۵) اسی جذبہ نے نیلس بوہر کے بیٹے آجے این بوہر (Aage N. Bohr) اور ایک دوسرے یہودی سائنسداں بن آر ماٹل سن (Ben R. Mottelson) کو مہمیز کیا کہ وہ دونوں قومی جذبہ کے تحت بوڑھے نیلس بوہر کے ساتھ لاس الیموس (Los Alamos) کے تہہ خانے میں ایٹم بم تیار کریں۔ بعد میں بیٹے نے اس جوہری قوت کی قوت کو بڑھانے میں نمایاں خدمات انجام دیئے جس کے لئے اسے 1975 میں نوبل انعام سے نوازا گیا۔

(۶) ایلیس نے یہودیوں کو باور کرایا کہ ڈائنامیٹ اور جوہری اسلحوں سے حاصل قوت ضرب ان کے مقاصد کے لئے کافی نہیں۔ اس نے انہیں یاد دلایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ نے فرعون کے خلاف کیمیاوی اسلحوں (Chemical Weapons)، حیاتیاتی اسلحوں (Biological Weapons) اور لیزر اسلحوں (Laser Weapons) کا استعمال کیا تھا اور فرعون کا نظام اور اس کی فوج دیکھتے دیکھتے تباہ ہو کر رہ گئی تھی۔ اس لئے اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ سے لڑنا ہے تو کیمیاوی، حیاتیاتی اور لیزر اسلحوں کی طاقت کا حصول بڑے پیمانے پر کرنا ہوگا۔ چنانچہ یہودیوں نے کیمیاوی حیاتیاتی، اور لیزر اسلحوں پر کام کا آغاز کیا اور اب تک اس کی مہیب قوت اپنے پاس جمع کر لی ہے۔

(۷) جب یہودی قوم نے جوہری اسلحوں کے بعد کیمیاوی، حیاتیاتی اور لیزر اسلحوں کے انبار جمع کر لئے تو ابلیس نے انہیں باور کرایا کہ اتنا کر لینا مطمئن ہو جانے کی بات نہیں۔ اس نے یاد دلایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ نے اصحاب الا یکہ، ثمود، عاد، اور بطور خاص قوم نوح پر کائے نینک اسلحوں (Kinetic Weapons) کا استعمال کیا تھا۔ لہذا اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ سے مقابلہ آرائی کے لئے ضروری ہے کہ کائے نینک اسلحے (Kinetic Weapons) بھی حاصل کر لیئے جائیں۔ چنانچہ یہودی اس میں مصروف ہو گئے اور 1945 سے کائے نینک اسلحوں کے حصول کی عظیم النظیر کوشش ہوئی۔ 1980 تک اس کی عظیم طاقت انہوں نے جمع کر لی تھی۔

(۸) جب یہودیوں نے کائے نینک اسلحوں (Kinetic Weapons) کو بھی حاصل کر لیا تو ابلیس نے باور کرایا کہ یہ بھی کوئی مطمئن ہو جانے والی بات نہیں۔ روئے ارض پر انسانی قوتوں کے خلاف خواہ خلائی پلیٹ فارم (Space Platform) سے ہی کیوں نہ ہو کائے نینک اسلحوں (Kinetic Weapon) کو داغنے اور روئے ارض کے کسی بھی حصے کو تباہ کرنے کی قوت حاصل کر لینا کافی نہیں اور نہ یہ مطمئن ہو جانے والی بات ہے۔ ابلیس نے یہودیوں کو باور کرایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ آسمانی اور خارجی حملوں سے ان کا سب کچھ تباہ کر سکتے ہیں اس لئے جب تک کائے نینک اسلحوں اور ان کے داغنے کی ایسی قوت حاصل نہ کر لی جائے جو داخلی کے ساتھ خارجی حملوں کا نہ صرف مقابلہ کر سکے بلکہ ایسے ممکن خارجی حملوں سے پہلے اقدامی کارروائی (Pre-emptive Strike) کر کے خارجی خطروں کو تباہ کرنے کی اہل ہو خطرہ پوری طرح برقرار ہے۔ ابلیس کی اسی بات کو نہایت تفصیل سے آر تھری کلارک (Arthur C. Clarke) نے ہیر آف گاڈ (The Hammer of God, The Orbit Books) میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ بیسویں صدی کی آخری دہائی میں یہودیوں نے ایسی صلاحیت کے حصول میں اپنی طاقت جھونک دی۔

(۹) ابلیس نے یہودیوں کو باور کرایا کہ اصلی مقابلہ اس اللہ تعالیٰ سے ہے جس کے ملائکہ اور جنود السموات والارض کے پاس غیر معمولی سرعت کے ساتھ مکان کو طے کرنے کی صلاحیت ہے۔ اس نے

باور کرایا کہ کس طرح کمال سرعت کے ساتھ تاریخ میں متعدد بار اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ نے اہل ایمان کو بچا لیا یا ابلیس اور اس کی فوجوں کو تباہ و برباد کرنے رکھ دیا۔ اس نے باور کرایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے ملائکہ ”عرج“ کرتے ہیں۔ اس نے باور کرایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے ملائکہ ”ولج“ کرتے ہیں۔ اس نے باور کرایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے ملائکہ نبی آخر الزماں ﷺ کو ”اسری“ پر لے گئے۔ اس نے باور کرایا کہ ”براق“ کتنی سرعت کے ساتھ مسافت طے کرتا ہے۔ اس نے باور کرایا کہ ملائکہ کس طرح ’مد سب‘ کر سکتے ہیں۔ اس نے باور کرایا کہ کس طرح نبی آخر الزماں ﷺ کے لئے ’مد سب‘ کیا گیا تھا۔ اس نے باور کرایا کہ ’براق‘ الگ قوت ہے اور ’رف‘ الگ۔ چنانچہ ابلیس کا یہی باور کرانا محرک ہوا اس ’عظیم مہم‘ کا جس کے تحت یہودیوں کے اعلیٰ ترین دماغوں نے ایسی قوت کی دریافت اور اس کے حصول میں اپنے کو کھپا دینے کا عزم کر لیا۔ چنانچہ اس تعلق سے سرفہرست نام البرٹ آئن سٹائن (Albert Einstein) کا ہے جسے پہلے روشنی (Light) کی رفتار کے برابر رفتار کی قوت حاصل کرنے کی فکر لاحق ہوئی پھر روشنی سے زیادہ رفتار کی قوت کی تلاش کی۔ اس تناظر میں آئن سٹائن کے بعد تین دریافتوں:

- (۱) پائٹر کپیزا (Pytor Kapitza 1894-1984) کی بوس۔ آئن سٹائن سبسٹینس (Bose-Einstein-Substance) کے تعلق سے 1937 میں ہیلیم۔4 کی دریافت
- (۲) ایرک۔ اے۔ کارنیل اور کارل۔ ای۔ وی مین (Eric A. Cornell 1961 & Carl E. Wieman 1951) کی دریافت اور (۳) سائمنڈ انوں کے دو گروپ کی کوانٹم ٹیلی پورٹیشن Quantum Teleportation صورتحال کی 1997 میں دریافت قابل غور ہے۔ مزید مطالعہ کے لئے ملاحظہ کریں: Amir. C. Aczel: Entanglement: The Greatest Mystery in Physics, Four Walls Eight Windows, (2002)۔ چونکہ ابلیس نے انھیں باور کرایا تھا کہ روشنی کی رفتار زیادہ سے زیادہ انہیں وہ قوت دلا سکتی ہے جو ’براق‘ کی تھی۔ وہ پھر بھی ’رف‘ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ وہ کسی ایسی قوت پر قابو نہ پائیں جو روشنی سے بھی زیادہ تیز رفتار ہو۔ ابلیس کی یہی تاکید یہودیوں کو تیز رفتار بری، بحری، فضائی، اور خلائی گاڑیوں کے ایجاد کی طرف لے گئی۔ آواز سے تیز رفتار موٹریں (Supersonic Motor)

(Car) جس کا تجربہ 1997 میں کیا گیا اور جس کی رفتار 1228 کلومیٹر ہے) — آواز سے تیز رفتار، دوگنی، تین گنی حتیٰ کہ اب تک سات گنی تیز رفتار جیٹ طیارے (Seven Time Faster Than Sound Jets)۔ اکتوبر 1967 میں X-15 نامی راکٹ سے چلنے والے جہاز کا جسے نارتھ امریکن اویشن (North American Aviation) نے بنایا تھا تجربہ کر لیا گیا۔ اس کی رفتار 8000 کلومیٹر فی گھنٹہ ہے۔ — ااکھوں کیلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے چلنے والے خلائی جہاز (Space Vehicles with Lakhs of Kilometer per hour speed) — ایک گھنٹے میں نیویارک سے آسٹریلیا براہ لندن چلنے والے مسافر ہوائی جہاز — لندن سے براہ گرین لینڈ تین گھنٹے میں نیویارک پہنچ جانے والی ریل گاڑیاں یا تو بن چکی ہیں یا زیر تعمیر ہیں۔

(ملاحظہ فرمائیں: Wired (New York): January, February, March, April 2003)

(۱۰) ابلیس نے یہودیوں کو باور کرایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ کے پاس بھاری سے بھاری شے کو ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ لے جانے کے لئے کیسی قوت قاہرہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ سے لڑنے کے لئے انہیں بھی ایسی ہی قوت کا حصول کرنا ہوگا۔ چنانچہ سینکڑوں اور ہزاروں ٹن وزنی اشیاء کو اٹھا کر ہوائی جہازوں اور خلائی جہازوں سے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کی صلاحیت حاصل کرنے کی سر توڑ کوشش جاری ہے۔

(۱۱) ابلیس نے یہودیوں کو باور کرایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ کے پاس بھاری سے بھاری شے کو اٹھا کر ہزاروں میل دور پھینک دینے کی قوت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ملائکہ کروڑوں ٹن وزنی اشیاء کو کروڑوں میل دور پھینک دیتے ہیں۔ چنانچہ یہودی بھی اس مہم میں سرگرداں ہو گئے کہ بھاری سے بھاری شے کو پھینکنے کی قوت حاصل ہو جائے۔ یہودی قوم نے اس باب میں اتنی صلاحیت جمع کر لی ہے اور وہ ایک ایسے دیوقامت راکٹ کا استعمال کرنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ جو اپنے Payload کو پھینکنے کے لئے صرف پانچ منٹ میں اتنی برقی قوت کا استعمال کرتا ہے جتنی برقی قوت سے دو دن تک پورے

نیویارک میں بجلی کی ضرورت پوری کی جاسکتی ہے۔ (مزید مطالعہ کے لئے ملاحظہ فرمائیں:

(1) George Dyson: Project Orion: The True Story of the Atomic Spaceship; Henry Holt & Co. 2002)

(۱۲) ابلیس نے یہودیوں کو باور کرایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ سرعتِ ابلاغ اور وسعتِ ابلاغ

(Fast Communication & Wide spread Communication) کی کتنی

عظیم الشان قوت رکھتے ہیں جس کا استعمال اس نے سابقہ لڑائیوں میں اپنی فوجوں کے خلاف

دیکھا ہے۔ لہذا ان سے لڑائی کے لئے ضروری ہے کہ سرعتِ ابلاغ، اور وسعتِ ابلاغ، کی عظیم سے عظیم

ترقوت حاصل کی جائے۔ مائکروفون، لاؤڈ اسپیکر، ریڈیو، ٹیلی ویژن، ٹیلی گراف، ٹیلی

پرنٹ فیکس، لیپ ٹاپ، انٹرنیٹ، کنورجینس (Convergence)، نیٹ

ورکنگ (Networking) بظاہر کچھ بھی نظر آتے ہوں لیکن باطن دراصل اسی یہودی جدوجہد کا نتیجہ

ہیں جس کی تاکید ابلیس نے کی تھی۔ ابلیس نے انہیں باور کرایا کہ سرعتِ ابلاغ اور وسعتِ ابلاغ کی محض

ایسی قوت کا حصول کافی نہیں جو عام حالات میں قابل عمل ہوں بلکہ اس کی ایسی قوت درکار ہے

جو (Nuclear Blackout) اور (Kinetic Blackout) میں بھی کارآمد ہو۔ لہذا یہودیوں

نے بیسویں صدی کی آخری دہائیوں میں بطور خاص اس پر کام کیا۔ چنانچہ Very Low

Frequency (VLF), Low Frequency (LF), Medium Frequency

(MF), High Frequency (HF), Very High Frequency (VHF),

Ultra High Frequency (UHF), Super High Frequency (SHF)

and Extremely High Frequency (EHF) پر جن صلاحیتوں کا انہوں نے حصول

کر لیا ہے وہ اسی کی غماز ہیں۔ انہیں امور کے لئے الفریو (Alferov) کرومر (Kroemor) اور

کبلی (Kibly) کو 2000 میں نوبل پرائز سے نوازا گیا۔

(۱۳) ابلیس نے یہودیوں کو باور کرایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ کے پاس مشاہدہ، شہود اور نظر کی

عظیم الشان قوت ہے جس کا استعمال ابلیس نے اپنی فوجوں کے خلاف دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ سے لڑائی کے لئے ضروری ہے کہ مشاہدہ، شہود، اور نظر کی ایسی قوت اپنے قبضہ میں ہو جو برسرِ ارض، زیرِ زمین، زیرِ آب، فضا میں اور خلا میں نزدیک اور دور کی ہر چھوٹی اور بڑی چیز کو دیکھ سکے۔

ایسی قوت نظر جو پورے روئے ارض پر ایک ایک چیونٹی کے ریگنئے کو دیکھ سکے۔ سمندروں میں چھوٹی سے چھوٹی شے کے محل وقوع اور حرکت پر نظر رکھ سکے، خلا میں چھوٹے سے چھوٹے اور دور دور کی موجودات اور حادثات کو دیکھ سکے۔ ابلیس کی تاکید کا ہی نتیجہ ہے کہ مذکورہ ان تمام صلاحیتوں اور قوتوں کا یہودیوں نے حصول کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ اور وہ اس قوت کو مزید آگے بڑھاتے جا رہے ہیں۔

(۱۴) ابلیس نے یہودیوں کو باور کرایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ کے پاس 'سماعت' اور 'سمع' کی کیسی عظیم الشان قوت ہے جس کا استعمال اس نے اپنی فوجوں کے خلاف متعدد موقوں پر دیکھا ہے چنانچہ اس نے تاکید کی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ سے لڑائی کے لئے 'سمع' اور 'سماعت' کی کیسی عظیم الشان قوت کا حصول درکار ہے۔

(۱۵) ابلیس نے یہودیوں کو باور کرایا ہے کہ کیمیاوی (Chemical) اور حیاتیاتی (Biological) ہتھیاروں پر قدرت حاصل کر لینا اور انسانوں، جانوروں اور نباتات کو آنا فانا ختم کر دینے کی صلاحیت حاصل کر لینا کافی نہیں۔ اس لئے کہ ایسی قوت بالعموم صرف مزاحم انسانوں اور بالخصوص اہل ایمان کے خلاف موثر ہو سکتی ہے لیکن اس بات سے غافل نہیں رہنا چاہئے کہ اللہ اور اس کے ملائکہ نے تاریخ میں متعدد بار بیماریوں اور وباؤں کو بطور ہتھیار اور بعض اوقات اللہ کے دشمنوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے استعمال کیا ہے۔ اس لئے ایسی طاقت اور صلاحیت کا حصول اشد ضروری اور ناگزیر ہے جو اللہ کے ملائکہ کی جانب سے پیدا کردہ ایسی بیماریوں اور وباؤں کی حقیقت اور ان کی کنہہ تک فوراً پہنچ جائے اور اس کو قابو میں کرنے اور حسب ضرورت دواؤں اور علاج پر قادر ہوں۔ اپنے اختیار میں رہنے والی یہ صلاحیت ایسی ہو کہ وہ بیماریوں اور وباؤں کے پیدا ہونے کی جہتوں پر پوری گرفت رکھے بلکہ

اس سے آگے بڑھ کر بیماریوں اور وباؤں کے پیدا ہونے سے قبل ہی ان راستوں کو محفوظ اور مامون بنا دے۔ چنانچہ گزشتہ دنوں میں پوری دنیا کی سطح پر انسانوں، مویشیوں اور نباتات میں بڑے پیمانے پر خود سے بیماریاں پیدا کرنے اور پھران پر قابو پانے کے بے شمار تجربے اسی قوت کے حصول کی جانب پیش قدمی ہے۔ یہودیوں کو ابلیس کی یہ بات اس درجہ خوف زدہ کر گئی ہے کہ وہ محسوس کرتے ہیں کہ قدرت ان کی تاک میں بیٹھی ہوئی ہے اور ان پر کسی لمحے عتاب کا کوڑا برس سکتا ہے۔ چنانچہ وہ جلد از جلد اس خطرے کو قابو میں کرنے کی جی توڑ کوشش کر رہے ہیں۔ اسٹنفورڈ یونیورسٹی کے مشہور یہودی سائنس داں اسٹینلی این کوہن (Stanley N. Cohen 1935-) نے اسی احساس کا اظہار یوں کیا:

"Nature [is] that lovely lady to whom we owe Polio, Leprosy, Smallpox, Syphilis, Tuberculosis, Cancer."

ترجمہ: قدرت وہ خوبصورت عورت ہے جس کے سبب ہم پولیو، جذام چچک، آتشک، تپ دق، سرطان کے شکار ہوتے ہیں۔

جو لوگ یہودی تاریخ میں توراہ، نبییم، کتوبیم، مشنی، مدرش اور ہگادہ میں درج 'نقم' کی روداد سے واقف ہیں وہ اس جملے کی معنویت، اس میں بیان کیا گیا کرب اور یہودی نفسیات میں موجود اللہ اور اس کے ملائکہ کے ذریعہ لائے جانے والے عذاب کا خوف خوب محسوس کر پائیں گے۔ ایسے حضرات اس جملے میں قدرت سے اللہ اور اس کے ملائکہ مراد لیں گے اور 'ہم' سے یہودی قوم۔ اس موضوع پر مزید

معلومات کے لئے ملاحظہ فرمائیں: (1) Judith Miller, Stephen Engelberg and William Broad: Germs: Biological Weapons and America's Secret War: Simon & Schuster, 2001.

(2) Jonathan B. Tucker: Scourge: The Once and Future Threat of Smallpox: Atlantic Monthly Press, 2001.

(3) Madeline Drexler: Secret Agents: The Menace of Emerging Infections; Joseph Henry Press, 2002.

(4) Richard Preston: The Demon in the Freezer: A True Story: Random House, 2002.

(۱۶) پہلے چیلنج کے عنوان "امت مسلمہ محمد یہ کی حیات کا خاتمہ" کے تحت فرانس نو کو یاما (Francis Fukuyama) اور سیمویل پی ہننگ ٹن (Samuel P Huntington) کے جن دو مشہور زمانہ جائزوں کا ذکر کیا گیا ان کی حقیقت کیا ہے؟

(۱) فرانس نو کو یاما کے تجزیہ کو اس عاجز نے فریب کاری اور سحر کاری کہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس تحقیق و تجزیہ کا مقصد مغرب میں پائے جانے والے لیبرل ڈیموکریسی (Liberal Democracy) کا جائزہ لینا ہے ہی نہیں جیسا کہ بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے۔ فرانس نو کو یاما کو جو ————— نہایت ذکی اور ذہین ہیں اور اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے مشہور اور نادر شعبہ Policy Planning Staff میں کام کر چکے ہیں ————— ان کے دو یہودی استادوں پروفیسر نٹھن تارکو (Prof. Nathan Tarcov) اور ایلن بلوم (Allen Bloom) نے یہودیوں کے اس مشن کے لئے مستقبل کی منصوبہ بندی کرنے والے ادارہ "John M. Ohlin Center for Inquiry into the Theory and Practice of Democracy" کی جانب سے اس کام پر لگایا کہ وہ دراصل یہ معلوم کریں 64 عیسوی سے قبل کے تجربوں کی روشنی میں اپنے مقاصد کے حصول کے لئے یہودیوں نے 'تاریخ' (History with Capital H) کی تشکیل و تعمیر کی جو کوشش بالخصوص 1254 کے بعد روئے ارض پر کی ہے اس نے ان کے مقاصد کو حاصل کر لیا ہے یا نہیں؟ اگر کر لیا ہے تو وہ حاصل شدہ یافت کتنی پائیدار ہے؟ اس یافت کو کیا کوئی خطرہ درپیش ہے؟ اگر ہے تو وہ خطرہ کیا ہے اور کتنا سنگین ہے؟ اور یہ کہ اس خطرے کے سدباب کے لئے کیا کیا جانا چاہئے؟۔

اس امر کو یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے: اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ اور اہل ایمان سے یہودی لڑائی کے تناظر میں قوم یہود کو جو خطرات و مہلکات ————— تاریخ میں بالعموم

مقابل قوتوں نصرانیت سے اور بالخصوص امتِ ہدیٰ — امتِ مسلمہ محمدیہ — سے درپیش رہے ہیں اور آنے والے دنوں میں ہیں — اس کے سدباب کے لئے جو روئے ارض پر پچھلے آٹھ سو سالوں میں انتظامات کئے گئے ہیں وہ کامیاب ہوئے یا ناکام؟

(۲) جیسا کہ عرض کیا گیا کہ نوکویاما کا اصل اور مکمل موضوع تحقیق (Term of Reference)

کچھ اور ہے اور مجلہ National Interest میں شائع کردہ مضمون

'The End of History' اور بعد میں مزید لواحق اور تشریحات سے مزین کتاب

'The End of History & the Last Man' اس کا صرف چھوٹا سا ایک حصہ

ہے — گویا جسم کے مقابلے میں انگلی کی ایک پورے — جو پورے جسم سے الگ ہو کر کچھ

اور نظر آرہی ہو۔ پھر اس میں تلبیس کی پرکاری شامل کی گئی ہے جس نے اسے مزید کچھ سے

کچھ بنا دیا ہے۔ تاہم ذیل میں ہم ان بنیادی باتوں کو مختصراً معلوم کرنے کی کوشش کریں گے۔

جس پر یہ پوری عمارت کھڑی ہے:

(۳) پہلی دریافت:

"A remarkable consensus concerning the legitimacy of Liberal Democracy as a system of government had emerged through out the world over the past few years"

نوکویاما کی پہلی دریافت یہ ہے کہ یہودی حیات، اجتماعیات، داعیات اور عزائم

کی حفاظت و صیانت اور تکمیل کے لئے اب تک جتنے اندازِ فکر، طریقہ حیات اور نظام حکومت

کی تشکیل کرنے کی کوشش کی گئی تا کہ خارجی مخالف قوتوں کے مہلکات کا سدباب ہو ان میں

لبرل ڈیموکریسی سب سے کامیاب رہی ہے اور حالیہ دنوں میں ایسا محسوس ہونے لگا ہے کہ

اس نے پوری دنیا میں قبول عام حاصل کر لیا ہے۔

(۳) دوسری دریافت:

"We can also imagine future worlds that are significantly worse than what we know now, in which national, racial or religious intolerance makes a comeback."

نو کو مایا کی دوسری دریافت کا مفہوم یہ ہے کہ یہودیت کو خطرہ اب بھی باقی ہے۔ اور وہ خطرہ تین قسموں پر مشتمل ہے:

(۱) قومی نارواداری: ایسا خطرہ جیسا مسولینی کے فاشیزم سے ہوا تھا۔

(۲) نسلی نارواداری: ایسا خطرہ جیسا ہٹلر کے نازی ازم سے ہوا تھا۔

(۳) مذہبی نارواداری: ایسا خطرہ جو مذہب سے ہے۔

یہاں مذہب سے مراد عیسائیت ہے اور نہ کوئی اور مذہب بلکہ یہاں

اس سے مراد صرف اسلام ہے۔ اس کی تفصیلات کے لئے ملاحظہ

فرمائیں یہودیوں کے ذریعہ ہی کرائی گئی اس مشہور تحقیق کی روداد جس کی

تفصیلات فرانسیسی یہودی محقق Gelles Kepel نے اپنی کتاب

(La Revanche de Dieu, Editions du

Sevil, 1991) 'اللہ کا انتقام' میں دی ہیں اس نے دریافت کیا کہ فی زمانہ

روئے ارض پر ارضی معرکہ کے صرف تین دعویدار ہیں۔ عیسائیت، یہودیت اور

اسلام۔ اس نے مزید کہا کہ عیسائیت پچھلے پانچ سو سالوں کے تجربوں کے بعد

اب اس اندرونی صلاحیت کی حامل باقی نہیں رہی کہ وہ ارضی معرکہ میں دیر تک

مقابلہ رہے۔ اس لئے اب اصلی معرکہ صرف اسلام اور یہودیت کے مابین

ہوگا۔

(۵) تیسری دریافت:

"It is true that Islam constitutes a systematic and coherent ideology, just like liberalism and communism, with its own code of morality and doctrine of political and social justice. The Appeal of Islam is potentially universal, reaching out all men as men, and not just to members of a particular ethnic or national group. And Islam has indeed defeated liberal democracy in many parts of the Islamic world, posing grave threats to liberal practices even in countries where it has not achieved political power directly. The end of the Cold War in Europe was followed immediately by a challenge to the West from Iraq, in which Islam was arguably a factor."

نو کو یاما کی تیسری دریافت کا مفہوم ہے:

(۱) اسلام ایک مکمل نظام ہے جو یہودیوں کے مطابق ان کی نظر میں لبرل

ڈیما کریسی سے کم مکمل نہیں۔

(۲) اسلام کی اپیل عالمی اور آفاقی ہے۔ یہودیت کے لئے موجود دیگر

دو خطروں — قومیت اور نسل پرستی — کی طرح اس کی اپیل ایک یا دو

ملکوں تک محدود نہیں۔

(۳) اسلام کی اپیل انسانی ہے۔ اس کی قدریں پوری نسل انسانی کو متاثر

کرتی ہے۔

(۴) اسلام محض تصوراتی خطرہ نہیں بلکہ حقیقی خطرہ ہے اس لئے کہ اس نے یہودیت کے قائم کردہ لبرل ڈیما کریسی نظام کو واقعتاً ان علاقوں میں کھلی شکست دے دی ہے جہاں اس نے سیاسی قوت براہ راست حاصل کر لی ہے۔

(۵) جہاں اسلام نے براہ راست سیاسی قوت حاصل نہیں کی ہے بلکہ جہاں کے حکمران عملاً اسلام دشمن بھی ہیں وہاں بھی اسلام اور اس کے عواطف کی اپیل اتنی شدید ہے کہ ایسے اسلام دشمن حکمران بھی عوام کے جذبات کے سبب یا اپنے اقتدار کو استحکام بخشنے کے لئے اسلام کا سہارا لینے اور اس کے عزائم کی تکمیل کی کوشش کرنے کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں جیسا کہ اسرائیل پر میزائیلوں سے حملہ کر کے عراق کے صدام حسین نے پہلی خلیجی جنگ کے دوران کیا۔

(۶) چوتھی دریافت:

- (1) "What man had been seeking through out the course of History".....
- (2) "What had driven the prior "stages of History"- was recognition".....
- (3) "Finally found it".....
- (4) "Was completely satisfied".....
- (5) "Universal and homogenous State [Liberal Democracy] has solved the question of recognition.....by replacing the relationship of Lordship and bondage with universal and equal recognition."
- (6) It is "End of History."
- (7) "The Last Man."

نو کو مایا کی چوتھی دریافت کا مفہوم ہے:

(۱) یہودیت پوری تاریخ میں جس مثالی صورتحال کو ڈھونڈتی رہی ہے وہ اسے لبرل

ڈیما کریسی میں مل گئی ہے اور جو کچھ اسے لبرل ڈیما کریسی سے ملا ہے اس سے وہ مطمئن ہے۔

(۲) لبرل ڈیما کریسی نے یہودیت کے تاریخی مسئلے کو حل کر دیا ہے۔ یہودیت کا وہ

تاریخی مسئلہ ہے "تسلیم کیا جانا"۔ لبرل ڈیما کریسی نے یہودیت کے اس تاریخی مسئلہ کو اس

طرح حل کر دیا ہے کہ اس نے "تسلیم کرنے والی قوت" کا ہی خاتمہ کر دیا ہے۔ لبرل ڈیما

کریسی نے ————— مالک اور غلام ————— کی صورت حال کو ————— آفاقی اور یکساں

تسلیمیت ————— میں بدل دیا ہے۔

(۳) لبرل ڈیما کریسی میں یہودیت جتنی محفوظ ہے، ان کے عزائم جتنے ممکن الحصول

ہیں اور ان کے دشمن جتنے کمزور اور غیر موثر ہیں اتنے کسی اور نظام میں ناقابل تصور ہیں۔

(۴) لبرل ڈیما کریسی کی اندرونی کمی ————— جو عدم عمل یا نقص عمل کی وجہ سے ہوتی رہی

ہے ————— کی تلافی تو کی جاسکتی ہے لیکن یہودیت کے لئے اس سے بہتر نظام کا تصور نہیں

ہوسکتا۔ اس لئے یہ تاریخ کا خاتمہ ہے۔

واضح ہو کہ تاریخ میں یہودیت کے دو بنیادی مسئلے رہے ہیں:

(۱) اللہ سے تسلیمیت: یعنی قوم یہود اور یہودیت کی تسلیمیت سے معزولی

(Derecognition) ————— چنانچہ قوم یہود اور یہودیت پہلے برضاً

پھر بزور ————— اور اب ————— اللہ کے وجود کو ختم کر کے ————— اللہ سے تسلیمیت

کے مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

(۲) انسانوں سے تسلیمیت: قوم یہود تاریخ کے تجربات سے یہ سمجھتی رہی

ہے کہ دنیا کی کسی قوم نے اور کسی زمانے نے انہیں تسلیم نہیں کیا اور جس کے سبب

ان پر مظالم ہوئے۔ اس لئے انسانوں سے تسلیمیت ان کے دو مقاصد حقیقی میں

سے ایک قرار پایا۔

فوکویاما نے دریافت کیا کہ لبرل ڈیما کریسی کے ذریعے پوری دنیا نے یہودیت اور قوم یہود کو تسلیم کر لیا ہے۔

(۷) پانچویں دریافت:

(1) "The decline of community life suggests that in the future, we risk becoming secure and self-absorbed last man, devoid of thymotic striving for higher goals in our pursuit of private comforts."

(2) "But the opposite danger exists as well, namely, that we will return to being first man engaged in bloody and pointless prestige battles, only this time with modern weapons."

(3) "Indeed the two problems are related to one another, for the absence of regular and constructive outlets for megalothymia may simply lead to its later resurgence in an extreme and pathological form."

فوکویاما کی پانچویں دریافت کا مفہوم ہے:

(۱) لبرل ڈیما کریسی کے ذریعے یہودیوں کو حاصل یہ صورت حال پائیدار کہی جائے ایسا نہیں ہے۔

(۲) یہودیوں کے دشمن اور بالخصوص ان کے مطابق سب سے بڑے اور موثر دشمن اسلام اور امت مسلمہ محمدیہ اس صورت حال کو الٹ کر یہودیت پر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔

(۳) امت مسلمہ کا یہ حملہ وقت کے گزرنے کے ساتھ شدید بھیا تک ہوتا جائے گا اس لئے کہ ایسا حملہ خطرناک اور جدید اسلحوں سے ہوگا۔

(۴) اس صورت حال کو قابو میں رکھنے کے لئے مسلمانوں کے جذبات کی باضابطہ نکاسی (Catharsis) کے لئے فوری نظم کیا جائے۔

(۸) 1989 میں فرانس نوکویاما کی تجویز 'مسلمانوں کے جذبات کی باضابطہ نکاسی' پر غور کریں تو منطقی طور پر سمول ہن ٹنگ ٹن کا موضوع 'Term of Reference' اور اس تناظر میں 1993 میں، دفارن ائیرس میں شائع شدہ مضمون 'تہذیبوں کا تصادم' ("The Clash of Civilizations", The Foreign Affairs, February 1993) کی معنویت سمجھ میں آجاتی ہے۔ اس کی منطقی ترتیب اور اصلی معنویت درج ذیل ہیں:

(۱) "تہذیبوں کا تصادم" حوادث کی ایک صورت ہے جس کی طرف نوکویاما نے اشارہ کیا ہے۔ نوکویاما کے تجزیہ کے اس حصے کو وقت نظر سے دیکھا جائے تو کئی باتیں سامنے آتی ہیں:

(۲) یہودیت کی حفاظت اور اس کے عزائم کی تکمیل کے لئے لبرل ڈیما کرہی سے بہتر صورت اس وقت حیطہ تصور و عمل سے باہر ہے۔

(۳) یہودیت کی پرداختہ لبرل ڈیما کرہی اپنے ارتقاء کی آخری بلند یوں تک چلی گئی ہے۔ اب اس سے زیادہ اس میں گہرائی و گیرائی ممکن نہیں۔

(۴) لبرل ڈیما کرہی سے بہتر کسی نظام کی عدم موجودگی اور موجودہ لبرل ڈیما کرہی کی ارتقائی انتہاء نے یہودیت کو فی الواقع ایک لوق و دق صحرا میں لاکھڑا کر دیا ہے جہاں اس تناظر میں وہ کسی متبادل صورت کے تعلق سے عملاً غیر مسلح (Armless) ہو چکے ہیں۔ اب ان کے پاس لبرل ڈیما کرہی کو ہی بچانے کے سوا اور کوئی صورت نہیں رہ گئی ہے۔

(۵) اگر اسی وقت ————— یعنی مستقبل قریب میں ————— مسلمان یہودیت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو نو کویاما کے مطابق لبرل ڈیما کریسی ڈھ کر رہ جائے گی۔

(۶) حالات کی ارتقائی صورت مستقبل غیر بعید میں لازماً اسلام کو یہودیت سے اور اسلامی نظام کو لبرل ڈیما کریسی سے راست متصادم کر دے گی۔

(۷) یہودیت کے لئے کم دشوار اور یافت کے اعتبار سے زیادہ مفید مطلب یہ بات ہوگی کہ یہودیت خود بلاتا خیر اور بطور احتیاطی تدبیر (Preventive Measure) اقدامی کارروائی (Pre-emptive Strike) کرے اور امت مسلمہ کو توڑ کر اور کچل کر رکھ دے۔

(۸) اس عاجلانہ احتیاطی تدبیر (Preventive Measure)

کے تحت کی جانے والی اقدامی کارروائی میں درج ذیل امور شامل ہوں:

(۱) مسلمانوں کے اندر از خود پیدا شدہ

Megalothymia کو Extreme & Pathological form اختیار کرنے کی مہلت نہ دے کر اقدامی طور پر مسلمانوں کو بیرونی اور غیر حقیقی Megalothymia فراہم کر دیا جائے۔

(۲) یہ Megalothymia ریگولر (Regular) ہو سیکولر

(Secular) قطعاً نہ ہو۔

(۳) یہ Megalothymia مغربی اصطلاح میں تعمیری

(Constructive) ہو تخریبی (Destructive) نہ ہو۔

یعنی اس Megalothymia کے نتیجے میں امت مسلمہ

بطیب خاطر فکری اور علمی بحث و مباحثہ و تبادلہ خیال کرنے لگے۔ تعلیمی ترقی

کے لئے کوشاں ہو جائے۔ اسلام کو مغربی تہذیب سے زیادہ سود مند اور کارآمد ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ علمی اداروں، تحقیقی اداروں، صنعتی اداروں اور فنی اداروں کے قیام کی طرف متوجہ ہو جائے اور علمی، تحقیقی، صنعتی، فنی اور مالی صلاحیتوں کی ترقی کے کاموں میں مشغول ہو جائے وغیرہ۔ یہ سارے امور یہودیت کی اصطلاح میں تعمیری (Constructive) ہیں۔ ان سے بلا واسطہ اور بالواسطہ یہودیت کو استحکام نصیب ہوتا ہے اور اس کے خطرے کم ہوتے ہیں یا اگر خطرے پیدا ہوں بھی تو یہودیت اس کے کنٹرول کرنے پر پوری طرح قادر ہے۔ یہودیت کے نزدیک تخریبی سے مراد جہاد ہے۔ جہاد وہ عمل ہے جس سے یہودیت بدحواس ہو جاتی ہے۔ قوم یہود کے حواس مختل ہو جاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ تعمیری امور کو کنٹرول کرنے کے لئے ان کے پاس میکانزم ہے۔ جہاد کو کنٹرول کرنے کے لئے ان کے پاس کوئی میکانزم نہیں سوائے اس کے کہ وہ دشمن کو (Over Kill) کریں۔ لیکن وہ جانتے ہیں کہ بے تحاشا جان لینا (Over Killing) ان کے مسائل میں اضافہ کرتا ہے کمی نہیں۔

(۹) چنانچہ یہودیت نے مسلم Megalothymia اور ان کے مطابق تخریبی (Destructive) منہج اختیار کرنے سے روکنے کے لئے سیمویل ہن ٹنگ ٹن کے ذریعہ ریگولر (Regular) اور تعمیری (Constructive) عزائم اعلیٰ فراہم کرنے کی کوشش کی گئی۔ جس میں دیکھتے دیکھتے بہت سے اچھے مسلمان گرفتار ہو گئے۔

(۱۰) فرانس فو کو یاما کی جائزاتی تجویز نے تدبیری منصوبہ بندی کی سطح پر برنارڈ لیوس (Bernard Lewis) کو باور کرایا کہ وہ عالم اسلام میں لبرل ڈیما کریسی کو Pro-active طور پر رائج کرنے کی منصوبہ بندی کریں جس پر اس وقت عمل درآمد ہو رہا ہے۔

(۱۱) یہ الگ بات ہے کہ تعمیلی منصوبہ بندی کی سطح پر ہنری کیسنگر (Henry

Kissinger) نے فو کو یاما اور سیمویل ہن ننگ ٹن کی تجویزات کا ملغوبہ بنانا ضروری سمجھا

اور Regular & Constructive outlet of Muslim

Megalothymia کو ناکافی قرار دیتے ہوئے Simulated and

controlled immediate surgical operations کو منصوبہ کا حصہ بنایا۔

عصر حاضر میں امت مسلمہ کا تاریخی المیہ اسی مقام پر اپنے عروج پر پہنچ جاتا ہے اس لئے کہ اس

یہودی مشن کی تکمیل میں کئی باعزت مسلم حکمران اور شخصیات براہ راست ملوث ہو چکے ہیں۔

(۱۲) جیسا کہ عرض کیا گیا کہ فو کو یاما نے اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ یہودیوں کی قائم کردہ لبرل

ڈیما کریسی اپنے نقطہ عروج (End of History) پر پہنچ چکی ہے یعنی مستقبل غیر بعید میں یہودیت

اور اسلام کا متصادم ہونا لازمی امر ہے۔ گویا فو کو یاما نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ صورت حال

بعینہ (Stay-put or As it is) نہیں رہ سکتی اور یہ کہ تبدیلی (Change) امر واقعہ ہے جو

مستقبل میں ہو کر رہے گی۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مستقبل میں ہونے والی یہ تبدیلی قطع نظر اس کے کہ وہ مستقبل قریب میں

ہوگی یا مستقبل غیر بعید میں فی الواقع کیسی تبدیلی ہوگی؟

(۱) کیا یہ تبدیلی صرف تبدیلی دست حکومت ہوگی؟ (Change of Government-Hand)

(۲) کیا یہ تبدیلی محض تبدیلی حکومت درون خانہ کی

ہوگی؟ (Change of Governance within Family)

(۳) کیا یہ تبدیلی محض تبدیلی حکومت درون

خاندان ہوگی؟ (Change of Governance within Clan)

(۴) کیا یہ تبدیلی محض تبدیلی حکومت درون قبیلہ

ہوگی؟ (Change of Governance within Tribe)

(۵) کیا یہ تبدیلی محض تبدیلی حکومت درون ذیلی

قوم ہوگی؟ (Change of Governance within Community)

(Change of Governance within Nation) (۶) کیا یہ تبدیلی محض تبدیلی حکومت درون قوم ہوگی؟

(Change of Governance among Nations) (۷) کیا یہ تبدیلی تبدیلی طرز حکمرانی مابین اقوام ہوگی؟

(Change of System within Nation) (۸) کیا یہ تبدیلی تبدیلی منہج حکمرانی درون قوم ہوگی؟

(Change of Order) (۹) کیا یہ تبدیلی تبدیلی نظام کی ہوگی؟

(Change of Supra Order) (۱۰) کیا یہ تبدیلی تبدیلی نظام کلی کی ہوگی؟

حقیقت یہ ہے کہ مستقبل غیر بعید میں ہونے والی تبدیلی دراصل نظام کلی کی تبدیلی ہوگی۔

(۱۸) جیسا کہ عرض کیا گیا کہ روئے ارض پر ابلیس، دجال اکبر اور یہود کی جانب سے جنگ لڑی

جاری ہے اور جن عزائم کے ساتھ یہ جنگ کی جا رہی ہے اس کے دو عنوانات ہیں:

(۱) امت مسلمہ محمدیہ کی حیات کا خاتمہ کرنا۔

(۲) اللہ رب العالمین کا خاتمہ کر کے کون پر قبضہ کرنا۔

اس لئے یہ معرکہ دراصل معرکہ خیر و شر (بشری) کا آخری مرحلہ ہے۔ اور اس کی حقیقت

معروف تہذیبی تبدیلی (Change of Civilization) بھی نہیں بلکہ اس سے وسیع

اور حاوی ہے۔ یہ معرکہ خیر و شر کا دسواں مرحلہ ہے جسے یوں بیان کیا جاسکتا ہے:

(۱) مرحلہ اول

(۲) مرحلہ دوم

(۳) مرحلہ سوم

(۴) مرحلہ چہارم

(۵) مرحلہ پنجم

(۶) مرحلہ ششم: ابلیس کے تہذیبی حملے کا دور

(۷) مرحلہ ہفتم: مرحلہ فساد و ملکوتی

(۸) مرحلہ ہشتم: مرحلہ فسادِ ملک و فسادِ ارض

(۹) مرحلہ نہم

(۱۰) مرحلہ دہم: مرحلہ فسادِ فی الارض — فسادِ کلی برائے نظامِ کلی۔

مرحلہ دہم معرکہ خیر و شر کا آخری مرحلہ ہے — مرحلہ دہم کا آخری حصہ ظہورِ دجال اکبر

اور قتلِ دجال اکبر کا ہے۔ (تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں دجال: اول، دوم، سوم)

(۱۹) روئے ارض میں امتِ مسلمہ محمدیہ کے لئے یہ مرحلہ جاں سوز اور دل دوز ہوگا۔ یہ معرکہ کبریٰ

روئے ارض پر حضرت آدم سے قیامت تک کے درمیان واقع ہونے والی سب سے خوفناک اور ہیبت

ناک مصیبتوں کو لے کر آئے گا۔ (آدم کی پیدائش سے قیامت تک دجال سے بڑا کوئی امر نہیں ہے رواہ

مسلم)

(۲۰) اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس صورتحال میں امتِ مسلمہ محمدیہ کیا کرے؟

فی زمانہ جیسا کہ عرض کیا گیا کہ امت کو اندر سے دو طبقے بھنجھوڑ رہے ہیں۔ یہ دو طبقے اور ان

کے رویے درج ذیل ہیں:

(۱) طبقہ اول:

اہل مذہب (علماء وقت و مشائخ وقت) جو اسلام دین اللہ پر چلنے کی بجائے

مذہب اسلام پر چلتے ہیں۔ اور مذہب اسلام کو ہی دین اسلام قرار دیتے ہیں جس میں قرآن و

سنت رسول ﷺ کی کلی عمل داری نہیں بلکہ جزوی عمل داری ہوتی ہے۔ اس طبقہ کے یہاں

فکری اور عملی ہر اعتبار سے انسان کی انفرادی اور اجتماعی حیات منقسم ہے جو درج ذیل ہے:

حیات (انفرادی و اجتماعی) = قرآن و سنت + مذہب + مسلک + مترب + آزادی

یہ طبقہ اس میں تبدیلی کے تعلق سے درج ذیل رویہ کا اظہار کرتا ہے:

(۱) قرآن و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات (انفرادی و اجتماعی)

کے برعکس پر حاوی نہیں کیا جاسکتا یا نہیں کیا جائے گا۔

- (۲) مذہب، مسلک، اور مشرب کو ترک نہیں کیا جاسکتا یا نہیں کیا جائے گا۔
- (۳) صرف اتنی تبدیلی کی جاسکتی ہے کہ مذہب، مسلک، مشرب کے ساتھ جو آزادی کا ایک حصہ ہے اس میں لوگ مجاز ہیں کہ خواہ سائنس پر چلیں، خواہ تو ہم پر اس کے لئے وہ آزاد ہیں۔

(۲) طبقہ دوم:

مغربین (مغرب سے مرعوب) لوگ: یہ طبقہ (یہاں اس طبقے سے بحث نہیں جو ملحدانہ رویہ کا حامل ہے) اسلام کو چند تعبدی امور — عقاید، رسوم، ثقافت، شناخت — تک محدود کرتا ہے جو خود اس کے پورے حیاتی رویہ کے کینوس پر ایک چھوٹے سے خانہ کے مانند ہے اور بقیہ 90 فیصد حصہ حیات میں مغربی علم اور مغربی فکر کے تابع ہے۔ مغربی علم اور مغربی فکر کو ترقی قرار دیتا ہے۔ مغربی اداروں کو ترقی کی معراج یا کم از کم نمونہ اور قابل تقلید سانچہ سمجھتا ہے اور مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی حیات میں ترقی کے لئے اسی نصب العین کو جو مغرب نے اختیار کیا ہے مسلمانوں کے لئے بھی ناگزیر قرار دیتا ہے اور اس کے لئے ویسے ہی تعلیمی، تحقیقی، صنعتی، فنی معاشی، معاشرتی، تہذیبی، ثقافتی، اور تمدنی ادارے قائم کرنے کے لئے عملاً کوشاں رہتا ہے۔

(۲۱) فی زمانہ طبقہ اول یعنی اکثر علماء وقت کی مثال ایسے اشخاص کی ہے جو پانچ ہونے کے ساتھ ساتھ بصارت، بصیرت، قوت ارادی، قوت تمیز، عقل سلیم اور جودت سے بھی عاری ہوں۔ ظاہری بات ہے کہ قرآن و سنت رسول اللہ ﷺ کو صدیوں سے انفرادی و اجتماعی حیات کے حاشیہ پر کر دینے اور ان کی جگہ خود ساختہ مذہب، مسلک اور مشرب پر چلتے رہنے کے بعد بشری صلاحیتیں اسی طرح ختم ہو جاتی ہیں۔ خارج میں صورت حال کی سنگینی اور داخل میں ان کی معطلی انہیں عجیب منحصر میں گرفتار کر چکی ہے ان کی غالب اکثریت کو حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا انتظار بھی ہے اور رہے گا اور ابلیس و دجال اکبران سے اپنے مشن میں کام بھی لے لیں گے جیسا کہ انہوں نے علماء یہود سے کام لیا۔ ایک جانب ان علماء یہود کو مسیح اور اس نبی کا انتظار بھی رہا اور وہ ان کے لئے دعائیں بھی کرتے رہے اور

دوسری جانب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ تشریف بھی لائے، انہیں بلایا بھی، ان پر جنت بھی قائم کی لیکن یہ ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ حیرت تو اس بات پر ہے کہ یہ اپنے زعم علم اور زعم فہم میں ایسے مستغرق ہوتے ہیں کہ انہیں اپنے رویہ کی نادرنگی پر شک تک نہیں گزرتا۔ چنانچہ اندیشہ غالب یہی ہے کہ علماء و مشائخ امت محمدیہ کی غالب تعداد اسی طرح دجال اکبر کی خدمت کر کے تباہ ہو جائے گی اور انہیں حضرت مہدی اور حضرت مسیح کا انتظار بھی رہے گا۔ اللہم احفظنا

(۲۲) طبقہ دوم یعنی متغیرین کی مثال ان اشخاص کی ہے جو نہ پوری طرح اپانج ہیں نہ ان میں قوت ارادی کی بے حد کمی ہے اور نہ ہی ان میں جودت کی کمی ہے لیکن بصارت رکھتے ہوئے بھی وہ بصیرت اور قوت تمیز سے عاری ہیں۔ اور آنکھوں کے سامنے کسی کو پہاڑ سے چھلانگ لگا کر وادی میں گرتے اور مرتے دیکھ رہے ہوں اور اس کے باوجود خود چھلانگ لگانے پر ہمہ دم مصر ہوں اور دوسروں کو بھی ایسا ہی کرنے کی تلقین کر رہے ہوں۔

وہ مغربی تہذیب جو فکری اور علمی ترقی کی معراج پر پہنچ چکی ہے جس کے ادارے ترقی کا نمونہ کہلاتے ہیں وہ آخر تاریخ کا خاتمہ 'End of History' اور 'تہذیبوں کا تصادم' 'Clash of Civilizations' سے بحث کیوں کر رہی ہے؟ وہ خائف کیوں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ تہذیب مغرب نے گزشتہ چار سو سالوں میں ترقی نہیں کی ہے بلکہ ان کے مطابق ترقی کی ایک منزل پانے کے بعد اب کبولت اور زوال کے قریب پہنچ گئی ہے۔ تہذیب کی اساس میں صلاح نہ ہونے کے سبب چار سو سالوں میں ہی اپنے کرتوتوں کے سبب وہ کبولت اور زوال کی دہلیز پر پہنچ گئی ہے اور اب خود ان کے اہل علم کو اپنی تہذیبی موت قریب نظر آ رہی ہے۔ کیا عقل و دانائی کا تقاضہ یہی ہے کہ ہم بھی جلد از جلد ویسی ہی فکری و علمی راہ اختیار کریں اور ویسے ہی ادارے اپنے یہاں قائم کریں۔ کیا ہم بھی جلد از جلد 'کبولت اور زوال' کی اسی منزل تک پہنچنا چاہتے ہیں؟

ستیا رتھ پرکاش میں پنڈت دیانند سرسوتی نے ایک لطیفہ نقل کیا ہے۔ جو قابل توجہ ہے۔
کسی بستی میں چند سادھو پہنچے۔ وہ سبھی نکلے تھے۔ وہ چلا چلا کر کہہ رہے تھے کہ انہیں بھگوان آنکھوں سے نظر آتا ہے۔ لوگ ان باتوں سے ان کے معتقد ہونے اور انہیں نذرانے دینے لگے۔ بستی

کے چند کم سواد لوگوں نے سوچا کہ کیوں نہ ہم بھی ایسے ہو جائیں کہ ہمیں بھی بھگوان آنکھوں سے نظر آنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے سادھوؤں سے گزارش کی وہ انھیں بھی اپنی خدمت میں رکھ لیں تاکہ وہ بھی بزرگ بن کر ویسے ہی ہو جائیں۔ چند دنوں کے بعد ان لوگوں نے سادھوؤں سے شکایت کی کہ انھیں بھگوان نظر نہیں آتا تو سادھوؤں نے ان سے کہا کہ ہماری طرح بزرگ ہونے اور بھگوان کو آنکھوں سے دیکھنے کیلئے ضروری ہے کہ ناک کٹوائے جائیں۔

چنانچہ ان لوگوں نے ناک کٹوائے۔ ناک کٹنے کے بعد بھی جب انہیں بھگوان نظر نہیں آیا تو انہوں نے پھر اس کی شکایت کی۔ سادھوؤں نے کہا کہ دیکھو بھگوان تو ہمیں بھی نظر نہیں آتا لیکن اب اگر عزت بچانی ہے تو زور سے یہی بولو کہ ہمیں آنکھوں سے بھگوان نظر آتا ہے ورنہ لوگ نکلا کہیں گے۔

اہل مغرب اگر دوسروں سے اور بالخصوص امت مسلمہ محمدیہ سے ویسی ہی فکری و علمی ترقی حاصل کرنے، ویسے ہی ادارے قائم کرنے اور وہی نصب العین اختیار کرنے کی بات کرتے ہیں تو ان کی بات اور ان کی نفسیات سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن ایسا کرنے کو کہنے والے اہل اسلام میں متغربین کی نفسیات سمجھ میں نہیں آتی۔ 'تاریخ کا خاتمہ' (End of History) اور 'تہذیبوں کا تصادم' (Clash of Civilizations) کی بحثوں کے بعد بھی۔ جو ظاہر ہے کہ ہم ان سے متعلق نہیں کر رہے بلکہ خود وہ اپنے متعلق کر رہے ہیں۔ یہ بات دانائی اور سلامت طبع سے فروتر ہے کہ اسی تباہی کی طرف خود کو مہمیز کیا جائے۔ اس عنوان پر تو بات ہو سکتی ہے اور ہونی چاہئے کہ جن اسباب سے مغربی تہذیب اس 'کہولت' اور زوال کے قریب پہنچ گئی ہے ان سے امت مسلمہ محمدیہ کس طرح محفوظ رہے۔

(۲۳) مغرب کا یہودی ورلڈ آرڈر جو گزشتہ چار سو سالوں سے قائم تھا اب اپنے منطقی انجام تک پہنچ گیا ہے۔

(اس صورت حال کے حقیقی تجزیہ کے لئے ملاحظہ فرمائیں: Carroll Quingley)

The Evolution of Civilization; An Introduction to Historical Analysis: Indianapolis: Liberty Press, 1979/Macmillan 1961

تبدیلی لازمی ہے۔ لیکن یہودیوں کی یہ تہذیب از خود راہ نہیں دے گی بلکہ اپنی قوت کا بھرپور

استعمال کر کے اپنے کو بچانے کی کوشش کرے گی۔ اور یہی وہ مقام ہے جو قابل توجہ ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ایسی ہیبت ناک صورت حال تاریخ انسانی میں پہلی اور شاید آخری بار واقع ہونے جا رہی ہے۔ گزشتہ صدی میں یہودیوں نے اتنی مہیب قوت جمع اور حاصل کر لی ہے کہ اس کا اندازہ اہل اسلام کے صرف چند ہی باخبر لوگوں کو ہے۔

(۲۴) 'القدس' کی لڑائی محض فلسطین نامی ایک نقطہ ارض کی لڑائی نہیں ہے۔ یہ معرکہ دجال ہے۔ 'القدس' تو اس کا نقطہ انجبار ہے۔ ہزاروں سال سے ابلیس اس کی تیاری کر رہا تھا۔ اس نے اسی جنگ کے لئے مخلوقات و موجودات کے ہزاروں طبقوں کو مسخر کیا ہے۔ آئندہ ہونے والی اس مہیب لڑائی میں وہ ان سب سے کام لے گا۔

(۲۵) عنقریب دنیوی دو طبقوں میں عملی طور پر منقسم ہو جائے گی جن کے دو متضاد مقاصد ہوں گے۔

طبقة اول: یہ فریق اول ہے اس میں درج ذیل ذیلی طبقات ہوں گے۔

(۱) ابلیس

(۲) دجال اکبر

(۳) شیاطین نوری، ناری، ارضی

(۴) اہل غوی:

(۱) اہل خالص سائنسیت

(۲) اہل نیم سائنسیت

(۳) ملحدانہ مادہ پرست

(۴) غیر ملحدانہ مادہ پرست

(۵) مذہب اسلام پر عامل مسلمان — (۶) یہود

بالخصوص حکمران، علماء، مشائخ، عصری علوم

کدانشوران، اعیان معاشرہ

(۷) نصاریٰ

(۸) اہل مذہب (مظاہر پرست)

(۹) اہل مذہب (اصنام پرست)

(۱۰) اہل مذہب (آثار پرست)

(۱۱) اہل توہم و اوہام پرست

طبقہ دوم: یہ فریق ثانی ہے۔ اس میں درج ذیل ذیلی طبقے ہوں گے۔

(۱) اللہ رب العالمین

(۲) ملائکہ

(۳) آنحضرت ﷺ

(۴) عام مسلمان۔ جن کے قائد۔ حضرت مہدی علیہ السلام۔

ہوں گے

(۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام

(۲۶) اسی مقام پر ابلیس، دجال اکبر اور یہودیوں کے چار اہم مشن کا ذکر کرنا بر محل اور ضروری معلوم

ہوتا ہے۔ یہ چاروں مشن "امت مسلمہ محمدیہ کی حیات کا خاتمہ کرنے" اور "اللہ رب العالمین کا خاتمہ

کر کے کون پر قبضہ کر لینے" سے براہ راست متعلق ہیں۔ مذکورہ چاروں مشن درج ذیل ہیں:

(۱) ابلیس نے یہودیوں کو باور کرایا ہے کہ ان کا مشن اس وقت تک پورا نہیں ہوگا اور

ہر وقت ان کے سروں پر مصیبت اور ناکامی کی تلواریں لٹکتی رہے گی جب تک تین خطرے برقرار

ہیں۔ ابلیس کے مطابق یہ تین خطرے درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظاہر ہو جانے کا خطرہ۔

(۲) حضرت مہدی علیہ السلام کے ظاہر ہو جانے کا خطرہ اور

(۳) نبی آخر الزماں۔ اور حاشر، عاقب، یحییٰ اور مراد۔

حضرت محمد ﷺ کے واپس آ جانے کا خطرہ۔

(۲) ابلیس نے یہودیوں کو باور کرایا ہے کہ اللہ کی سنتوں کا احاطہ آسان نہیں۔ اس نے

انہیں اپنے تجربوں اور ہزیمتوں سے آگاہ کیا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ایسی

نصرتوں سے نوازا کہ اس کی تدبیریں دھری کی دھری رہ گئیں اور اس کی بظاہر جیتی ہوئی بازی

ہار میں تبدیل ہو گئی۔ اس نے بتایا کہ جب جب اس نے انسانوں پر قابو پالیا اور قریب تھا کہ اسے مکمل فتح نصیب ہو جائے:

(۱) کبھی ایسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ذوالکفل بھیج کر اس کو ہزیمت سے دوچار کر دیا۔

(۲) کبھی ایسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین بھیج کر اس کو ہزیمت سے دوچار کر دیا۔

(۳) کبھی ایسا ہوا کہ جب وہ کامیابی کے بہت قریب پہنچ گیا اور اس نے اللہ کے انبیاء تک کو قتل کرنے میں کامیابی حاصل کر لی تو اللہ تعالیٰ نے حیات کے تعلق سے نئی سنت کا اجراء کر دیا اور افزودہ حیات ————— بشکل 'یحییٰ' بھیج کر اس کی جیت کو ہار میں بدل دیا۔

(۴) اور جب اس نے ایک محاذ پر ہزیمت اٹھانے کے بعد ہمت نہیں ہاری اور اس آنے والے ————— 'افزودہ حیات' پکیر ————— یحییٰ کو بھی قتل کر دیا۔

(۵) تو اللہ تعالیٰ نے ————— مزید افزودہ حیات ————— 'روح القدس' کو بھیج دیا۔

(۶) ابلیس نے یہودیوں کو یاد دلایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک طرف نہ صرف 'روح القدس' کو مار ڈالنے کی ساری تدبیر ناکام کر دی اور انہیں بچا کر وقت خاص کے لئے محفوظ کر دیا اور دوسری طرف اپنے منصوبے کو مکمل کرتے ہوئے روئے ارض پر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کر دیا۔

(۷) ابلیس نے یہودیوں کو یاد دلایا کہ نبی آخر الزماں ایسی عظیم الشان قوت کے حامل تھے کہ اس نے اسی میں عافیت سمجھی کہ ان کی حیات میں وہ دجال اکبر کو ظاہر نہ کرے۔ ورنہ اسے پورا یقین تھا کہ وہ نبی آخر الزماں کے ہاتھوں قتل کر دیا جائے گا۔ اس لئے اس نے بہتر سمجھا اور اسی میں اپنے منصوبہ کی کامیابی

پائی کہ وہ نبی آخر الزماں کی موت تک انتظار کرے اور اس کے بعد دجال اکبر کو ظاہر کرے۔

(۸) ابلیس نے یہودیوں کو یہ بھی باور کرایا ہے کہ صورت حال بہت پیچیدہ ہے اور اس کے تین اسباب ہیں:

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام — یعنی مسیح روح — مارے نہیں جاسکے اور وہ زندہ ہیں لہذا وہ کسی وقت بھی ظاہر کے جاسکتے ہیں۔

(۲) جب 'مسیح روح' زندہ ہیں تو لازماً 'مسیح ملک' (حضرت مہدی علیہ السلام) ظاہر ہونے والے ہوں گے۔ جس طرح حضرت طالوت کے ساتھ حضرت داؤد علیہما السلام تشریف لائے۔ داؤد آئیں تو لازماً طالوت کو بھی آنا ہے۔ لہذا کسی وقت بھی 'مسیح ملک' ظاہر کئے جاسکتے ہیں۔

(۳) ابلیس نے یہودیوں کو تاکید کی کہ سب سے اہم بات اللہ تعالیٰ کی سنتوں کے رموز کا سمجھنا ہے جس باب میں اسے ہمیشہ سخت نقصان ہوا ہے۔ اس تعلق سے سب سے نازک مسئلہ خود نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کا معاملہ ہے — اور یہ معاملہ ہے — اللہ تعالیٰ کی اس سنت کا — جس کے تحت اس نے نبی آخر الزماں کی حیات کا اجراء فرمایا ہے۔ ابلیس نے انہیں باور کرایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سنتوں کو اس کی ظاہری سادگی کے سبب سادہ مان لینا بہت بڑی غلطی ہوگی۔ اس لئے انہیں اس باریک نکتے پر خوب غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں کو عاقب، حاشر، نبیج، اور شاہد ہی نہیں بنایا ہے بلکہ "مراد" بھی بنایا ہے۔ لہذا نہ ان کی حیات ویسی حیات ہو سکتی ہے جیسی عام انسانوں بلکہ نبیوں حتیٰ کہ حضرت یحییٰ، اور حضرت عیسیٰ — روح القدس کی ہے نہ ان کی موت ویسی موت ہو سکتی ہے جیسی عام انسانوں حتیٰ کہ نبیوں کی ہوتی ہے۔

(۱) روایت اوس بن اوس: نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد اور روایت ابوامامہ:۔

(۳) حافظ ابو بکر لمبہتی —

(۴) شفاء السقام فی سیرۃ خیر الانام: تقی الدین سبکی

ابلیس نے یہودیوں کو باور کرایا کہ یہ لازمی نہیں کہ نبی آخر الزماں لوٹ آئیں لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ آجائیں اور اس صورت میں ہم اللہ تعالیٰ کی سنتوں کے سمجھنے میں چوک جائیں (القصص - ۸۵) — اور ہم — اس طرح سب تباہ و برباد ہو کر رہ جائیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم پوری طاقت اور اولیت کے ساتھ ان تینوں مصیبتوں کے امکانات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کی کوشش کریں اور اس طرح اپنی اولین ترجیحات میں ہم

(۱) کائنات کی پہنائیوں میں 'عیسیٰ'۔ روح القدس کو ڈھونڈ کر انھیں قتل کر دیں۔

(۲) روئے ارض پر مہدی — مسیح ملک — کو ڈھونڈ کر انھیں قتل کر دیں۔

(۳) اور نبی آخر الزماں کے جسد کو حاصل کر کے اسے ناقابل احیاء بنا دیں۔

(۹) چنانچہ عصر حاضر میں ابلیس، دجال اکبر اور یہودیوں کی مشترکہ کوشش کا ہدف ہے — ان تینوں مقاصد — کو جلد از جلد پورا کر لینا۔ چنانچہ اس تعلق سے انہوں نے مندرجہ ذیل کام کر لئے ہیں یا ان میں پوری تندہی سے لگے ہوئے ہیں۔

(۱) خلائی مشن کے اہم مقاصد میں سے ایک مقصد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ڈھونڈ کر انہیں گرفتار کر لینا یا قتل کر دینا ہے اس باب میں اب تک انہیں غالب یقین تھا کہ ان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو مرتخ (Mars) میں محفوظ کر رکھا ہے۔ پچھلے چار سو سالوں سے وہ اسی مقصد کے تحت

پوری روئے زمین کے ہر بر فیلی جگہ کو کھود چکے ہیں۔ اور اب نظام شمسی کے سیاروں اور ذیلی سیاروں میں یہی تلاش جاری ہے۔ اس کی تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔

(1) B.Rux: Architects of the Underworld
(Berkeley, California, Frog Ltd, 1996.

(2) Anders Hansson: Mars & the Development
of Life, New York, 1997.

(3) Arthur C. Clarke: The Snows of Olympus,
London, 1994)

(4) Carl Sagan: Cosmos, London, 1981.

(5) Graham Hancock: The Mars Mystery, Seal
Books, Toronto, 1999.

(۲) 'Genome' کی تحقیق یعنی "Genetics" اور بائیو میٹرکس (Biometrics) کے تعلق سے ہونے والے سارے کاموں کا بنیادی مقصد حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت مہدی علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کے تعلق سے مذکورہ مقاصد کو پورا کرنا ہے۔ اس تعلق سے چند امور کی طرف محض یہاں اشارہ کیا جاسکتا ہے:

(۱) RNA/DNA اور بائیو میٹرکس (Biometrics) کے ذریعہ متعین طور پر ان تینوں ارواح قدس کی روئے ارض پر ممکنہ موجودگی کی صحیح صحیح پہچان کرنا اور ان کے محل و مقام کو متعین کرنا۔

(۲) پورے روئے ارض کو اس طرح اپنے مقاصد کے لئے محفوظ کرنا کہ اس شخص کا کوئی بھی فرد اگر روئے ارض پر کہیں بھی ظاہر ہو تو اسے کائناتی حفاظتی

انتظام کے تحت پورے روئے ارض کی فضاؤں میں موجود متعین اور رواں
Biometric Predators کے ذریعہ فی الفور ختم کر دیا جائے۔

(۳) ان تمام خاندانی سلسلوں کو مستقل Watch کرنا جن میں ان
حضرات کے ظہور پائے جانے یا چھپے ہونے کا امکان ہو مثلاً بنی داؤد یا سادات
مزید ازیں اس پوری نسل کے DNA/RNA کو Genetically
Modified کر کے فاسد کر دینا مثلاً انجکشن، خون، ٹیکہ یا دواحتی کی غذا کے
ذریعہ مثلاً خنزیر کے خلیوں کو تمام بنی داؤد یا تمام سادات کے بچوں کا جز بنا دینا۔

(۴) حالیہ دنوں میں جس طرح

- (1) BT Corn (2) BT Cotton
(3) Roundup Ready (4) Golden Rice

Soyabeans

- (5) Flavr Savr Tomato (6) Rainbow Papaya

بنائے گئے ہیں اسی طرح انسانوں پر نہ صرف کام ہو چکے ہیں بلکہ یہ مشن خفیہ
طور پر بہت آگے بڑھایا جا چکا ہے۔

(۵) وہ ساری مہمات جو کئی اور اجتماعی سطح کی ہیں۔۔۔ یعنی بلا تفریق مہم
(Sweeping Drive) قسم کی ہیں۔۔۔ مثلاً سارے بچوں کو ٹیکہ
لگانا، سارے بچوں کو ڈراپ پلانا وغیرہ وہ بنیادی طور پر اسی نوعیت کی معلوم ہوتی
ہیں۔ ان کے خواص اور فوائد۔۔۔ سے متعلق مشہور کی گئی باتیں کوئی ضروری نہیں
درست بھی ہوں۔

بادی النظر میں یہ تمام باتیں باہم متضاد لگتی ہیں۔ لیکن جب ابلیس کی
تاریخی ناکامیوں کو سامنے رکھا جائے تو ہر امکانی جہت سے کی جانے والی اس کی
کوشش دراصل اس کے اندر چھپے خوف کی واضح عکاسی کرتی ہے۔ اس کا خوف

اپنی جگہ واقعی اور درست معلوم ہوتا ہے کہ جانے کس راہ سے اور کب کوئی خرق عادت حادثہ رونما ہو جائے اور اس کی جیتی ہوئی بازی ہار میں بدل جائے۔ لہذا اس کی بنیادی کوشش خطرے کے ہر امکانی صورت کے سدباب کرنے کی ہوتی ہے۔

رہی بات عصری علوم کے مسلم ماہرین کی ان امور کے تعلق سے موجودہ معلومات کی—— تو ان کا مبلغ علم اور مغرب میں ان امور کی حقیقی معلومات کی تہہ داری سب کو معلوم ہے۔ معاصر مسلم ماہرین عصری علوم یہودیوں اور مغرب کی دنیا کے بارے میں وہی کچھ جانتے ہیں جو اہل مغرب ان کو سکھاتے اور پڑھاتے ہیں۔ اس تعلق سے درج ذیل مصادر سے معلومات حاصل کی جاسکتی ہے:

- (1) Kevin Davies: Cracking the Genome: Inside the Race to unlock Human DNA, Free Press, 2001
- (2) Rosalind Franklin: The Dark Lady of DNA. Brenda Maddox, Harper Collins, 2002.
- (3) Philip Kitcher: Science, Truth and Democracy: Oxford University Press, 2001.
- (4) Jennet Conant: Tuxedo Park: Simon & Schuster, 2002.
- (5) Bill Lambrecht: Dinner at the New Gene Cafe: St. Martin's Press, 2001.

(۱۰) اسی ذیل میں دو اور مقاصد کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے ان مقاصد

سے اہلیس اور یہودیت کی ناکام سوچ کی بھرپور عکاسی بھی ہوتی ہے اور ان کی مساعی کا رخ بھی متعین ہوتا ہے۔

(۱) یہودی قوم کی تاریخ ایک مخصوص حادثے سے دوچار ہوتی رہی ہے جس کا ذکر قرآن نے صراحت سے کیا ہے۔ یہ حادثہ ہے اس قوم کے بہت سے 'اکابر روحانیین' اور 'عباقرہ' کا 'بندرا' اور 'خنزیر' بنا دیا جانا۔ (المائدہ-۶۰، الاعراف-۱۶۶)۔ جو حضرات یہودی روحانیین کے سینہ بہ سینہ منتقل ہونے والی تاریخ سے کچھ بھی واقفیت رکھتے ہیں وہ جانتے ہوں گے کہ پوری یہودیت اس تعلق سے کس کرب میں مبتلا رہی ہے۔ کس طرح بندر، کتا اور خنزیر بن جانے والے بڑے بڑے یہودی روحانیین اور عباقرہ زندہ یہودی روحانیین سے کبھی رویا، میں، کبھی مراقبے میں اور کبھی بالمشافہ زندہ۔۔۔۔۔۔ بشکل کتا، بندر، اور خنزیر۔۔۔۔۔۔ مل کر اپنے مصائب بیان کرتے رہے ہیں اور اپنی نجات کے تعلق سے مدد مانگتے رہے ہیں۔ جینیٹک سائنس اور جینیٹک انجینئرنگ (Genetic Science & Genetic Engineering) ان کے اسی کرب کا نتیجہ ہیں۔ واضح ہو کہ عصر حاضر میں جینیٹک انجینئرنگ کا آغاز کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ ایک یہودی روحانی سائنس داں اسٹینلی۔ ایچ۔ کوہن (Stanley H. Cohen) ہے۔ جینیٹک کوڈ (Genetic Code) اور جینوم (Genome) کی دریافت اسی سمت ایک قدم ہے۔ دی انٹرنیشنل ہیومن جینوم سیکولوننگ کنسورٹیم (The International Human Genome Sequencing Consortium) کے تحت ہیومن جینوم پروجیکٹ (Human Genome Project-HGP) اور کریگ وینٹر (Craig Venter) کا قائم کردہ سیلرا جینومکس (Celera Genomics) اسی

تحقیق کے لئے 2001 سے کام پر لگے ہوئے ہیں۔ اسی تعلق سے اہم پیش رفت ماؤس جینوم سیکوئنگ کنسورٹیم

(The Mouse Genome Sequencing Consortium)

کے عنوان سے

- (1) The White Head Institute Cambridge,
Massachusetts,
- (2) Washington University, St. Louis,
- (3) The Well Come Trust Sanger Institute,
- (4) The European Bio-informatics Institute,
Hinxton, U.K.

نے دسمبر 2002 میں کی۔

اس تناظر میں ان کے مطابق 99.99 فیصد درستگی (Accuracy) کے ساتھ ہونے والی پیش رفت پر بڑے ایمانی انداز میں وائٹ ہیڈ انسٹیٹیوٹ، میسوچیوسٹ (The White head Institute, MIT) کے ڈائریکٹر نے کہا:

"For the first time we have an opportunity to see ourselves in an evolutionary mirror."

ترجمہ: "پہلی بار ہم کو موقع ملا کہ ہم اپنے آپ کو ارتقائی آئینہ میں دیکھیں۔" ان کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے Genome کی تبدیلی کر کے ان کے اکابر کو بندر، کتا اور خنزیر بنایا ہوگا۔ اگر ہم اس جنٹیک کوڈ اور جینوم کا سراغ پالیں تو ہم انہیں کسی مرحلے میں معکوس (Reverse) کر سکتے ہیں۔ اور اس طرح ہم اپنے بزرگوں یا ان کی نسلوں کو جو وہاں ہنوز بندر، کتا اور خنزیر کی طرح

پیدا ہو کر جی رہے ہیں دوبارہ آدمی بنا سکیں۔

(۲) اسی ذیل میں ایلیمس اور یہودیت کا ایک اور ذہن کار فرما ہے اور وہ ہے اہل ایمان کے تعلق سے — چنانچہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ اگر انہیں بھی ملائکہ کی طرح Genome اور جینیٹک کو ڈ معلوم ہو جائے تو وہ بھی اپنے دشمنوں اور بالخصوص اہل ایمان اور اہل اللہ کو اسی طرح "بندرز"، "کتا" اور "خنزیر" میں بدل ڈالیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو بدل ڈالا ہے — "جین تھیراپی" (Gene Therapy) کے تحت بنیادی طور پر اسی مشن کو پورا کیا جا رہا ہے۔ بہت کم لوگوں کو اس کا علم ہے کہ ہیپاٹائٹس بی (Hepatitis B) نامی خود ساختہ اقدامی بیماری کے علاج کے لئے جو ٹیکہ دیا جاتا ہے اسے کیرون کاری کبھی ویکس ایچ بی (Chiron's Recombivax HB) کہا جاتا ہے جو دراصل ایک جینیٹک انجینئر ڈویکسن (Genetically Engineered Vaccine) ہے۔ ہیپاٹائٹس بی (Hepatitis B- HBV) کی حقیقت صرف اس بات سے معلوم ہو جائے گی کہ WHO کے مطابق یہ بیماری اسرائیل کو چھوڑ کر ہر جگہ پائی جاتی ہے۔ دنیا میں اب تک 50 کروڑ لوگوں کو اس کا ٹیکہ دیا گیا۔ اسرائیل میں نہ بیماری پائی جاتی ہے اور نہ ٹیکہ دیا گیا۔ اس کی مہمیں ساری دنیا میں چلائی جا رہی ہیں۔ آنے والا وقت بتائے گا کہ یہ علاج ہے نہ علاج کا تجربہ۔ یہ تو اس مشن کے ہزاروں تجربوں میں سے ایک تجربہ ہے جس کے تحت اپنے دشمنوں کی نسل کو نسل بعد نسل بندر، کتا اور خنزیر بنانے کی بات سوچی جا رہی ہے۔

(۲۷) معرکہ دجال اکبر کے اس مرحلے میں عن قریب ایک تبدیلی ہونے والی ہے۔ یہ جنگ عن قریب اپنے (Parameters) بدلنے والی ہے جو بے حد مہیب ہوگی۔ یہودیوں کو جیسے ہی اس کا احساس ہوگا کہ ان کے دونوں مقاصد کے تعلق سے 'زمینی حقائق' میں بنیادی تبدیلی ہو جائے گی وہ بے قابو

ہو کر جنگ کے Parameters میں تبدیلی کر دیں گے۔ اس صورت میں ان کے مقاصد و اہداف درج ذیل ہو جائیں گے اور اسی کے مطابق جنگ اور اسلحوں کے استعمال کی صورت حال بھی

(۱) امت مسلمہ محمدیہ کی حیات کا روئے ارض سے طبعی طور پر خاتمہ۔

(۲) اللہ رب العالمین کا خاتمہ اور کون پر قبضہ کرنا۔

یہودیوں کی جانب سے جنگی پیرامیٹرز کی تبدیلی امت مسلمہ محمدیہ

کی حیات کا طبعی طور پر خاتمہ کے تعلق سے کیا صورت اختیار کرے گی اس

کا اندازہ ان کے اس ارادے اور اس کے تعلق سے تیاریوں سے بخوبی کیا

جاسکتا ہے جو ابلیس اور دجال اکبر کی مدد سے یہودیوں نے جبریل، میکال

اور اللہ رب العالمین کا خاتمہ کرنے اور کون پر قبضہ کرنے کے تعلق سے کیا

ہے۔ یہودی اکابر اور مدبرین کی بعض باتوں سے اس کا اشارہ ملتا ہے کہ

انھیں امید ہے کہ وہ 2058-2028 کے دوران امت مسلمہ محمدیہ کو روئے

ارض سے کلی طور پر ختم کر دیں گے۔

(۲۸) ابلیس اور دجال اکبر خود بھی جانتے ہیں اور انھوں نے یہودیوں کو اچھی طرح

باور کرایا ہے کہ ان کے مقاصد اور عزائم کی تکمیل میں سب سے بڑی رکاوٹ جبریل اور

میکال ہیں اور یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ان دونوں کے پاس بے پناہ طاقت اور قوت

ہے۔ یہ دونوں ملائکہ جب تک زندہ ہیں ان مقاصد تک پہنچنے کی کوئی راہ وا ہو جائے ممکن

نہیں۔ اس لئے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ جبریل اور میکال کا 'قتل' سب سے پہلے کیا

جائے۔ لیکن ایسا کرنے کے لئے جتنی قوت قاہرہ کی ضرورت پڑے گی اس کا اندازہ اور

اس پر قدرت ضروری ہے۔ یہودیوں کا اندازہ ہے کہ 2500 تک وہ اتنی قوت کا حصول کر لیں گے کہ جبریل اور میکال کو یا تو گرفتار کر لیں یا انھیں قتل کر دیں۔

(۲۹) اللہ رب العالمین کا خاتمہ کرنے کے تعلق سے یہودی مدبرین کا اندازہ ہے کہ اگر حالات اسی طرح آگے چلتے رہے اور کوئی غیر معمولی تعویق (Retardation) نہیں ہوئی تو وہ۔

(۱) ”2700 عیسوی تک یا اگر بہت تاخیر ہوئی تو 3001 عیسوی تک اللہ رب العالمین کو ”قتل“ کر دیں گے یا اس کا خاتمہ کر دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

(۲) ان کا خیال ہے کہ اللہ رب العالمین کے قتل کے بعد وہ بغیر مزاحمت کے فی الفور کون پر قبضہ کر لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

(۳) اللہ رب العالمین کے ”قتل“ کے بعد وہ موت کا خاتمہ کر دیں گے۔

اپنی عاقبت کے تصور سے پریشان ہو کر ابلیس، دجال اکبر اور یہودیوں کی اس کوشش کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے کہ دجال اکبر آسمان کی طرف رخ کر کے اللہ تعالیٰ کو مارنے کے لئے تیر چلائے گا اور ملائکہ اس پر خون لگا کر اسے واپس کر دیں گے اور دجال اکبر اہل ایمان کو دکھلائے گا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو بالا خر ہلاک کر دیا۔

(۳۰) امت مسلمہ محمدیہ کی تاریخ میں حالات کی نزاکت کے اس موڑ پر اس عاجز کا نقطہ نظر ہے۔

(۱) علم شی بہ از جہل شی — کسی شے کا علم اس شے سے الٹنی سے بنتا ہے۔

(۲) علم کے بعد بے چینی — لاعلمی کی صورت میں اطمینان — سے بہتر ہے۔

(۳) حرکت کے باوجود ناگامی — تعطل کی حالت میں کامیابی — سے بہتر

ہے۔

چنانچہ اس تعلق سے اس کی رائے درج ذیل ہے۔

(۳۱)

(۱) قرآن بتاتے ہیں کہ امت محمدیہ میں اہل مذہب کا رویہ صریح ہلاکت کا باعث

ہوگا۔

(۲) قرآن بتاتے ہیں کہ امت مسلمہ محمدیہ میں موجود متغیرین کا رویہ بھی اہل مذہب

کے رویہ کی طرح صریح ہلاکت کا باعث ہوگا۔

(۳) امت مسلمہ محمدیہ مغربی افکار، علم اور اداروں پر قائم سوچ، فکر، تدبیر، عمل

اور اسلحوں سے اس مہلکہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ایسا کرنا صریح ہلاکت کا باعث ہوگا۔

(۴) امت مسلمہ محمدیہ صرف 'انفاقی سطح' پر اس کا مقابلہ کر سکتی ہے۔

(۵) 'انفاقی سطح' وہی سطح ہے جس کا قیام حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے اور اسی سطح

پر قائم زندگی، نبوت و رحمت، کی زندگی کہلائے گی۔

(۶) یہی وہ سطح ہے جو ناقابل زوال، اعلیٰ ترین ترقی یافتہ اور سب سے زیادہ خیر کی سطح

ہے۔

(۷) 'انفاقی سطح' ہی نبوی سطح ہے۔

(۸) 'انفاقی سطح' ہی جنتی سطح ہے۔

انفاقی سطح

(۱) 'انفاقی سطح' ہی 'انبیائی یا نبوی سطح' ہے۔ یہی سطح 'جنتی سطح' ہے۔ یہی وہ سطح ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے نسل آدم کو اس روئے ارض پر ایک مدت خاص تک رہنے کا حکم فرمایا تھا۔ اسی سطح پر رہائش کا حکم ورنہ ذیل آیات میں دیا گیا ہے:

(۱) وَقَلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ

مستقر و متاع الی حین (البقرہ ۳۶)

ترجمہ: "اور ہم نے کہا تم سب اترو! تم سب ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ اور تمہارے لئے زمین میں مستقر اور متاع ہے ایک وقت تک۔"

(۲) وَقَلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَمَا يَاتِيَنَّكُمْ مِنْهُنَّ هَدًى فَمَنْ

تبع هَدًى فَلَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (البقرہ ۳۸)

ترجمہ: "ہم نے کہا تم سب یہاں سے اترو اگٹھے۔ پھر اگر تم کو پہنچے میری طرف سے ہدی تو جس نے اتباع کیا میری ہدی کا نہ خوف ہوگا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

(۲) انبیائی سطح کیا ہے؟ انبیاء نے کیا کیا اور کیا نہیں کیا؟

(۱) انبیاء نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہیں کیا۔

(۲) نبی بنائے جانے سے قبل بھی پوری حیات وہ انفاقی سطح اول و دوم پر قائم رہے۔

(۳) نبی بنائے جانے کے بعد ہر نبی نے لازماً ہجرت کی ہے۔

(۴) نبی بنائے جانے کے بعد سبھوں نے 'کیفیاتی ہجرت' کی اور اکثر نے مکانی ہجرت بھی کی۔

(۳) 'کیفیاتی ہجرت' کیا ہے اور اس کا حکم کیا ہے؟

(۱) 'کیفیاتی ہجرت' کا حکم قرآن نے یوں دیا: والرجز فاهجر (المدثر: ۵)

ترجمہ: " 'رجز' چھوڑ دے۔"

(۲) جب انبیاء 'کیفیاتی ہجرت' کرتے ہیں تو 'انفاقی سطح دوم' سے 'انفاقی سطح اول' پر آجاتے ہیں۔

(۳) غیر انبیاء صالحین جب 'کیفیاتی ہجرت' کرتے ہیں تو وہ اکثر غیر 'انفاقی سطح' سے 'انفاقی سطح' پر آجاتے ہیں۔

(۴) یہ کہنا غلط ہے کہ انبیاء پیشہ ور یا صنعت پیشہ (Manufacturers) تھے۔

(۵) "بکریاں چراننا انبیاء کی سنت ہے" (حدیث) کا مفہوم کیا ہے؟

اس حدیث کا مفہوم سمجھنے کیلئے پہلے 'انفاقی سطح' کو سمجھنا ضروری ہے۔ اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

انفاقی عمل، ہنر اور معیشت

(۲)

(۱) انفاقی عمل، ہنر اور معیشت درجہ اول:

زمین + محنت (Land+Labour)	مرحلہ قدرتی غذا (Stage of Food-gathering)	(۱) انفاقی عمل (Infaqui Activity/Work)
------------------------------	--	---

یہاں زمین = مستقر + متاع ہے اور محنت انفاقی عمل۔

محنت + جارح متصل (Labour+T)	جارح متصل کے استعمال کا مرحلہ (Stage of Jarha Muttasil)	(۲) انفاقی ہنر (Infaqui Technology)
--------------------------------	--	--

یہاں جارح متصل سے مراد ہاتھ اور دیگر جوارح جسم ہیں۔ اس مرحلے میں جارح منفصل مثلاً لائھی کا بھی استعمال ہو سکتا ہے۔

من و سلوی مرحلہ آمد = صرف (E=C)	مرحلہ عدم کنز (Stage of No Saving)	(۳) انفاقی معیشت (Infaqui Economy)
------------------------------------	---------------------------------------	---------------------------------------

یہاں عدم کنز سے مراد ہے کل کے لئے کچھ بھی جمع نہ کرنا۔

— یہی جنتی سطح اور اس کی پہلی منزل ہے۔

— یہی نبوی سطح اور اس کی دوسری منزل ہے۔

— یہی انفاقی سطح اول ہے۔

(۲) انفاقی عمل، ہنر اور معیشت درجہ دوم:

زمین + محنت (Land+Labour)	مرحلہ قدرتی غذا (Stage of Food-gathering)	(۱) انفاقی عمل (Infaqui Activity/Work)
------------------------------	--	---

مخت + جلدہ متصل و منفصل (Labour + T + T ₁)	جارحہ متصل و منفصل کا مرحلہ (Stage of Janiha Mut + Mun)	(۲) انفاقی ہنر (Infaqui Technology)
من و سلوی مرحلہ آمد = صرف (E = C)	مرحلہ عدم کنز (Stage of No Saving)	(۳) انفاقی معیشت (Infaqui Economy)

یہاں E = آمد (Earning) اور C = نفق (Consumption) ہے۔

- یہ جنتی سطح کی دوسری منزل ہے اور موجودہ سطح (ارض) کی پہلی سطح۔
- یہ نبوی سطح کی دوسری منزل ہے۔
- یہ انفاقی سطح دوم ہے۔

اکتشافی عمل، ہنر اور معیشت

(۷)

(۱) اکتشافی عمل، ہنر اور معیشت درجہ اول:

زمین + زمین دوم + محنت (L+L ₁ Lab)	مرحلہ زراعت برائے غذا (Stage of Cultivation)	(۱) اکتشافی عمل (Iktishafi Activity/Work)
--	---	--

یہاں زمین دوم سے مراد مزدوعہ (Reclaimed Land) ہے۔ یہاں L = محنت اور
L₁ = مزدور ہیں۔

محنت + جارحہ متصل + منفصل + آلہ (LT.T ₁ T ₂ ...)	آلہ کے استعمال کا مرحلہ (Stage of Investment)	(۲) اکتشافی ہنر (Iktishafi Technology)
آمد = صرف + ذخیرہ (E=C+S)	ذخیرہ اندوزی کا مرحلہ (Stage of Storage)	(۳) انفاقی معیشت (Infaqui Economy)

یہاں S = ذخیرہ اندوزی (Storage) ہے۔

— یہ ابتدائی فساد کی سطح ہے۔

— نبوی سنت سے انحراف کی یہ پہلی سطح ہے۔

(۲) اکتشافی عمل، ہنر اور معیشت درجہ دوم:

ز + ز _۱ + ز _۲ + محنت (L+L ₁ +L ₂ +Lab)	مرحلہ صناعت برائے غذا (Stage of Manufacturing)	(۱) اکتشافی عمل (Iktishafi Activity/Work)
---	---	--

مخت + ج + ۱ + ۲ + ۳ + ۴ (L+T+T ₁ +T ₂ +M)	مرحلہ کل یا مشین (Stage of Machine)	(۲) اکتشافی ہنر (Iktishafi Technology)
S+S ₁ +S ₂ +S ₃	تمویل کا مرحلہ (Stage of Enterprise & Investment)	(۳) اکتشافی معیشت (Iktishafi Economy)

یہاں S = ذخیرہ ————— S₁ = احتیاتی پس انداز S₂ = توقعاتی پس

اندازی Speculative Saving اور S₃ = تمویلی پس اندازی Investment Saving ہے۔

— یہ فساد کا دوسرا مرحلہ اور دوسری سطح ہے۔

— یہ نبوی سنت سے انحراف کی دوسری سطح ہے۔

(۳) اکتشافی عمل، ہنر اور معیشت درجہ سوم:

ز + ز ₁ + ز _۲ + مخت (L+L ₁ +L ₂ +Lab)	ہائی ٹیک صنعت کا مرحلہ۔ مکلفہ کا مرحلہ (Stage of High-tech Industries, Stage of Automation & Programming)	(۱) اکتشافی عمل (Iktishafi Activity/Work)
--	--	--

	ہائی ٹیک صناعت کا مرحلہ۔ مکلفہ کا مرحلہ (Stage of High-tech Industries, Stage of Automation & Programming)	(۲) اکتشافی بنر (Iktishafi Technology)
	غیر مرئی زر، غیر مرئی تمویل اور کئی استحصال کا مرحلہ (Stage of Invisible M.+Invisible Invest + Total Exploitation)	(۳) اکتشافی معیشت (Iktishafi Economy)

— یہ فساد کا تیسرا مرحلہ اور تیسری سطح ہے اور یہی فساد فی الارض کی سطح ہے۔
 — یہ نبوی سنت سے انحراف کی تیسری سطح ہے۔ یہی وہ سطح ہے جب مفسدین
 کو یا مفسدین اور متاع کو یا مفسدین، 'متاع' اور 'مستقر' سب کو تباہ کر دیا جاتا
 ہے۔ یہی — مرحلہِ نقم — ہے۔

(۸) اس سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ بکریاں چرا کرنا کیا ہے؟ یہ کیوں سنت نبوی ہے؟ یہ سارے
 انبیاء کی سنت کیوں رہی ہے؟ اور اس کا مفہوم کیا ہے؟ اور سب سے اہم بات یہ کہ سنت از روئے حقیقت
 کیا ہے؟

تدبیر و توجیہ۔ ۱ (حصہ اول)

قائد اور قیادت کا ظہور

(۱) فی زمانہ امت مسلمہ محمدیہ کا بنیادی مسئلہ "قائد کا انہدام" ہے۔ اس انہدام کے بعد اس کی تلافی کی ہر راہ "شاکلہ کے انہدام" نے بند کر دی ہے۔

(۲) 'شاکلہ کے انہدام' نے امت مسلمہ محمدیہ کے احیاء کی تمام معمولی اور معتاد صورتوں، عوامل اور اداروں کو ختم کر دیا ہے۔

(۳) لہذا اب صرف ایک صورت ممکن رہ گئی ہے۔ اور وہ ہے۔ براہ راست امت مسلمہ محمدیہ کے عام سمندر سے۔ یعنی عوام الناس سے 'قائد اور قیادت کا حصول'۔

(۴) امت مسلمہ محمدیہ کے عظیم عوامی سمندر سے 'قائد اور قیادت کے حصول' کے لئے درج ذیل منہج ممکن ہے:

(۱) قرآن اور سنت رسول اللہ ﷺ میں ایمانی، فکری، علمی درک اور رسوخ کا حصول۔

(۲) سنت رسول اللہ ﷺ کا انفرادی و اجتماعی اجراء۔

(۵) ان اہداف کے حصول کے لئے اب۔۔۔ 'غیر معمولی' اور غیر معتاد۔۔۔ صرف تین راہیں

میسر ہیں یا ان شاء اللہ میسر ہو جائیں گی۔ یہ تین راہیں درج ذیل ہیں:

(۱) ترقی اوسع کا طریقہ اور نزول اوسع کی صورت: یہ طریقہ صرف حضرات انبیاء علیہم

السلام کی موجودگی میں ممکن ہے۔ قوی امید ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد

ان شاء اللہ امت کو اس طریقہ سے فیض یاب ہونے کا موقع مل جائے گا۔

(۲) ترقی وسیع کا طریقہ اور نزول وسیع کی صورت: یہ طریقہ اہل ہمہ کا ہے یعنی اہل ہمہ

اس طریقہ کو اختیار کر کے حضرات انبیاء علیہم السلام کی غیر موجودگی میں بھی خواہ نزول اوسع اور ترقی اوسع کی صورت کو نہ پاسکیں لیکن ان کے قریب پہنچ سکتے ہیں۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کی ایک بشارت سے اس کا علم ہوتا ہے کہ اس طریقہ سے بھی اللہ کی رحمت و فضل خاص کے سبب امت مسلمہ محمدیہ نزول اوسع اور ترقی اوسع تک پہنچ جائے گی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: فرب مبلغ اوعی من سامع (او کما قال)

(۳) ترقی راسخ کا طریقہ اور نزول راسخ کی صورت: یہ طریقہ غیر اہل ہمم کا ہے۔ چونکہ آنحضرت ﷺ نے اس کی بشارت دی ہے کہ عام مسلمان — پر اللہ کا ایک خصوصی فضل رہے گا۔ چنانچہ اس امت کے غیر اہل ہمم خصوصاً مستضعفین اور اہل عذر بھی عام انسانوں میں موجود مستضعفین اور اہل عذر سے زیادہ ہمت والے واقع ہوں گے اور ان شاء اللہ اگر وہ سعی کریں تو اللہ تعالیٰ انہیں نزول راسخ سے نواز کر ترقی راسخ سے سرفراز فرمادے گا۔

(۶) اہل ہمم کے طریقے میں 'نزول وسیع' کی صورت درج ذیل ہوگی۔

آفاق و انفس میں [(صرف بذریعہ قرآن و سنت رسول اللہ ﷺ + (احادیث)]
تعقل، تنظر، تدبر، تذکر اور تراء، — براہ قیام —

(۷) غیر اہل ہمم کے طریقے میں نزول راسخ، کی صورت درج ذیل ہوگی:

آفاق و انفس میں — (بذریعہ قرآن و سنت رسول اللہ ﷺ + احادیث + علوم مخزون)
تعقل، تنظر، تدبر اور تذکر — براہ تعمیل —

تدبیر و توجیہ - ۱ (حصہ دوم)

طریقہ اہل ہمم

(۱) اہل ہمم کے طریقے میں تین مرحلے ہو سکتے ہیں۔ یہ تینوں مرحلے کے بعد دیگرے بھی ہو سکتے ہیں اور بیک وقت بھی۔ یہ تین مرحلے درج ذیل ہیں:

(۱) مرحلہ اول: اس میں تین اعمال بندے کی جانب سے ہوتے ہیں:

(۱) قیامت

(۲) تکبیر

(۳) ہجرت

(۲) مرحلہ دوم: اس میں تین فیضان رب العالمین کی جانب سے ہوتے ہیں:

(۱) تلاوت

(۲) تعلیم

(۳) تزکیہ

(۳) مرحلہ سوم: اس میں تین اعمال بندے کی جانب سے ہوتے ہیں:

(۱) اقامت

(۲) تکبیر

(۳) ہجرت

(۲) مرحلہ اول میں بندہ درج ذیل کام کرتا ہے۔ خواہ درجہ اول پر کرے۔ درجہ اول میں

کوئی بھی کام اپنی ذات کی حد تک ایمانی، فکری، قوی اور عملی ہر صورت سے ہو۔ اپنی ذات سے باہر عمل خفی

یا عمل قلیل تک محدود ہو تو مضائقہ نہیں۔ معرکہ دجال اکبر کی انتہائی صورت میں یہ کام شدید درجہ کے عمل

خفی تک محدود ہو سکتے ہیں۔ اس مرحلہ میں بندہ مندرجہ ذیل سارے کام خالصتاً لوجہ اللہ کرتا ہے

- (۱) ایمان باللہ وبالرسول وبالآخرہ
- (۲) دعوت الی اللہ
- (۳) تعمین طاغوت
- (۴) کفر طاغوت
- (۵) جہاد فی سبیل اللہ
- (۶) تلاوت
- (۱) قیامت
- (۲) اقامتِ صلوة
- (۳) توسیع اقامتِ صلوة
- (۴) اذان من اللہ
- (۷) تدبر فی القرآن
- (۸) تدبر فی السنۃ
- (۹) تذکر بایام اللہ
- (۱۰) ہجرت
- (۱) کسب میں
- (۲) اسباب حیات میں
- (۳) عمل میں
- (۴) کائنات مسلم سے عدم آہنگی سے
- (۵) رضاء الہی سے عدم آہنگی سے

(۱۱) صبر

(۳) مرحلہ دوم میں بندہ پر تین عنوانات سے فیضانِ رب العالمین ہوتا ہے۔ یوں تو ان کا احاطہ کرنا مشکل ہے تاہم چند امور درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

(۱) تلاوت: قراءت، جمع قرآن۔

(۲) تعلیم: رشد، حکمت، تاویل احادیث۔

(۳) تزکیہ: اس کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔

(۴) مرحلہ سوم مرحلہ اول کی اوسع شکل ہے۔

(۵) عہد نبوی ﷺ اور خلافت راشدہ کے بعد سنت اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے مسلسل انحراف اور صلاح سے فساد کی طرف پیش رفت کے سبب روئے ارض میں کثافت کی طرح خباثت کی سطح بھی ناقابل بیان حد تک بڑھ گئی ہے۔

مسلمانوں کے کمزور، بے وقار، رسوا اور ذلیل ہونے کی بنیادی وجہ ہے روئے ارض میں ابلیس، دجال اکبر اور شیطانی قوتوں کا طاقت ور ہو کر غالب آجانا۔ اور شیاطین کے طاقت ور ہونے کی بنیادی وجہ ہے امت مسلمہ محمدیہ کی انفرادی و اجتماعی حیات اور معاشرے میں 'طیبات' کا گھٹ جانا اور 'خبث' کا بڑھ جانا۔ چنانچہ آج کے اہل ہمہم اگر تا بعین کرام کے برابر ہمت والے بھی ہوں جب بھی وہ ان کے مقابلے میں صرف ایک فیصد طاقت والے ہوں گے۔ اس کی بنیادی وجہ ہے آج روئے ارض اور بالخصوص مسلم زندگی اور معاشرے کا 'خبث' سے بھر جانا۔

چنانچہ آج اہل ہمہم عام طور پر محسوس کرتے ہیں کہ۔۔۔۔۔ مثلاً جتنی طاقت صرف کر کے کل کروڑوں لوگوں کے قلوب کی اصلاح کی جاسکتی تھی آج اسی طاقت سے اپنی آنکھوں کے سامنے رہنے والی ایک عدد اولاد کی اصلاح نہیں کی جاسکتی۔ اس کے بالمقابل کل کے اہل شر جس طاقت سے ایک چنگی مٹی اٹھا سکتے تھے آج اسی طاقت سے وہ پہاڑ اٹھا کر اہل ایمان پر پھینک دیتے ہیں۔ چنانچہ اصلاح احوال کی کوئی تدبیر، اہل ہمہم کا کوئی کام اور بالخصوص معرکہ دجال اکبر میں حق پر قائم رہنا ممکن باقی نہیں رہے گا اگر

امت مسلمہ محمدیہ نے فی الفور انفرادی و اجتماعی سطح پر 'خبث' کو گھٹانے اور 'طیبات' کو بڑھانے کی جی توڑ جدوجہد کی۔ اگر انہوں نے ایسی جی توڑ کوشش کی تو امید واثق ہے کہ پوری دنیا میں ان پر آئی ہوئی 25 فیصد مصیبتیں از خود دور ہو جائیں گی۔ لیکن اگر انہوں نے اس پر فی الفور کان نہ دھرا اور اصلاح احوال کی موثر اور جامع تدبیر نہ کی تو وہ عنقریب 'طیبات' کے بڑھانے اور 'خبث' کے گھٹانے کی معتاد صورت سے بھی محروم ہو جائیں گے اور دجال اکبر کا فتنہ ان کی رہی سہی اتنی طاقت بھی سلب کر لے گا۔

(۶) اس وقت پوری امت مسلمہ محمدیہ پر فرض ہے اور بالخصوص اہل ہمم پر کہ وہ درج ذیل کام کریں

(۱) 'خبث' اور 'خبثت' کی بڑھتی ہوئی رفتار (Acceleration) کو کم کرنا۔

(۲) 'خبث' اور 'خبثت' کی رفتار (Speed) کو کم کرنا۔

(۳) 'طیب' اور 'طیبات' کی کیفیت کو بڑھانا۔

(۴) 'طیب' اور 'طیبات' کی رفتار کو بڑھانا۔

(۵) 'طیب' اور 'طیبات' کے دائرے کو وسیع، میسج اور ارفع کرنا۔

(۷) بالعموم ساری امت مسلمہ محمدیہ کا اور بالخصوص ان میں اہل ہمم کا 'طیبات' کی سطح پر ساری

کائنات کے غیر مختار مخلوقات کے ساتھ اسلام میں بلاتا خیر متحد و ہم آہنگ ہو جانا۔

(۸) بالعموم ساری امت مسلمہ محمدیہ کا اور بالخصوص ان میں اہل ہمم کا 'رضاء الہی' سے فی الفور ہم آہنگ

ہو جانا۔

(۹) واضح ہو کہ فی زمانہ درج ذیل امور کے واقع ہو جانے اور ان میں روز

افزوں اضافہ سے روئے ارض پر 'خبث' اور 'خبثت' کی سطح تیزی سے بڑھ رہی

ہے اور 'طیب' اور 'طیبات' کی سطح تیزی سے گھٹ رہی ہے اور پوری دنیا

میں اجسام، قلوب، افعال اور احوال پر ابلیس اور دجال اکبر کو غلبہ ہوتا جا رہا ہے۔

(الف) ایمانی:

- (۱) شرک کی کثرت ہو جانا یعنی مشرکانہ اعمال کی کثرت ہو جانا۔ (۲) اصنام کی کثرت ہو جانا۔ (۳) شرک خفی کی کثرت ہو جانا۔ (۴) کفر باللہ کی کثرت ہو جانا۔ (۵) کفر بالرسول کی کثرت ہو جانا۔ (۶) کفر بالآخرت کی کثرت ہو جانا۔ (۷) اعمال میں کفر کی کثرت ہو جانا۔ (۸) ہنرمیں کفر کی کثرت ہو جانا۔

(ب) عبادات

- (۱) قیام نہ ہونا، قیام صلوٰۃ نہ ہونا۔ (۲) قیام اللیل نہ ہونا، یعنی تہجد نہ پڑھا جانا۔ (۳) اقامت صلوٰۃ نہ ہونا۔ (۴) اذان نہ ہونا۔ (۵) متعدد مقامات پر اذان ہونے کی بجائے لاوڈ اسپیکر سے اذان ہونا۔ (۶) نمازوں میں انسانی مکبر کے بجائے لاوڈ اسپیکر کا استعمال ہونا۔ (۷) اقامت جمعہ نہ ہونا۔ (۸) جمعہ میں لوگوں کا خطبہ اولیٰ اور ثانیہ کی طرف متوجہ نہ ہونا۔ (۹) جمعہ کا اہتمام نہ ہونا، جمعہ کے دن سنت کا اہتمام نہ ہونا۔ (۱۰) جمعہ کے دن سبت کا اہتمام نہ ہونا اور کام، کاروبار، دوکانوں اور فیکٹریوں کا پوری طرح بند نہ ہونا۔ انسانی عمل حیات کا پوری طرح بند نہ ہونا۔ (۱۱) جمعہ کے دن غیر معذور عورتوں کا گھروں میں 'سبت' کا اہتمام نہ کرنا یعنی قریب ترین مسجد جہاں جمعہ کی اقامت ہوتی ہے اس کی اذان خطبہ سے ختم نماز تک سب کا مصلیٰ پر نہ ہونا۔ (۱۲) اقامت حج نہ ہونا۔ (۱۳) حج کے لئے ذہنی اور فکری تیاری نہ کرنا۔ (۱۴) حرام اور مشتبہ مال سے حج کرنا۔ (۱۵) غیر انفاقی حج کرنا۔ (۱۶) چندوں کے لئے حج کرنا۔ (۱۷) مال حاصل کرنے کے لئے حج کرنا۔ (۱۸) بھیک لینے کے لئے اور صدقات حاصل کرنے کے لئے حج کرنا۔ (۱۹) تفاخر کے لئے حج کرنا۔ (۲۰) استطاعت ہوتے ہی حج نہ کرنا۔ (۲۱) استطاعت ہوتے ہوئے حج نہ

کرنا۔ (۲۲) زکوٰۃ نہ دینا۔ (۲۳) زکوٰۃ بسط نہ دینا۔ (۲۴) مال پر مال جمع کرنا یہاں تک کہ اس پر سال گزر جانا اور اس پر زکوٰۃ کا واجب ہو جانا۔ (۲۵) جس مال پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہو گئی ہو اس پر بھی زکوٰۃ ادا نہ کرنا۔ (۲۶) رمضان کے روزے نہ رکھنا۔ (۲۷) قضا روزوں کی ادائیگی کا اہتمام نہ کرنا۔ (۲۸) رمضان کے علاوہ دنوں میں روزوں کا اکثر اہتمام نہ کرنا۔ (۲۹) روزہ کے دوران اس کی رعایت اور اس کا احترام نہ کرنا۔ (۳۰) وقت پر نماز کا قائم نہ کرنا۔ (۳۱) تلاوت قرآن نہ ہونا۔ (۳۲) مسلمان گھروں میں ہر وقت کسی نہ کسی کا قرآنہ قرآن نہ کرتے رہنا۔ (۳۳) غیر ذی روح مثلاً ریڈیو، ٹی وی کیسٹ میں قرآنہ کا ہونا۔ (۳۴) قرآنہ قرآن کو شوقیہ سننا۔ (۳۵) قرآنہ قرآن کے وقت مودب ہو کر بیٹھنا نہ سننا۔ (۳۶) منزل علی القلب قرآن کی غیر آدمی اور غیر مومن کے ذریعہ قرآنہ ہونا اور اس کا سننا۔ (۳۷) مرسوم قرآن کا ناپاکی کی جگہ پر رکھنا رہنا۔ (۳۸) مرسوم قرآن کا ناپاک ہاتھوں سے مس ہونا۔ (۳۹) مرسوم قرآن کا نجس افراد یعنی کفار و مشرکین کے ہاتھوں میں دیا جانا۔ (۴۰) مرسوم قرآن کا نجس افراد کے کتھوں میں ہونا۔ (۴۱) 'سہات' کا اہتمام نہ ہونا۔ (۴۲) عشاء کے بعد بھی دیر تک گھروں میں تیز روشنی کا جلنا۔ (۴۳) عشاء کے بعد بھی دفتروں، تجارت کے کاروبار، صنعت اور زراعت کے کاروبار کا صبح تک بلا ضرورت جاری رہنا۔ (۴۴) عشاء کے بعد بھی گھروں اور محلوں میں عورتوں، بچوں اور مردوں کا بلا ضرورت جاگا رہنا اور علاقے میں بلا ضرورت تیز روشنی کا ہونا۔ (۴۵) صبح صادق کے ہونے کے باوجود مردوں اور عورتوں کا بیدار نہ ہونا۔ (۴۶) مردوں، عورتوں اور بچوں کا طلوع آفتاب کے وقت بلا ضرورت سوتا

- رہنا۔ (۴۷) مسلمان گھروں، محلوں، شہروں، علاقوں، اور ملکوں بلکہ پورے ارض میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کے یہاں ہر وقت قرآن کی قرأت کا نہ ہونا۔
- (۴۸) مسلمان گھروں، محلوں، شہروں علاقوں ملکوں بلکہ پورے ارض میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کے یہاں ہر وقت آنحضرت ﷺ اور ان کی آل اور جملہ مومنین پر درود کا نہ پڑھا جانا۔ (۴۹) جمعہ کے دن بطور خاص کثرت سے درود نہ پڑھا جانا۔ (۵۰) مسلمانوں کا زیادہ سے زیادہ صدقہ دینے کا اہتمام نہ کرنا۔
- (۵۱) ہفتہ کے روزوں کا اہتمام نہ کرنا۔ (۵۲) مسلمانوں کا دیر تک غسل کی حاجت کی حالت میں ناپاک رہنا اور اس میں کاروبار کرنا۔
- (۵۳) مسلمانوں کا ہر وقت وضو یا تیمم کا اہتمام نہ کرنا اور ایسی حالت میں اکثر کاروبار حیات کرنا۔ (۵۴) معاشرے میں بلا ضرورت شام اور رات کے مجالس کی کثرت ہو جانا خواہ وہ بظاہر نیک ہی کیوں نہ معلوم ہوں۔
- (۵۵) معاشرے میں رات کے اوقات میں تیز روشنی کا ہونا۔ (۵۶) ہر طرح کی پس اندازی مثلاً احتیاطی پس اندازی اور توقعاتی پس اندازی میں غیر معمولی اور خطیر اضافہ ہو جانا۔ (۵۷) بڑے بڑے مالی تمویل کی کثرت ہو جانا۔
- (۵۸) معاشرے میں تصویر کشی، تصویر سازی، تصویر اندوزی کی کثرت ہو جانا۔
- (۵۹) بڑے بڑے کھیت کی کثرت ہو جانا۔ (۶۰) سونے اور چاندی کے زیورات کی کثرت ہو جانا۔ (۶۱) ضرورت سے زیادہ اسباب زندگی مثلاً رہائشی گھر، لباس، استعمال کے سامان یا برتن کی کثرت ہو جانا۔ (۶۲) عالیشان رہائش گاہوں، مرد فرشوں، ملبس و ملبوس دیواروں اور اونچے اونچے صدر دروازوں کی کثرت ہو جانا۔ (۶۳) شراب خانوں، قحبہ خانوں، قمار، خانوں، لہو و لعب کے مراکز اور ذرائع اور اشیاء کی کثرت ہو جانا ان کا دن رات ہر وقت دستیاب ہونا اور آسانی سے ان تک رسائی کی کثرت ہو جانا۔ (۶۴) عبادت

گاہوں کا بالکل مقفل ہونا، یا کبھی کبھی کھلنا یا صرف عبادت کے اوقات میں کھلنا اور رات کو کلیتاً مقفل ہونا۔

(ت) معاملات:

- (۱) سود لینا۔ (۲) سود دینا۔ (۳) سودی کاروبار کرنا۔ (۴) سودی کاروبار میں کسی صورت ملوث ہونا خواہ حساب و کتاب رکھنا ہو یا کوئی اور عمل۔
- (۵) سودی رقم سے حاصل شدہ غذا کا کھانا خواہ کسی کی دعوت ہو۔ (۶) سودی رقم سے حاصل شدہ مکان میں رہنا یا اس کا تصرف کرنا۔ (۷) سودی رقم سے حاصل شدہ لباس کا استعمال کرنا۔ (۸) سودی رقم سے تعمیر کردہ مسجد و مدرسہ سے استفادہ کرنا۔ (۹) مسجد و مدرسہ اور تعلیم گاہوں کو سودی رقم سے تعمیر اور اس سے استفادہ کرنا۔ (۱۰) سودی رقم سے حج کرنا۔ (۱۱) سودی رقم سے طلباء کی مدد کرنا۔ (۱۲) حرام مال سے تجارت کرنا۔ (۱۳) حرام مال سے کاشتکاری کرنا۔ (۱۴) حرام مال سے صنعت کاری کرنا۔ (۱۵) حرام مال کا جمع کرنا۔ (۱۶) خوشحال لوگوں کا تنہا اپنے آپ میں زندگی گزارنا۔ (۱۷) خوشحال لوگوں کا صرف اپنے جیسے خوشحال لوگوں میں نشست و برخاست رکھنا۔ (۱۸) خوش حال لوگوں کا ناداروں، نادار قرابت داروں، پڑوسیوں اور نادار پڑوسیوں سے آمد و رفت اور نشست و برخاست نہ رکھنا اور ان کے ساتھ حسن سلوک نہ کرنا۔ (۱۹) عام مسلمانوں کا ناداروں، قرابت داروں اور پڑوسیوں سے بے اعتنائی برتنا۔ (۲۰) عام مسلمانوں کا محتاجوں اور سائل کی مدد نہ کرنا۔ (۲۱) خوشحال مسلمانوں کا محتاج مسلمانوں کی خبر گیری میں اتنی تاخیر کرنا کہ وہ علانیہ اپنی حاجت بیان کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ (۲۲) مسلمانوں کے گھروں میں قییموں اور بیواؤں کا پایا نہ جانا۔ (۲۳) مسلمانوں کا مسافروں کی خبر گیری نہ کرنا۔ (۲۴) وراثت میں بڑی بڑی جائدادیں چھوڑ جانا۔

- (۲۵) وراثت کی بڑی بڑی جائیدادوں کا تقسیم نہ ہونا۔ (۲۶) وراثت کی تقسیم میں تاخیر ہونا۔ (۲۷) بلوغت کے بعد مرد یا عورت کے نکاح میں تاخیر ہونا۔ (۲۸) تاہلی زندگی گزارنے کی اہل مطلقہ اور بیوہ خواتین کا بلا عذر شرعی غیر تاہلی زندگی گزارنا۔ (۲۹) مسلم تاجروں کا ناپ اور تول میں بد دیانتی کرنا۔ (۳۰) روئے ارض پر مسلمانوں میں انفاقی اخذ کا کم ہو جانا اور بیع و صدقہ کا زیادہ ہو جانا۔ (۳۱) معاملات اخذ میں بیع کا کم ہو جانا اور ربا کا بڑھ جانا۔ (۳۲) معاملات دین میں صدقہ کا کم ہو جانا اور ربا کا بڑھ جانا۔ (۳۳) بیع باطل اور بیع فاسد کا بڑھ جانا۔ (۳۴) پیداوار میں ذخیرہ کا بڑھ جانا۔ (۳۵) آمدنی میں کنز کا بڑھ جانا۔ (۳۶) کنز میں توقعاتی (Speculative) کنز کا بڑھ جانا۔ (۳۷) تمویل (Investment) میں توقعاتی تمویل مثلاً اسٹاک کاروبار اور شیئرز کاروبار کا بڑھ جانا۔ (۳۸) مال — جس و نقد کی ذخیرہ اندوزی ہونا۔ (۳۹) اموال تجارت کی ذخیرہ اندوزی ہونا۔ (۴۰) فصلوں، اناجوں، پھلوں، گوشت مچھلیوں، سبزیوں، کی ذخیرہ اندوزی کرنا اور انہیں کولڈ اسٹوریج میں رکھنا۔ (۴۱) ہر طرح کی اشیاء کے لئے فریج اور کولڈ اسٹوریج کی سہولتوں کا ہو جانا۔ (۴۲) پکے ہوئے کھانوں کا پھینک دیا جانا اور کوڑا دانوں، نالیوں اور گٹر میں ڈال دیا جانا۔ (۴۳) کھانا کھاتے ہوئے تفاخر کے آداب اختیار کرنا۔ (۴۴) کھانوں میں اسراف کا ہونا۔ (۴۵) تقریبات میں اسراف ہونا۔ (۴۶) پلیٹوں اور دسترخوانوں پر کھانے کے ٹکڑوں کا چھوڑ دیا جانا اور ان کا تلف ہو جانا۔ (۴۷) پانی کا اسراف کرنا خواہ وضو اور غسل اور جنابت جیسے ضروری کام میں ہی کیوں نہ ہوں۔ (۴۸) پانی پر قبضہ کر لیا جانا اور جانوروں، پرندوں چرندوں اور دیگر حیوانات

کو باسانی پانی پینے سے محروم کر دینا۔

(ث) گناہ جرائم:

- (۱) قتل عمد ہونا۔ (۲) بے گناہوں کا قتل ہونا۔ (۳) قزاقی ہونا اور کرنا۔
- (۴) قزاقی میں بالواسطہ یا بلاواسطہ شامل ہونا یا مددگار ہونا۔ (۵) رہزنی ہونا اور کرنا۔ (۶) رہزنی میں بالواسطہ اور بلاواسطہ شامل ہونا یا مددگار ہونا۔
- (۷) رہزنی اور قزاقی کے مال کا جانے ہوئے تصرف کرنا۔ (۸) قصاص کا قائم نہ ہونا۔ (۹) دیت کا نہ دیا جانا۔ (۱۰) زنا ہونا۔ (۱۱) زنا بالرضا ہونا۔
- (۱۲) زنا بالجبر ہونا۔ (۱۳) زنا کی حد جاری نہ ہونا۔ (۱۴) زانی سے میل جول رکھنا۔ (۱۵) مال حرام کھانے والوں، زانیوں اور قاتلوں کی عزت کرنا۔
- (۱۶) انہیں مساجد، منابر، مدارس، معاشرہ اور حکومت میں اعلیٰ مناصب پیش کرنا، ان کے لئے لوگوں سے سفارش کرنا۔ (۱۷) چوری کرنا۔ (۱۸) چوری میں بالواسطہ اور بلاواسطہ شامل ہونا۔ (۱۹) اجرت یا کرایہ کی چوری کرنا، مثلاً، بس، ریل، ہوائی جہاز سے بے ٹکٹ سفر کرنا یا بجلی کی چوری کرنا یا بل کی ادائیگی میں چوری کرنا۔ (۲۰) زنا سے اولاد حاصل کرنا۔ (۲۱) حرام طریقہ سے اولاد حاصل کرنا۔ (۲۲) مال غصب کرنا اور غصب مال کے لین دین میں قباحت محسوس نہ کرنا۔ (۲۳) مردوں کا مردوں سے اور عورتوں کا عورتوں سے، مردوں اور عورتوں کا بچوں سے جنسی تلمذ کرنا، اور ایسے لوگوں کی تعداد بڑھ جانا۔ (۲۴) مردوں کا عورتوں کا اور عورتوں کا مردوں کا لباس و طرز رہائش اختیار کرنا۔ (۲۵) انسانوں کا جانوروں سے جنسی تلمذ کرنا اور ان کی تعداد کا بڑھ جانا۔

(ج) اجتماعی:

- (۱) قائدین — حکمرانوں، علماء اور مشائخ کا فاسق و فاجر ہو جانا۔ (۲) عوام

کا فاسق و فاجر حکمرانوں، علماء، اور مشائخ کا معتقد ہونا اور ان کا پشتیبان و مددگار
 ہونا۔ (۳) حکمرانوں کا ظالم اور خائن ہو جانا۔ (۴) حکومت کے اہل
 کاروں کا ظالم، خائن، فاسق اور فاجر ہو جانا۔ (۵) ظالم، خائن، فاسق و فاجر
 حکمرانوں اور ان کے اہل کاروں سے علماء و مشائخ کا قربت رکھنا اور ان کی توقیر یا
 ان کے لئے شفقت کا اظہار عام کرنا۔ (۶) علماء و مشائخ کا ایسے حکمرانوں اور
 ان کے اہل کاروں سے تحفہ قبول کرنا یا ان کے حسن سلوک سے استفادہ کرنا۔
 (۷) حکمرانوں اور ان کے اہل کاروں کا خود جا کر غریبوں اور کمزوروں سے نہ
 ملنا۔ (۸) حکمرانوں اور ان کے اہل کاروں کا خود جا کر غریبوں اور کمزوروں
 کے احوال کی خفی اور جلی خبر نہ لینا۔ (۹) حکمرانوں اور ان کے اہل کاروں کا خود
 جا کر غریبوں اور کمزوروں کی داد رسی نہ کرنا۔ (۱۰) کمزوروں، مظلوموں اور
 غریبوں کا حکمرانوں یا ان کے اہل کاروں تک عام اور آسان رسائی نہ ہونا۔
 (۱۱) عدل کرنے پر متعین ذمہ داروں کا بطور خاص فاسق اور فاجر ہو جانا۔
 (۱۲) عدل ملنے میں تاخیر ہونا۔ (۱۳) عدل کی تاخیر سے ظالم کا جری اور مظلوم کا
 مایوس ہو جانا۔ (۱۴) عدل نہ ملنا۔ (۱۵) ہوامٹی، پانی، گھاس اور جنگل پر ظالم
 جابروں کا قبضہ ہو جانا۔ (۱۶) ظالم اور جابر لوگوں کا مٹی، پانی، گھاس اور جنگل
 سے منافع حاصل کرنا۔ (۱۷) بارش کے پانی، بہتے ہوئے چشموں
 ، ندیوں، اور پانی کے بڑے بڑے ذخائر مثلاً جھیلوں اور سمندروں کے کناروں
 پر ظالم و جابر لوگوں کا قبضہ ہو جانا۔ (۱۸) بستیوں کے آس پاس کھلی چراگاہوں
 پر ذاتی قبضہ ہو جانا۔ (۱۹) جنگلوں، وہاں کے پیڑوں پودوں، گھاس، لکڑی اور
 پتوں پر ظالم و جابر لوگوں کا قبضہ ہو جانا، اور خلق خدا اور عام جانوروں کا اس کے
 استفادہ سے محروم ہو جانا۔ (۲۰) روئے ارض پر سایہ دار درختوں، پھل دار
 درختوں خود رو پودوں اور جھاڑیوں اور گھاس کے میدانوں کو بے تحاشا کاٹ کر یا

جلا کر تباہ کر دیا جاتا۔ (۲۱) معاشرے میں تیز رفتار سواریوں بالخصوص غیر
 ذی روح سواریوں کی کثرت ہو جانا مثلاً کاریں، ریل، ہوائی جہاز، ہیلی
 کوپٹر وغیرہ۔ (۲۲) معاشرے میں اونچی اونچی تعمیرات کی کثرت ہو جانا۔
 (۲۳) معاشرے میں فنون لطیفہ اور اس کے رواج کی کثرت ہو جانا۔
 (۲۴) زمین پر بڑے بڑے فرس کی کثرت ہو جانا۔ (۲۵) رہائشی اور غیر
 رہائشی تعمیرات میں ٹاورس (Towers) کا ہو جانا۔ (۲۶) زمین پر مصنوعی
 آوازوں یعنی بالواسطہ یا بلاواسطہ انسانی اعمال کے نتیجے میں پیدا ہونے والی
 آوازوں کی کثرت ہو جانا مثلاً، مشینوں، گاڑیوں، ریلوں، ہوائی
 جہازوں، دھماکوں، لاوڈ اسپیکروں، وغیرہ کی آوازیں۔ (۲۷) روئے ارض پر
 بچوں، عورتوں اور مردوں کی غلاموں کی حیثیت میں خرید و فرخت کا بڑھ جانا۔
 (۲۸) روئے ارض پر بچوں، عورتوں اور مردوں کو غلامی سے آزاد کرانے کے عمل کا
 بند یا کم ہو جانا۔ (۲۹) بردہ فروشی کا بڑھ جانا۔ (۳۰) فحشہ گری کی کثرت
 ہو جانا۔ (۳۱) کاشت کاری کا صنعت ہو جانا یعنی صنعتی کاشت کاری کی کثرت
 ہو جانا۔ (۳۲) روئے ارض پر بڑے بڑے کھیت کی کثرت ہو جانا۔
 (۳۳) روئے ارض پر بڑی بڑی صنعت کی کثرت ہو جانا۔ (۳۴) روئے
 ارض پر بڑے بڑے ڈیم کی کثرت ہونا۔ (۳۵) بڑے بڑے شہروں کی
 کثرت ہونا۔ (۳۶) ایک شہر کا دوسرے شہر سے مل جانا۔ (۳۷) معاشرے
 میں سونا، چاندی، نوٹوں، سکوں اور علامتی زر کی کثرت ہو جانا۔ (۳۸) بیع اور
 شراء کی رفتار کا بے حد تیز ہو جانا۔ (۳۹) سونے، چاندی، نوٹوں، اور علامتی
 زر کا تیزی سے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہونا۔ (۴۰) روئے ارض
 پر جمادات کی عظیم مقدار کا مصنوعی طور پر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کی
 کثرت ہو جانا۔ (۴۱) سیال جمادات مثلاً پانی کی عظیم مقدار کا مصنوعی طور

پر روک لئے جانے یا جمع کر لئے جانے کی کثرت ہو جانا، مثلاً مصنوعی جھیل، اور
 ڈیم بنا کر پانی کے بڑے ذخائر بنائے جانے کی کثرت ہو جانا۔ (۴۲) زیر
 زمین، بر زمین، زیر آب، بر سر آب، فضاء میں، اور خلا، میں بڑے بڑے
 جہازوں، شٹل، سیارچوں اور اسپیس شپ کی کثرت ہو جانا۔
 (۴۳) معاشرے میں جراحی کی کثرت ہو جانا۔ (۴۴) معاشرے میں
 اندرونی جراحی کی کثرت ہو جانا۔ (۴۵) روئے ارض پر اعلیٰ سرمایہ دارانہ نظام
 (High Capitalism) کی کثرت ہو جانا۔ (۴۶) روئے ارض پر اعلیٰ
 نسل پرستی (High Racialism) کی کثرت ہو جانا۔ (۴۷) روئے
 ارض پر اعلیٰ استعماریت (High Imperialism/Colonialism) کی
 کثرت ہو جانا۔ (۴۸) روئے ارض پر بڑے بڑے مائنس
 (Mines) اور ڈرل (Drills) کی کثرت ہو جانا۔ (۴۹) روئے ارض پر
 اسلحوں — آتشیں، کیمیاوی، حیاتیاتی کی کثرت ہو جانا۔ (۵۰) روئے
 ارض پر بڑے بڑے بس اسٹینڈ، ریلوے اسٹیشن، ہوائی اڈوں بندرگاہوں اور
 خلائی اسٹیشنوں کی کثرت ہو جانا۔

لائحہ فکر و عمل

(۱) درج ذیل لائحہ فکر و عمل اصلاً اہل ہمم اور غیر اہل ہمم، مستضعفین اور اہل عذر ہر دو طبقوں کے لئے ہے۔ اہل ہمم ان پر عمل درآمد "ترقی وسیع کے طریقہ" سے کریں گے اور غیر اہل ہمم، مستضعفین اور اہل عذر اپنے اپنے ظروف و احوال میں ترقی راسخ کے طریقہ سے۔

(۲) ہر دو امور یعنی:

(۱) قرآن و سنت رسول ﷺ میں ایمانی، فکری، اور علمی درک اور رسوخ کا حصول

اور

(۲) سنت رسول ﷺ کے انفرادی و اجتماعی عملی اجراء کے لئے درج ذیل

شعبوں کو محور بنا کر قرآن و سنت میں تعقل، تدبیر، تفقہ اور منتظر کرنا ہوگا اور پھر اس کے داعیات اور تقاضوں کے مطابق عملی رویے کو تبدیل کرنا ہوگا۔ امید قوی ہے کہ اللہ رب العالمین کی مدد ضرور آئے گی اور اہل ہمم پر ان شاء اللہ نزول وسیع، اور غیر اہل ہمم پر "نزول راسخ" ہوگا۔

لائحہ فکر و عمل

(۱) محاور:

(۱) محورِ اَلنَّهْ

(۲) محورِ ادب

(۳) محورِ تاریخ

(۴) محورِ سِماواتِ وَاَلْاَرْضِ (غیر روحانی)

(۵) محورِ سِماواتِ وَاَلْاَرْضِ (روحانی)۔

(۲) تمام محاور پر غور و فکر اور پھر اس کی تعمیل کی بنیاد اہل ہم کے لئے صرف قرآن و سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ غیر اہل ہم قرآن و سنت کے علاوہ دیگر علوم مخزون سے بھی مدد لے سکتے ہیں تا وقتیکہ صرف قرآن و سنت پر مبنی علمی خزانہ جمع نہ ہو جائے۔

(۳) امت میں موجود مذہبی و عصری علوم کے ادارے، ان میں رائج نصابی کتب، ان کے مراجع اور مصادر، مذہبی اور عصری علوم کے علماء — معرکہ دجال اکبر کے لئے اہل ہم تیار کرنے سے قاصر ہیں اس لئے کہ وہ اس کام کے لئے کم ترین علمی لیاقت سے بھی محروم ہیں۔ ظن غالب ہے کہ اس کے لئے اہل ہم بظاہر عام نظر آنے والے مسلمانوں میں سے ان شاء اللہ از خود پیدا ہوں گے جو دراصل تلمیذ الرحمن ہوں گے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب پطرس اور جیمس اور آنحضرت ﷺ کے اصحاب ابو بکر، عمر، علی، بلال، سمیہ، عمار، یاسر یا صہیب تھے۔

یتیمے کہ نا کردہ قرآن درست

کتب خانہ روم و ایراں ہشت

کا حقیقی مفہوم یہی ہے۔

جہاں ایک جانب علماء وقت قرآن و سنت رسول اللہ ﷺ کے علوم سے خالی ہیں وہیں دوسری جانب عصری علوم کے اکثر مسلمان اہل علم "بزائخفش" ہیں۔ علماء وقت اور مشائخ وقت سے اندیشہ ہے کہ وہ علماء یہود کی روش اختیار نہ کر لیں۔۔۔ جیسا کہ خبر دی گئی ہے۔۔۔ (للتبعن سنن الذین من کان قبلکم: تم ان کے نقش قدم پر چل کر رہو گے جو تم سے پہلے ہوئے) اور محض اپنی بدبختی میں حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی تکذیب کرنے اور ان کو مار ڈالنے کی جدوجہد میں عملاً ابلیس، دجال اکبر اور یہود کا ساتھ نہ دے دیں۔ مسلمان علماء عصری علوم کی اکثریت جس طرح مغرب کے "بزائخفش" ہیں ان سے اندیشہ ہے کہ وہ یہود کے "Golem" نہ بن کر رہ جائیں۔ گزشتہ سو سالوں میں اس عاجز کے علم کی حد تک اس کی پوری گنجائش تھی کہ وہ یہود کے "Golem" ہوتے ہوئے بھی باطل کے لئے "Frankenstein" بن سکتے تھے۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ یہ وقت ضائع کر دیا گیا۔ اب اس عاجز کو اس کی توقع نہیں کہ وہ "Frankenstein" بھی بن سکیں۔

تاہم چند علماء کرام میں اور اکثر عصری علوم کے اہل علم میں ایک خاص قسم کی 'جوہد الحمد للہ' اب بھی پائی جاتی ہے۔

چنانچہ اگر انہوں نے اس کو ضائع ہونے سے بچالیا اور زیر بحث لائحہ فکر و عمل پر عمل پیرا ہو گئے تو ممکن ہے کہ امت کے لئے ایسے اہل ہم پیدا ہو جائیں جو صالح قیادت دے سکیں۔ یہ لائحہ عمل صرف قرآن و سنت کی مدد سے ہی پورا کیا جاسکتا ہے۔ اس عاجز کا اندازہ ہے کہ معروف مذہبی علمی سرمایہ اس میں زیادہ مددگار ثابت نہیں ہوگا۔ مغرب کا علم تصور و تصدیق میں مددگار تو ہو سکتا ہے مگر صرف ایک حد تک۔

(۴) محور اول: محور السنۃ:

(الف) علم قراءت کا عام، متوسط اور عمیق علم (یہ علم قراءت معروف علم قراءت نہیں بلکہ علم قرآن ہے۔)

عام، متوسط و عمیق علم

(۱) علم نور و قراءت نور کا

عام، متوسط و عمیق علم

(۲) علوم مخلوقات نوری کا

- (۳) علم نار و قراءت نار کا
 عام، متوسط و عمیق علم
- (۴) علوم مخلوقات ناری کا
 عام، متوسط و عمیق علم
- (۵) علم ارض و قراءت سماء کا
 عام، متوسط و عمیق علم
- (۶) علم سماء و قراءت سماء کا
 عام، متوسط و عمیق علم
- (۷) علوم مخلوقات ارضی کا
 عام، متوسط و عمیق علم
- (۸) علوم جمادات کا
 عام، متوسط و عمیق علم
- (۹) علوم نباتات بحری، فضائی و سمائی کا
 عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۰) علوم حیوانات بری، بحری، فضائی و سمائی کا
 عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۱) علم نظلمات و قراءت نظلمات کا
 عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۲) علم صوتیات کا
 عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۳) علم لہجات کا
 عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۴) علم لسانیات کا
 عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۵) علم صور کا
 عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۶) علم کتابت کا
 عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۷) علم اشارہ کا
 عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۸) علم علامت کا
 عام، متوسط و عمیق علم

(ب) عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم (واضح ہو کہ عربی مبین موجودہ عربی زبان نہیں

بلکہ وہ زبان ہے جس کا موجود سب سے مستند ذخیرہ قرآن عظیم الشان ہے)

- (۱) علم تکوین کی عربی مبین کا
 عام، متوسط و عمیق علم
- (۲) علم تخلیق کی عربی مبین کا
 عام، متوسط و عمیق علم
- (۳) علم تربیب کی عربی مبین کا
 عام، متوسط و عمیق علم
- (۴) ماوراء الجنتہ کی عربی مبین کا
 عام، متوسط و عمیق علم

- (۵) الجیزہ کی عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۶) ماوراء ارض کی عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۷) ما قبل تسخیر ارض کی عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۸) ما بعد تسخیر ارض کی عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۹) ماوراء صوبہ بشر کی عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۰) عہد آدم و حوا کی عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۱) عہد شیث کی عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۲) عہد انس کی عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۳) عہد انس کی غیر عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۴) ما قبل طوفان نوح کی عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۵) ما قبل طوفان نوح کی غیر عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۶) عہد نوح ما بعد طوفان کی عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۷) عہد نوح ما بعد طوفان کی غیر عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۸) عہد عاد کی عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۹) عہد عاد کی غیر عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۲۰) عہد ثمود کی عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۲۱) عہد ثمود کی غیر عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۲۲) عہد قوم شعیب کی عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۲۳) عہد قوم شعیب کی غیر عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۲۴) عہد ابراہیم کی عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۲۵) عہد ابراہیم کی غیر عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۲۶) اقوام باندہ کی غیر عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم

- (۲۷) اقوام الذین اشرکوا کی غیر عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۲۸) اقوام الذین کفروا کی غیر عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۲۹) اقوام الذین ظلموا کی غیر عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۳۰) عہد یعقوب کی عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۳۱) عہد یعقوب کی غیر عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۳۲) عہد موسیٰ کی عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۳۳) عہد موسیٰ کی غیر عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۳۴) عہد داؤد کی عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۳۵) عہد داؤد کی غیر عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۳۶) عہد یسعیاہ کی عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۳۷) عہد یسعیاہ کی غیر عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۳۸) عہد حزقیئیل کی عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۳۹) عہد حزقیئیل کی غیر عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۴۰) عہد عزیر کی عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۴۱) عہد عزیر کی غیر عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۴۲) عہد زکریا کی عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۴۳) عہد زکریا کی غیر عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۴۴) عہد عیسیٰ کی عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۴۵) عہد عیسیٰ کی غیر عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۴۶) عہد نبوی ﷺ کی عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۴۷) عہد نبوی ﷺ کی غیر عربی مبین کا عام، متوسط و عمیق علم

(۴۸) مابعد نبوی ﷺ کی عربی مہین کی تشکیل عام، متوسط و عمیق علم

جدید کا

(۴۹) مابعد عہد نبوی عربی مہین کی تشکیل جدید میں عام، متوسط و عمیق علم

ناکام ہونے والی اقوام کی لسان کا

(۵۰) مابعد عہد نبوی کی غیر عربی مہین السنہ کا عام، متوسط و عمیق علم

(۵۱) عہد حاضر میں عربی مہین کی تشکیل کی لسانی عام، متوسط و عمیق علم

صورتحال کا

(۵۲) عہد حاضر میں تشکیلی عربی مہین، تشکیلی معکوس عام، متوسط و عمیق علم

عربی مہین اور السنہ غیر عربی مہین کا

(۵) محور دوم: محور ادب:

(الف) عربی مہین: اول

عام، متوسط و عمیق علم

(۱) نوری ادب کا

عام، متوسط و عمیق علم

(۲) ناری ادب کا

عام، متوسط و عمیق علم

(۳) سمائی ادب کا

عام، متوسط و عمیق علم

(۴) ظلماتی ادب کا

عام، متوسط و عمیق علم

(۵) الجنة کے ادب کا

عام، متوسط و عمیق علم

(۶) ارضی ادب کا (ما قبل تسخیر)

عام، متوسط و عمیق علم

(۷) ارضی جماداتی ادب کا (مابعد تسخیر)

عام، متوسط و عمیق علم

(۸) ارضی نباتاتی ادب کا

عام، متوسط و عمیق علم

(۹) ارضی حیواناتی ادب کا

عام، متوسط و عمیق علم

(۱۰) صوتیاتی ادب کا

عام، متوسط و عمیق علم

(۱۱) اشاراتی ادب کا

عام، متوسط و عمیق علم	(۱۲) علاماتی ادب کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۱۳) صوری ادب کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۱۴) قراءتی ادب کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۱۵) لہجائی ادب کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۱۶) لسانی ادب کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۱۷) کتابتی ادب کا
	(ب) عربی مبین : دوم:
عام، متوسط و عمیق علم	(۱) تلوینی ادب کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۲) تخلیقی ادب کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۳) ترتیبی ادب کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۴) ماوراء الجنتۃ بشری ادب کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۵) الجنتۃ کے بشری ادب کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۶) عہدِ آدم و حوا تا عہدِ خاتم النبیین کے عربی مبین ادب کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۷) عہدِ آدم و حوا تا عہدِ خاتم النبیین کے غیر عربی مبین ادب کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۸) عہدِ آدم و حوا تا عہدِ خاتم النبیین کے عربی مبین معکوس کے ادب کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۹) مابعد عہدِ نبوی ﷺ تا تشلیحی عربی مبین ادب کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۱۰) مابعد عہدِ نبوی غیر عربی مبین ادب کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۱۱) مابعد عہدِ نبوی عربی مبین معکوس کے ادب کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۱۲) عہدِ حاشر کی تشلیحی عربی مبین ادب کا

عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم

(۱۳) عہدِ حاضر کی غیر عربی مبین ادب کا
(۱۴) عہدِ حاضر کی عربی مبین معکوس ادب کا

(۶) محوریہ سووم: محورِ تاریخ

(الف)

عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم

(۱) تکوینی تاریخ کا
(۲) تخلیقی تاریخ کا
(۳) تربیتی تاریخ کا
(۴) تسخیری تاریخ کا
(۵) منصبی تاریخ کا
(۶) احتسابی تاریخ کا
(۷) فلسفہ تاریخ کا
(۸) زمانی و مکانی سطح کی تاریخ کا
(۹) بشری سطح کی تاریخ کا
(۱۰) اجتماعی سطح کی تاریخ کا
(۱۱) انفرادی سطح کی تاریخ کا
(۱۲) آثاری تاریخ کا
(۱۳) جاری تاریخ کا
(۱۴) مستقبلی تاریخ کا
(۱۵) اخروی تاریخ کا
(۱۶) شہودی تاریخ کا
(۱۷) تجرباتی تاریخ کا

(ب) بشری تاریخ کے تناظر و تعامل میں

عام، متوسط و عمیق علم	(۱) نوری تاریخ کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۲) ظلماتی تاریخ کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۳) ناری تاریخ کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۴) ارضی تاریخ کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۵) جماداتی تاریخ کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۶) نباتاتی تاریخ کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۷) حیواناتی تاریخ کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۸) عقوبتی تاریخ کا

(ج) بشری تاریخ کی تفصیلات: (تفصیلات سے مراد محض معروف تفصیل نہیں بلکہ قرآنی اصطلاح فصلناہ تفصیلا ہے) یہ تفصیلی تاریخ دراصل حقیقی، منجسی، واقعاتی، حادثاتی، اور کیفیاتی بشری تاریخ ہے۔ اس کا مرکز و محور نہ سنین ہیں، نہ بادشاہ، نہ طرز حکمرانی نہ مالی صورتحال بلکہ دراصل اس کی حقیقی سطح معرکہ خیر و شر کی سطح ہے۔ معرکہ خیر و شر سے الگ روئے ارض پر بشری تاریخ جمادات، نباتات و حیوانات کی تاریخ ہو جائے گی۔

عام، متوسط و عمیق علم	(۱) ما قبل الجنتہ کی بشری تاریخ کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۲) الجنتہ کی بشری تاریخ کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۳) ہبوط آدم کی بشری تاریخ کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۴) عہد آدم و حوا تا عہد خاتم النبیین کی بشری تاریخ کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۵) عہد مابعد خاتم النبیین کی بشری تاریخ کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۶) عہد حاضر کی بشری تاریخ کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۷) عہد مستقبل قریب کی بشری تاریخ کا
عام، متوسط و عمیق علم	(۸) عہد مستقبل بعید کی بشری تاریخ کا

- (۹) عہد برزخ بر زمین کی بشری تاریخ کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۰) عہد آخرت مابعد برزخ کی بشری تاریخ کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۱) عہد حاضر میں جاری (غیر حرکی و حرکی) بشری تاریخ کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۲) جاری شہودی مستقبل بشری تاریخ کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۳) اخروی شہودی مستقبل بشری تاریخ کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۴) معکوسی (۱) اخروی بہ دنیوی (۲) دنیوی بہ عام، متوسط و عمیق علم
- اخروی (۳) ماضوی بہ مستقبل (ماضی میں) (۴) مستقبل بہ ماضوی (ماضی میں) کی تاریخ کا

(۷) محور چہارم: محور سراسموات والارض غیر روحانی

- (۱) علم امر کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۲) علم خلق کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۳) علم تکوین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۴) علم تخلیق کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۵) علم سنت اللہ کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۶) علم تربیب کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۷) علم تزیین کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۸) علم سنت الارض و عادیۃ اللہ کا عام، متوسط و عمیق علم
- فی الارض کا (نور و ظلمات کا)

- (۱) علم طبیعیات کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۲) علم کیمیا کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۳) علم عدد کا عام، متوسط و عمیق علم
- (۴) علم حساب کا عام، متوسط و عمیق علم

- (۵) علم برکا
عام، متوسط و عمیق علم
- (۶) علم بحر کا
عام، متوسط و عمیق علم
- (۷) علم فضاء کا
عام، متوسط و عمیق علم
- (۸) علم ملا کا
عام، متوسط و عمیق علم
- (۹) علم خلا کا
عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۰) علم نور کا
عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۱) علم نظلمات کا
عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۲) علم نار کا
عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۳) علم ارض کا
عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۴) علم سماء کا
عام، متوسط و عمیق علم
- (۱۵) علم طبقات ارض کا (ارضی)
- (۱۶) علم طبقات ارض کا (ماوراء ارضی)
- (۱۷) علم جغرافیہ کا (ارضی)
- (۱۸) علم جغرافیہ کا (ماوراء ارضی)
- (۱۹) علم جمادات کا (ارضی)
- (۲۰) علم جمادات کا (ماوراء ارضی)
- (۲۱) علم نباتات کا (ارضی)
- (۲۲) علم نباتات کا (ماوراء ارضی)
- (۲۳) علم حیوانات کا (ارضی)
- (۲۴) علم حیوانات کا (ماوراء ارضی)
- (۲۵) علم مخلوقات نوری کا
عام، متوسط و عمیق علم
- (۲۶) علم مخلوقات ناری کا
عام، متوسط و عمیق علم

عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم

(۲۷) علم مخلوقات ارضی کا
(۲۸) علم ماہ طیب کا

(۸) محور پنجم: محور سراسموات والارض روحانی

عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم
عام، متوسط و عمیق علم

(۱) علم نظام تکوین کا
(۲) علم نظام خلق کا
(۳) علم نظام عوامل کا
(۴) علم نظام الارض کا
(۵) علم نظام خیر و شر کا
(۶) علم نظام ربط کا
(۷) علم نظام ہدایت کا
(۸) علم نظام دین و شرع کا
(۹) علم نظام معاشرہ کا
(۱۰) علم نظام مکافات کا

(ان کی تفصیلات عاجز کی کتاب عالم اسلام کی روحانی صورت حال صفحات ۳۱ تا ۳۱۷ میں ملاحظہ فرمائیں)

تدبیر و توجیہ - ۱ (حصہ چہارم)

توجیہ و تشکیل: اول

'انفاقی قیام' کی بحال

(۱) 'مستقر' پر پہلا عمل 'قیام' ہے۔ 'قیام' کا آخری مرحلہ 'اقامت' ہے۔ 'اقامت' کا آخری مرحلہ 'اقامت جہاد' ہے۔ 'اقامت جہاد' کا پہلا مرحلہ 'اقامت صلوة' ہے اور 'اقامت صلوة' کا پہلا مرحلہ 'بناء مسجد' ہے۔

(۲) روئے ارض پر صالح ترین اور پاک ترین مسجدیں کون کون سی ہیں اور وہ کیسے بنیں؟ اور اسی کے تتبع میں مسجدیں کیسے بن سکتی ہیں؟

(۳) روئے ارض پر صالح ترین اور پاک ترین مسجدیں صرف وہ مسجدیں ہیں جو انفاقی (اور وہ بھی درجہ اول اور درجہ دوم میں) طور پر بنائی گئی ہیں۔ ایسی مشہور ترین انفاقی مسجدیں درج ذیل ہیں:

(۱) مسجد تین جسے حضرت آدم علیہ السلام نے بنائی

(۲) مسجد زیتون جسے حضرت نوح علیہ السلام نے بنائی

(۳) مسجد بلد امین جسے حضرت ابراہیم و حضرت اسمعیل علیہما السلام نے بنائی

(۴) مسجد طور سینین جسے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے بنائی

(۵) مسجد النبی جسے نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بنائی

(۴) ایسی صالح ترین اور پاک ترین مسجدوں کے تتبع میں مسجد بنانے میں درج ذیل امور کا لحاظ

کیا جانا چاہیے :

(۱) ایسی صالح ترین اور پاک ترین مسجد کی تعمیر میں تین امور شامل ہیں

(۱) ارض (مستقر)

(۲) ارض (متاع)

(۳) عبادت (محنت)

(۲) اس میں :

(۱) ارض (مستقر) اللہ کی جانب سے

(۲) ارض (متاع) اللہ کی جانب سے

(۳) عبادت (محنت) بندہ کی جانب سے

اسی کا ذکر البقرہ آیت ۱۲۷ میں ہے۔ اور یہی مسجد جنتی سطح کی مسجد ہے اور اس کے

بارے میں کہا گیا: مسجدیں جنت کا باغ ہیں۔

(۵) اس روئے ارض پر صالح ترین اور پاک ترین مسجدیں وہ ہیں جو اللہ کی خالصہ زمین پر، اللہ کے

خالصہ مواد سے، صرف لوجہ اللہ عبادت (محنت) سے بنی ہوں اور ان میں کسی قسم کے مال کا استعمال قطعاً نہ

ہوا ہو یا درجہ انفاقی اول و دوم میں ہوا ہو۔

(۶) امر اول: صالح ترین اور پاک ترین زمین (مستقر)

(۱) دین اللہ میں پوری روئے ارض 'خالصہ' ہے یعنی وقف للہ ہے۔ چنانچہ عہد حاضر

میں اگر کوئی ایسی زمین روئے ارض پر ہے تو وہ صالح ترین اور پاک ترین زمین ہے۔ اور اگر

ایسی کوئی زمین روئے ارض پر پائی نہیں جاتی جو 'خالصہ' ہو تو گویا روئے ارض کی ساری

زمینیں — غصب شدہ — ہیں۔

(۲) مسجد زمین پر بنائی جائے۔ یعنی رہائشی، تجارتی یا صنعتی مجموعوں

(Complexes) میں اس طرح قطعانہ ہوں کہ:

- (۱) نیچے مسجد ہو اور اوپر رہائشی یا تجارتی حصے یا
- (۲) درمیان میں مسجد ہو اور نیچے اوپر رہائشی یا تجارتی حصے
- (۳) اوپر مسجد ہو اور نیچے رہائشی یا تجارتی حصے۔

(۳) امر اول کے تحت صورت و گنجائش یہ ہے کہ اگر زمین کی صورت و حالت واقعی

انفاقی درجہ اول و دوم کی نہ ہو جب بھی بعض عبوری صورتوں میں بنا ممکن ہے۔ [تاہم عبوری

صورتوں کو مستقل صورت تسلیم کر لینا نادرست ہوگا۔ اگر بوجہ ایسی ہیئت حاکمہ نہیں جو

اقامتِ صلوٰۃ کر سکے اور اقامتِ صلوٰۃ کے لئے اللہ کی زمین کو واگزار کر کے اسے خالصہ

بنائے تو اولاً ایسی صورت میں مسجد کی بناء سے زیادہ ضروری ہیئت حاکمہ کی تشکیل ہے جو

اقامتِ صلوٰۃ کرنے کی اہل ہو اور اس کے لئے زمین کو خالصہ بنائے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے

مقامات سے ہجرت لازم قرار پاتی ہے جہاں ہیئت حاکمہ منہدم ہو جائے جو اقامتِ صلوٰۃ

کر سکے اور ایسے مقام سے جہاں ایسی ہیئت حاکمہ قائم ہو ایسے مقام کی طرف ترک مکانی

حرام ہے جہاں اقامتِ صلوٰۃ کرنے والی ہیئت قائم نہیں خواہ عملاً پہلی ہیئت حاکمہ ظالم و

جابر ہی کیوں نہ ہو جائے اس وقت تک وہاں سے اجازت ہجرت نہیں جب تک وہ کفر بواح

نہ کرے۔] اگر زمین ان معنوں میں خالصہ نہیں کہ وہ کسی فرد کی ذاتی ملکیت ہے تو اسے صالح

اور پاک ترین مال کے عوض اپنے حق سے دستبرداری اور زمین کی بحالی کے لئے راضی کیا

جاسکتا ہے۔ یہ عاجز اس صورت میں بھی اس کے لئے بیع و شراء کے الفاظ استعمال کرنے کو

درست نہیں سمجھتا۔

(۷) امر دوم: صالح ترین اور پاک ترین مواد تعمیر (متاع)

(۱) مسجد کی تعمیر صرف انفاقی مواد سے ہو۔ یعنی مٹی، پتھر، لکڑی وغیرہ سے۔

(۲) یہ مواد اموال خالصہ ہوں اور انھیں انفاقی طور پر حاصل کیا گیا ہو۔

(۳) امر دوم میں بھی دو باتوں کی گنجائش ہے:

(۱) اگر بوجہ تعمیر کے یہ مواد اموال خالصہ کی صورت میں دستیاب نہ ہوں

تو اس کی گنجائش ہے کہ بدرجہ آخر مجبوراً انھیں صالح ترین مال سے بیع و شراء کی

صالح ترین صورت میں حاصل کی جائے۔

(۲) تعمیر کے دوران تعمیری مواد کا استعمال اگر انفاقی درجہ اول یعنی درجہ

جارجہ متصل و منفصل میں نہ ہو سکے تو اس کی گنجائش ہے کہ انفاقی درجہ دوم یعنی

درجہ آلہ میں کیا جاسکے۔

(۸) امر سوم: صالح ترین اور پاک ترین عبادت (محنت)

(۱) روئے ارض پر اعلیٰ ترین درجہ کے اہل ایمان مثلاً اولوالعزم انبیاء، انبیاء اور صالحین

کا سب سے محبوب اور سب سے نازک عمل 'بناء مسجد' رہا ہے۔

(۲) ایسی مسجد کی بناء میں 'عبادت' (محنت) اہل ایمان کے لئے سب سے بڑی

عبادت ہے۔

(۳) ایسی ہی مسجد کی بناء کے تعلق سے کہا گیا ہے: جو روئے ارض پر اللہ تعالیٰ کے لئے

مسجد بنائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔

(۴) کمزور اہل ایمان کے لئے:

(۱) اللہ تعالیٰ سے اپنی عبدیت کے اظہار۔

(۲) اپنے احوال و اعمال کی درستگی اور اصلاح۔

(۳) گناہوں سے نجات۔

(۴) اپنے اموال میں پائی جانے والی خباثت سے بچتے ہوئے عبادت کا

یہ سب سے اچھا طریقہ ہے۔

(۹) سب سے اچھی عبادت یہ ہے لوگ ایسی مسجد کی بناء کریں۔ بناء کے شرائط پوری کریں۔ شرائط

پوری ہو جائیں تو مسجد کی بناء کریں۔ اور دوران بناء مواد تعمیر کی فراہمی اور مسجد کی تعمیر میں عبادت (محنت) کریں۔ روئے ارض پر مسجد کی تعمیر ایسا عظیم الشان عمل ہے کہ اگر دنیا کے موجودہ مسلم بادشاہوں اور حکمرانوں کو فی الواقع اس کی عظمت کی حقیقت معلوم ہو جائے تو وہ بناء مسجد کی شرائط پوری کرنے میں سر دھڑ کی بازی لگا دیں اور جب وہ شرائط پوری ہو جائیں تو اپنے ہاتھوں سے جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لانے اور سر پر گارا اور پتھر ڈھونے اور چلپلاتی دھوپ میں اپنے ہاتھوں سے مسجد تعمیر کرنے میں لگ جائیں گے۔

(۱۰) تعمیر کے بعد ایسی مسجدوں کی صفائی و ستھرائی اور دیکھ رکھ کا بھی یہی حکم ہے۔ زمان و مکان کو اب تک وہ نظارہ یاد ہے جب نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کے علاوہ ہر ہفتہ مسجد قباء کی صفائی و ستھرائی اور خاک روہی کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

(۱۱) صدیاں بیت گئیں روئے ارض ایسی مسجدوں، ان کے بنانے والوں، اور ان کی خاک روہی کرنے والوں سے خالی ہو گئی۔ بھلا اس صورت میں روئے زمین پر ابلیس کا غلبہ اور دجال اکبر کی آمد اور اس کے استقبال کی تیاریاں نہیں ہونگی تو کیا خیر و برکت کا نزول ہوگا۔

توجیہ و تشکیل: دوم

'انفاقی کسب' کی بحال

(۱) 'متاع' کے تعلق سے پہلا عمل 'کسب' ہے۔ 'کسب' کی سب سے ارفع صورت 'انفاقی عمل' سے 'انفاقی درجہ' میں 'انفاقی کسب' ہے۔

(۲) 'متاع' اور 'کسب' کی کیفیت کیا ہے؟

(۱) اللہ تعالیٰ نے روئے ارض پر پائے جانے والی اشیاء کو آدمی اور دیگر مخلوقات کے لئے 'متاع' بنایا ہے۔

(۲) تمام رزق 'متاع' ہے لیکن ہر 'متاع' "رزق" نہیں۔

(۳) روئے ارض پر برکت انسانوں میں صرف اہل ایمان کے لئے اترتی ہے۔

(۴) روئے زمین پر موجود رزق تمام مخلوقات ارضی کے لئے کافی ہے۔ اس میں کمی کا

الزام اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے اور اللہ کے باغیوں اور ابلیس کا قول اور اشتہار ہے۔

(۵) 'طیبات' سے رزق میں برکت اور 'سینات وخبث' سے اس میں کمی واقع ہوتی ہے۔

(۶) ابلیس کی ہمہ دم کوشش یہ ہے کہ انسان کے رزق میں کمی واقع ہو جائے تاکہ انسان

اللہ سے مایوس ہو کر ابلیس کی بات مان لے۔ رزق میں کمی واقع کرانے کے لئے وہ انسانوں کو سینات اور خبث کو بڑھانے کی ترغیب دیتا ہے۔

(۷) 'حدود اللہ' کی حفاظت سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔

(۸) 'حدود اللہ' کی پامالی سے رزق میں کمی ہو جاتی ہے۔

(۹) 'حدود اللہ' کی خود حفاظت کرنے اور دوسروں سے حفاظت کروانے سے رزق میں

برکت کی بحالی ہو جاتی ہے۔

(۱۰) روئے ارض پر بسنے والے اللہ کے باغیوں کو بھی صرف صالحین، اہل ایمان اور

دیگر مخلوقات کے طفیل میں رزق ملتا ہے۔

(۱۱) اہل ثروت مسلمانوں کے رزق میں نادر اور مفلس مسلمانوں کے طفیل میں برکت

ملتی ہے۔

(۱۲) جب مسلمان اہل ثروت نادر اور مفلس مسلمانوں پر رزق کے دروازے تنگ کر

دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے رزق سے برکت اٹھا لیتا ہے۔

(۱۳) حرام اور مشتبہات سے پاک حلال روزی، ماء طیب اور ماء حیات کی طرح ہے

جسے اللہ تعالیٰ نے زمین پر اتارا ہے۔

(۱۴) حرام اور مشتبہ روزی 'آگ' کے مانند ہے جو زمین پر ہی انسان کے سارے اعمال

جلا کر رکھ کر دیتی ہے۔

(۱۵) حرام اور مشتبہات سے پاک تھوڑی مگر حلال روزی حرام اور مشتبہ مال کے پہاڑ

سے بہتر ہے۔

(۱۶) 'حاجت' زندگی گزارنے کی کم سے کم صورت و حالت کو کہتے ہیں۔

(۱۷) 'حاجت' سے زیادہ اسباب حیات رکھنا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا اور اللہ کو ناراض

کرنا ہے۔

(۱۸) 'حاجت' سے زیادہ مال جمع کرنا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا اور اللہ کو ناراض کرنا

ہے۔

(۱۹) 'حاجت' سے زیادہ مکان یعنی رہائش گاہ رکھنا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا اور اللہ کو ناراض کرتا ہے۔

(۲۰) 'حاجت' سے زیادہ سواری رکھنا اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا اور اللہ کو ناراض کرنا ہے۔

(۲۱) 'حاجت' سے زیادہ اسباب حیات رکھنا دراصل 'کنز اور بذر' ہے اور انفاق اور عفو کی خلاف ورزی۔

(۳) اہل ایمان کے لئے لازم ہے کہ وہ روئے ارض پر انفاقی رزق کی بحالی کریں۔ (تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائیں: دجال جلد دوم صفحات (۶۰-۵۹))

توجیہ و تشکیل: سوم

'انفاتی تغذیہ' کی بحالی

- (۱) اہل ہمم لازماً مصنوعی ماہی پروری (Artificial Fishery) سے کلی اجتناب کریں اور اسی طرح مصنوعی ماہی پروری سے پیدا شدہ مچھلیوں کے کھانے سے سخت پرہیز کریں۔
- (۲) اہل ہمم لازماً مصنوعی مویشی پروری (Artificial Animal Husbandry) سے کلی اجتناب کریں اور اسی طرح مصنوعی مویشی پروری سے پیدا شدہ مویشیوں کے گوشت کے کھانے سے سخت پرہیز کریں۔
- (۳) اہل ہمم لازماً جنٹیک طریقے سے تبدیل شدہ (Genetically Modified) اناج، مچھلیوں، مویشیوں، پھلوں، سبزیوں، وغیرہ سے کلی اجتناب کریں، نہ اس کام میں شامل ہوں نہ اس طرح پیدا کردہ اشیاء کا بالواسطہ یا بلاواسطہ استعمال کریں۔
- (۴) اہل ہمم لازماً مصنوعی مرغ پروری (Artificial Poultry Farming) سے کلی اجتناب کریں۔ اور اسی طرح مصنوعی مرغ پروری سے پیدا شدہ انڈوں، چوزوں، برائمرز اور مرغوں اور مرغیوں کو کھانے سے سخت پرہیز کریں۔
- (۵) اہل ہمم مصنوعی کیمیاوی کھاد سے سبزیوں کو اگانے اور ایسی سبزیوں کے کھانے سے سخت اجتناب کریں۔
- (۶) اہل ہمم ہائی ٹیک کاشتکاری (Hi-Tech Cultivation) سے کلی اجتناب کریں۔
- (۷) اہل ہمم مصنوعی کیمیاوی کھاد (Artificial Fertilizer) سے کاشتکاری کرنے اور ایسی

کاشتکاری سے پیدا شدہ اشیاء سے حتی الوسع اجتناب کریں۔

(۸) اہل ہم بازار میں اشیاء فروخت کرنے والوں مثلاً اناج، پھل، سبزی، گوشت، انڈا بیچنے والوں پر واضح کریں اور انھیں تاکید کریں کہ آپ ان سے پرہیز کرتے ہیں تاکہ کچھ عرصہ بعد ہی سہی وہ تاجرانہ طور پر آپ کی طلب کا لحاظ کرنے لگیں۔

(۹) اہل ہم اشیاء کو پیدا کرنے والوں مثلاً اناج، پھل، سبزی، گوشت، انڈا پیدا کرنے والوں پر واضح کریں اور انھیں تاکید کریں کہ آپ ان سے سخت پرہیز کرتے ہیں۔

(۱۰) ہوا، پانی اور مٹی کی ہائی ٹیک (Commercialization) روئے زمین پر فساد عظیم ہے۔ اہل ہم کو ہر سطح پر اسے روکنے کی حسب استطاعت کوشش کرنی چاہئے یا کم از کم اس سے مجتنب رہنا چاہیے اور بالواسطہ یا بلاواسطہ اس میں شریک کار نہیں ہونا چاہئے۔

(۱۱) 'بولکوں میں بند پینے کا پانی' اور 'ڈبوں میں بند سانس لینے کی ہوا' اور اس کی تجارت فتنہ و جال اکبر کی عظیم نشانیوں میں سے ایک ہے کہ اب اس کی آمد آمد ہے۔

(۱۲) اہل ہم مقامی طور پر پیدا کردہ اشیاء مثلاً سبزیوں، اناجوں، حتی کہ جنگلی غذاؤں کو ترجیح دیں۔ بڑی تجارتی کاشتکاری (Large Commercial Cultivation) اور ہائی ٹیک کاشتکاری (High-tech Cultivation) سے حاصل اشیاء سے کلی اجتناب کریں۔

(۱۳) جو لوگ ہائی ٹیک بیج (High-Tech Seed) اور Hybrid قسموں کی چیزوں کا استعمال کر رہے ہیں ایسے لوگ اور ان اشیاء کا استعمال کرنے والے نہ صرف صحت ہلاکت کی طرف جا رہے ہیں بلکہ ان کا نصیبہ و جال اکبر کی جنت میں داخل ہو کر رہنا ہے۔

(۱۴) اہل ہم دودھ، شہد، پھل، جنگلی پھل، روٹی، ستو، گڑ، ابلے اناج، پالتو جانوروں کا بسنا یا ابلانا، گوشت، اہلی ہوئی ہری سبزیاں، دیسی مرغ یا مرغی اور ان کے انڈے، حتی کہ پتوں، ڈنٹھوں اور حاس کی روٹی کا زیادہ سے زیادہ استعمال کریں۔

(۱۵) پوری امت مسلمہ محمدیہ کو بالعموم اور اہل ہمم کو بالخصوص چاہئے کہ وہ فی الفور مندرجہ ذیل امور سے کلی یا حتی الوسع اجتناب کرنے کے اقدامات کریں۔ مزید اور ہولناک تباہی سے امت کو بچانے کی نسبتاً آسان اور دستیاب راہ فی الوقت یہی ہے:

(۱) ایسی دواؤں، انجکشن، ٹیکہ دیئے اور ڈراپ پلائے جانے سے کلی اجتناب کریں جن کے لئے کلی مہم (Sweeping Drive) چلائی جاتی ہوں۔ اب تک جو خرابیاں پیدا کر دی گئی ہیں ان کی موجودگی میں ایسا اجتناب کرنے سے ابتداء کچھ نقصانات تو ہوں گے لیکن باآخر بڑے نقصان سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے گا۔

(۲) جینیٹک طریقے سے پیدا کردہ (Genetically Produced/Induced/Modified) اناج، پھل، سبزی، گوشت، مچھلی اور مرغ سے کلی اجتناب کریں۔ اسی طرح ان اشیاء سے بنائے گئے کھانوں سے۔

(۳)

(۱) ڈب بند تمام نیم تیار غذائی چیزوں سے کلی اجتناب کریں۔

(۲) تمام زود غذاؤں (Fast Food) سے کلی اجتناب کریں۔

(۳) تمام نیم تیار غذائی اشیاء (Semi-Prepared Food

Items) سے کلی اجتناب کریں۔

(۴) زیادہ بہتر ہوتا کہ لوگ کل تک نسبتاً محفوظ ایسے عام غذائی اجناس سے

بھی کلی اجتناب کرتے مثلاً پے ہوئے مسالوں سے۔

(۴)

(۱) ہر طرح کے مشروبات (Cold-Drinks) سے کلی، فوری اور سختی

سے اجتناب کریں۔ اس کی بجائے قدیمی اور روایتی شربت اور دیگر مشروبات کو

رواج دیں۔

(۲) انس (Essence) کے ہر طرح کے استعمال سے غذا کو بچائیں۔ ایسی غذا سے کلی اجتناب کریں۔

(۳) ذائقہ کے لئے عصری تمام اشیاء (Flavour) سے کلی اجتناب کریں۔

(۵)

(۱) گھریا مقامی طور پر اور معتمد علیہ نانباتیوں کے ذریعہ تیار کردہ بسکٹوں کے علاوہ ہر طرح کے بسکٹوں، چاکلیوں اور کنفییشنری سے کلی اجتناب کریں۔

(۲) ڈبہ بند دودھ، جمائے ہوئے دودھ (Condensed Milk)، سفوف خشک دودھ (Milk Powder) سے کلی اجتناب کریں۔

(۳) ڈبہ بند شہد سے بھی کلی اجتناب کریں یہ کہ اطمینان ہو۔

(۴) دودھ، دہی، گھی، پیسہ وغیرہ کی ضرورت گھروں یا پڑوس یا محلے میں ہی پوری کر لی جائیں تو بہتر ہے۔

(۶)

(۱) پھولوں یا مشک سے بنایا گیا پاک عطریے تو اگامیں، رن ہتھرتے مصنوعی اور کیمیاوی خوشبو سے کلی اجتناب کریں۔ مشرق وسطیٰ سے درآمد کردہ مغربی خوشبوؤں سے کلی اجتناب کریں۔ عطرنہ لگانا نجس ہونے یا ہلاک ہونے سے بہتر ہے۔

(۲) زیبائش کے تمام عصری اشیاء (Cosmetic Items) سے کلی اجتناب کریں اور اس کی جگہ روایتی طریقوں کا استعمال کریں۔

(۷) لکڑی، چمڑے اور سوتی یا ریشمی کپڑوں سے بنے گھریلو کھلونوں کے علاوہ عصری تمام کھلونوں سے مسلمان بچوں کو کلی اور فوری طور پر بچایا جائے۔ کیمیاوی مادوں سے تیار کردہ یہ کھلونے دراصل کیمیاوی، حیاتیاتی اور جراثیمی ہتھیار ہیں جن سے آئندہ کی پوری مسلم نسلیں کو

شدید خطرات پیدا ہو گئے ہیں۔

(۸) ان امور سے کلی، فوری اور سختی سے اجتناب کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ عصر حاضر میں یہ تمام راستے دراصل جنگ کے راستے ہیں اور یہ اشیاء نہیں بلکہ غالب قوم کے جراثیمی، حیاتیاتی اور کیمیاوی اسلحے ہیں۔ اب کسی قوم کا خاتمہ کرنے کے لئے ٹینکوں سے حملے اور ہوائی جہازوں سے بمباری نہیں ہوگی بلکہ دوا، ٹیکہ، انجکشن، غذا، پھل، سبزی، اناج، بیج، بسکٹ، چاکلیٹ، دودھ، مشروبات اور مٹھائی جیسی، پھیلائی اور رائج کی جائے گی اور دیکھتے دیکھتے قوم تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گی۔

توجیہ و تشکیل: چہارم

'انفاقی تعمیر' کی بحالی

- (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'مسجد میں اللہ کا گھر اور جنت کے باغ ہیں۔'
- (۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'بازار ابلیس کا قلعہ ہے اور وہاں اس کا تہذیبیہ اتنا ہے۔'
- (۳) جب نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے روئے زمین پر آدم کی آمد کے مقصد اور اللہ کی رضا اور دین اللہ کے نصب العین کی تکمیل کی تو اللہ تعالیٰ نے تاریخ انسانی میں پہلی بار پوری روئے زمین کو 'مسجد' بنا دیا۔ (وجعلت لی الارض مسجداً وطهوراً ترجمہ: میرے لئے الارض 'مسجد اور پاک بنادی گئی)
- (۴) جب ابلیس روئے زمین پر اپنی پوری قوت سے دجال اکبر کے ساتھ ظاہر ہوگا اور روئے الارض سے دین اللہ کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کرے گا تو وہ پوری روئے زمین کو بازار بنا دے گا۔
- (۵) جب زمین پوری طرح 'مسجد' بنی تو مومن کا ہر عمل 'عبادت' بن گیا۔
- (۶) جب زمین پوری طرح 'بازار' بنا دی جائے گی تو ہر عبادت تجارت اور ہر شے قابل خرید و فروخت بن جائے گی۔

(۷) حالیہ سو سالوں اور بالخصوص گزشتہ چند سالوں میں

- (۱) پوری دنیا کا بازار بن جانا۔
- (۲) تجارت، صناعت، زراعت، خدمت حتیٰ کہ اعضاء جسم کا تجارتی (Commercialization) اور صنعتی (Industrialization) ہو جانا۔

(۳) سانس لینے کی ہوا اور پینے کے پانی کا تجارتی

(Commercialization) اور صنعتی (Industrialization) ہو جانا۔

پوری زمین پر ابلیس کے غلبے اور دجال اکبر کی آمد کی تہذیبی اور تمدنی علامت ہیں۔

(۸)

(۱) جب روئے زمین پر بڑے بڑے بازار بن جائیں، بلکہ پوری روئے زمین اور

اس میں پائی جانے والی ہر چیز، اس کا ہر فرد اور اس کی ہر خدمت قابل بیع و شراء مواد

(Commodity) بن کر بازار (Market) کا حصہ ہو جائے۔

(۲) جب روئے ارض کی زمینیں، سمندر اور جنگل تجارتی

(Commercialized) ہو کر اور صنعت (Industry) بن کر بازار (Market)

کا حصہ ہو جائیں۔

(۳) جب روئے ارض پر کاشتکاری صنعت (Industry) بن کر بازار

(Market) کا حصہ ہو جائے۔

(۴) جب روئے زمین پر صنعت (Manufacturing) کو غلبہ ہو جائے۔

(۵) جب روئے زمین بڑی بڑی صنعتوں (Industries) سے بھر جائیں۔

(۶) جب روئے زمین پر بڑے بڑے شہر (Mega Cities & Metros)

وجود میں آجائیں۔

(۷) جب روئے زمین پر رہائش کے لئے بڑی بڑی تعمیرات اور مجمعے (Grand

Structures & Complexes بن جائیں، تو جان لینا چاہیے کہ روئے زمین پر

ابلیس اور اس کے تابع جن و انس کا غلبہ ہو چکا ہے اور اب ابلیس نے باور کر لیا ہے کہ اتنی

کامیابی مل چکی ہے کہ اب وہ دجال اکبر کو ظاہر کر دے۔

(۹) اس صورت حال میں اہل ہم کے لئے لازم ہے کہ وہ جلد از جلد انفاقی رہائش گاہوں کی بحالی کریں۔

(۱۰) اہل ہم جلد از جلد شہروں سے قصبوں کی طرف، قصبوں سے گاؤں کی طرف، گاؤں سے چھوٹے گاؤں کی طرف، چھوٹے گاؤں سے جنگلی رہائش گاہوں کی طرف، جنگلی رہائش گاہوں سے غاروں کی طرف جانے کی کوشش کریں۔ اور ایسی جگہوں پر بڑے پیمانے پر شجر کاری کریں اور بالخصوص پھل دار اور سایہ دار درختوں کی۔

(۱۱) امت عنقریب واقع ہونے والی اس ہلاکت (Casualties) کا اندازہ نہیں کر سکتی جو بڑے شہروں (Mega Cities & Metros) میں رہنے کے سبب ان پر وارد ہونے والی ہے۔

(۱۲) جو لوگ غذا یا غذائی اجناس کی حفاظت کے لئے مصنوعی ٹماچہ (Fridge) کا استعمال کر رہے ہیں وہ جلد از جلد اس سے چھٹکارا پالیں۔ غذا کی حفاظت کے لئے متبادل، قدیمی اور قدرتی طریقوں کا استعمال کریں۔

(۱۳) 'عام مسلمان' بالعموم اور اہل ہم بالخصوص فون، موبائل، انٹرنیٹ، ای میل اور فیکس کا استعمال صرف ضرورتاً بلکہ اضطرار کریں۔

(۱۴) جو لوگ پانی کے لئے براہ راست نموں کا استعمال کرتے ہیں یعنی بجائے بالٹی یا کسی برتن میں پانی لے کر یا رکھ کر غسل کرنے یا وضو کرنے کے براہ راست نموں کا استعمال کرتے ہیں وہ بھی بڑی سرعت سے دجال اکبر کے سائے کی طرف جا رہے ہیں۔ جب سے انسان نے ابلیس کے اتباع میں اور دجال اکبر کے استقبال کے لئے ربانی اور قدرتی انتظام آب (Divine Water Management) کو درہم برہم کر کے شیطانی انتظام آب (Satanic Water Management) اختیار کیا ہے تب سے اللہ تعالیٰ نے—————'یارض ابلیعی، ویاسماء اقلعی' (ہود-۴۴) کا عذاب لا دیا ہے جو شدید ہوتا جا رہا ہے۔ اسی صورت عذاب میں دجال اکبر کا دروازہ وا ہوتا ہے۔ جب اس کے طریقہ پر چل کر کوئی وقتی

طور پر یہ محسوس کرے گا کہ اس نے عذاب سے نجات پالی ہے جب کہ حقیقت یہ ہوگی کہ وہ دراصل بلاکت کی طرف جا رہا ہوگا (فمن یا تیکم بماء معین) (الملک - ۳۰)

ترجمہ: ”پھر کون لائے تمہارے پاس پانی ابلتا“

(۱۵) جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے عالیشان (?) عادی، شمودی، فرعونی اور شہادی مسجدیں (?) بنواتے ہیں اور ان میں براہ راست نموں سے غسل اور وضو کا نظم کر رکھا ہے اور جو لوگ اس سے غسل اور وضو کر کے نمازیں پڑھتے ہیں وہ — نیکی برباد گناہ لازم — کے مصداق خود کو ہلاک کرتے ہیں۔ ہر روز غسل اور وضو کرنے والے کروڑوں لوگ خود بھی گناہ بنورتے ہیں اور اپنے گناہ کا ایک حصہ ان کو بھی منتقل کرتے رہتے ہیں جنہوں نے ایسی مسجدیں بنوائی ہیں اور ان میں ایسے نل لگوائے ہیں۔ جب ایک سے تین لیٹر پانی سے ہونے والا وضو دس سے بیس لیٹر پانی سے ہو اور پانچ سے بیس لیٹر پانی سے ہونے والا غسل پچاس سے ڈیڑھ سو بلکہ دو سو لیٹر پانی سے ہو تو گناہ بنورے اور تقسیم نہیں کئے جائیں گے تو کیا اجر و ثواب ملے گا۔ جب مسجدوں کی یہ صورت حال ہے تو باسانی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ان افراد اور اشخاص کے نامہ اعمال کی کیا صورت حال ہوگی جو بڑے بڑے شہروں (Mega Cities) میں بڑی بڑی تعمیرات (Mega Structures)، فلک بوس عمارتوں (Sky Scrappers) اور مجموعوں (Complexes) تعمیر کرتے اور ان میں رہتے ہیں۔

توجیہ و تشکیل: پنجم

'انفاقی حج' کی بحالی

(۱) 'قیام' کا آخری مرحلہ 'اقامت صلوة' ہے۔ اور 'اقامت صلوة' کا آخری مرحلہ 'اقامت حج'

ہے۔ 'اقامت حج' روئے ارض پر اللہ کی کبریائی کی اقامت کا اعلان عام ہے۔

(۲) اس عہد میں اکثر ارادۂ حج، بصورت سفر حج، ادائیگی ارکان حج اور انتظامات حج فسادات سے بھر

گئے ہیں۔

(۳) اس عہد میں صورت کم و بیش یہ ہو گئی ہے کہ حرام اور مشتبہات سے استفادہ کئے بغیر حج ہو ہی

نہیں سکتا یا حرام اور مشتبہات سے استفادہ کرنے والے ہی اب حج کر سکتے ہیں۔

(۴) روئے ارض پر ابلیس کے غلبہ کے سبب صورت حال یہ ہو گئی ہے کہ مال حرام کمانے، جو اکھیلنے،

عیاشی کرنے حتیٰ کہ زنا کرنے کے لئے روئے ارض کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک جانے

اور گھومنے پر نہ صرف یہ کہ کوئی پابندی نہیں بلکہ ان مشغلوں کے لئے ہر طرح کی سہولت فراہم اور ہر طرح

کی رکاوٹ دور کی جاتی ہے اور سفر کو آسان سے آسان اور سستا سے سستا بنانے کی سعی کی جاتی ہے لیکن

حلال مال سے (جو لازماً کم مقدار میں ہوگا) حج کرنا ممکن ہی نہیں رہ گیا بلکہ تقریباً بحال بنا دیا گیا ہے۔ اس

لئے اہل ہم اس کی کوشش کریں اور سعی بلیغ کریں تاکہ انفاقی حج بحال ہو جائے۔ اس کے لئے مندرجہ

ذیل صورتیں اختیار کی جائیں اور اس تعلق سے رکاوٹیں دور کرائی جائیں:

(۱) حج پیدل اور بری راستوں سے کیا جائے۔ صرف ضرورتاً بحری راستوں سے حج

کیا جائے۔ حج کے لئے ہوائی جہاز کا قطعاً استعمال نہ ہو۔ صرف بعض صورتوں میں اضطراراً

اس بات کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

(۲) حج انفرادی یا حسب ضرورت و سہولت دیگر سوار یوں پر قافلوں کی شکل میں ادا کیا

جائے۔

(۳) کھانے اور پینے کا سامان قابل عمل حد تک اپنے ساتھ لے جایا جائے۔ مثلاً ستو، شہد، کھجور وغیرہ۔

(۴) حج کے انتظام و آداب کے تعلق سے بہت سے امور جن کا رواج بیسویں صدی عیسوی میں ہو گیا یا کر دیا گیا وہ بے جا، تکلیف دہ اور لغو ہیں۔ ان کے سبب حج کی صورت، مقاصد، حیثیت اور روح میں بنیادی تبدیلی ہو گئی ہے۔ ان امور نے اہل تقویٰ کو حج کرنے کے قابل نہیں رکھا یا انھیں فی الواقع بالواسطہ یا بلا واسطہ حج کی ادائیگی کرنے سے روک دیا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ عام مسلمان حج کے برکات سے محروم کر دیئے گئے۔

گزشتہ صدی عیسوی میں ایسا لگتا ہے کہ یہودیوں کے ذریعہ کیا گیا مشرق وسطیٰ کا نظم جدید، دراصل دجال اکبر کے ورود کی راہ ہموار کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔ احادیث کے مطابق دجال اکبر کا ظہور ایسے زمانے میں ہوگا جب وہ پورے مشرق وسطیٰ حتیٰ کہ جزیرۃ العرب میں دندناتا پھرے گا اور حرمین کے قریب تک چلا آئے گا (لیکن اس میں داخل نہیں ہو سکے گا اس لئے کہ اللہ کے ملائکہ اسے ایسا کرنے سے روک دیں گے) لیکن احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پوری دنیا میں حتیٰ کہ حرمین میں حق کی پامالی کی حالت ایسی ہوگی کہ مہدی چھپ کر حج کرے گا اور احادیث کے مطابق وہ ایسے لباس و وضع قطع میں ہوگا کہ بظاہر بنی اسرائیلی (یہودی) نوجوان نظر آئے گا۔

(۵) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال اکبر کے ظہور کے قریبی زمانے میں عام طور پر حج کرنے والے

حکمران، حکومتی اہل کار، مال دار، تاجر اور صنعت کار، اپنی ذات یا دیگر عنوانات کے بہانے مانگنے اور سوال کرنے والے مسلمان اور علماء اور مشائخ ہوں گے جن میں اکثر لوگوں کا حج مقبول اور مبروک نہیں ہوگا۔ اس سے امت میں برکتوں کی سخت کمی واقع ہو جائے گی۔ اس کمی کی تلافی کرنے اور مقبول حج کی تعداد میں اضافہ کے لئے عام مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ انفاقی حج کرنے کی سعی کرنی چاہیے خواہ اس کے سبب انھیں صعوبتوں کا سامنا ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔

توجیہ و تشکیل: ششم

'انفاتی جسد' کی بحالی

(۱) معرکہ دجال اکبر کے اس مرحلے میں امت ناقابل بیان آزمائش سے عن قریب دو چار ہونے والی ہے۔ اس آزمائش سے کامیاب نکلنے اور امت کو عام ہلاکت سے بچانے کے لئے 'عام مسلمان' بالعموم اور اہل ہمم بالخصوص درج ذیل اقدامات فوری طور پر کریں:

(۱) اس کا قوی اندیشہ ہے کہ عن قریب امت مسلمہ محمدیہ کی طبعی غیر عادی / غیر معتاد ہلاکت کی شرح ناقابل بیان حد تک بڑھ جانے والی ہے۔ خدا نخواستہ یہ شرح ایک کروڑ سے دو کروڑ فی سال تک جاسکتی ہے۔ مسلمانوں کی یہ اموات اور ہلاکت سالانہ عام طبعی موت سے مرنے والوں سے الگ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آنے والے دنوں میں فی سال دو سے پانچ 'قتل عظیم' (Megadeath) کا سامنا ہو۔ 'قتل عظیم' (Megadeath) اس موت کو کہتے ہیں جو ایک ہی جگہ ایک ہی وقت میں واقع ہو اور اس میں کم از کم دس لاکھ افراد ہلاک ہوں۔ اللہم احفظنا

(۲) اس صورتحال سے نبرد آزما ہونے کے لئے عام مسلمانوں پر بالعموم اور اہل ہمم پر بالخصوص ذمہ داری عاید ہوتی ہے کہ وہ شرح پیدائش اور شرح تولید کو جہاں تک اور جتنا ممکن ہو جلد از جلد بڑھائیں۔ اور اس مقصد کے لئے کثرت ازدواج اور کثرت تولید کی ہر جائز صورت اختیار کریں۔

(۲) مسلم جسد کو زیادہ سے زیادہ شداوند اور تکالیف برداشت کرنے کا عادی ابھی سے بنائیں تاکہ جب زمینی حقائق فی الواقع شدید ہو جائیں (عن قریب ہو جانے والے ہیں) تو مسلمانوں کی جسمانی اور ذہنی مدافعت کی قوت بہت متاثر نہ ہو۔ روکھا سوکھا کھانا ابھی سے کھائیں۔ کنویں، ندی اور تالاب کا

Unfiltered قدرتی پانی (گندا اور غلیظ پانی نہیں) پینے کی عادت ڈالیں۔ جدید سہولتوں کے بغیر جینے کی عادت ڈالیں۔ تاکہ جسم و ذہن Resistant ہو جائیں۔

(۳) اہل ہم ادویہ بصورت غذا یعنی غذائی ادویہ کی معلومات اور تجربہ کو تازہ کریں اور ان کو زیر استعمال لائیں۔ خواتین اور بچوں کو ان کی معلومات فراہم کریں اور ان کو ان کا عادی بنائیں کہ خود ان تدابیر کو اختیار کریں۔

(۴) تاریخ میں پہلی بار مسلم معالجین کو اللہ رب العالمین ایسی عظیم آزمائش سے دوچار کرنے والا ہے جس کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اس تعلق سے چند ضروری امور مسلم معالجین کے لئے درج ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں:

(۱) یوں تو ہر طریقہ علاج کے مسلم معالجین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس آزمائش کے لئے خود اور امت کو تیار کریں لیکن سب سے زیادہ ذمہ داری ان معالجین پر عائد ہوتی ہے جو قدرتی اشیاء سے براہ راست علاج کرتے ہیں یا جن کا طریقہ علاج ابھی اس (Commercialization) کا شکار نہیں ہوا ہے جس سے ایلو پیتھک اور ہومیو پیتھک ہو چکے ہیں۔ اس عاجز کے علم کی حد تک طب یونانی کے معالجین پر سب سے بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ خواہ مفردات کے تعلق سے ہو یا مرکبات اور جراحی کے تعلق سے یا بطور خاص سمیات کے تعلق سے۔

(۲) اس تعلق سے سب سے اولین ذمہ داری بالکل بے سرو سامانی کی حالت اور جنگل میں علاج اور جراحی کرنے کی صلاحیت اور مہارت بڑھانے کی ہے۔

(۳) اس تعلق سے دوسری بڑی ذمہ داری مسلم مردوں، خواتین، بچوں اور بچیوں اور بالخصوص کم عمر کے لوگوں کو طبی مددگار اور ابتدائی علاج کی مہارت فراہم کرنے سے ہے۔

(۴) اس تعلق سے تیسری بڑی ذمہ داری زچگی کرانے بالخصوص بالکل بے سرو سامانی کی حالت میں زچگی کرانے اور علاج و معالجہ کی مہارت کے بڑھانے کی ہے۔

(۵) اس تعلق سے چوتھی بڑی ذمہ داری زچگی میں مددگار خواتین کی تربیت اور ان کو زچہ بچہ کے ابتدائی علاج اور دیکھ ریکھ کی مہارت فراہم کرنے سے ہے۔

(۶) اس تعلق سے پانچویں بڑی ذمہ داری قدرتی اشیاء بالخصوص جنگلوں اور گاؤں میں براہ راست دواسازی کی مہارت بڑھانے سے ہے۔

(۷) اس تعلق سے چھٹی بڑی ذمہ داری سمیات اور اس کے معالجہ سے متعلق مہارت میں اضافہ کرنے سے ہے بالخصوص بے سروسامانی کی حالت میں سمیات کے معالجہ کی۔

(۸) اس تعلق سے ساتویں بڑی ذمہ داری روایتی سمیات سے جداگانہ جدید کیمیاوی، حیاتیاتی اور جراثیمی ہتھیاروں کی سمیات اور اس کے معالجہ سے متعلق مہارت بڑھانے سے ہے بالخصوص بے سروسامانی کی حالت میں۔

(۹) اس تعلق سے آٹھویں بڑی ذمہ داری غیر روایتی سمیات مثلاً جوہری تابکاری سے متاثر اور کیمیاوی، حیاتیاتی اور جراثیمی ہتھیاروں کی سمیات سے متاثر نعشوں کی تدفین کی مہارت پیدا کرنے اور مرد و خواتین کو اس کی تربیت دینے سے متعلق ہے۔

(۱۰) اس تعلق سے نویں بڑی ذمہ داری بالخصوص چیچک اور اس کے وسیع پیمانے پر اور بڑی سرعت کے ساتھ پھوٹ پڑنے کی صورت میں اس کے علاج و معالجہ اور تیمارداری کی مہارت بڑھانے سے ہے خصوصاً بے سروسامانی کی حالت میں۔

(۱۱) ایک عام اندازہ کے مطابق — پورے عالم اسلام سے قطع نظر — صرف برصغیر میں طبی مددگاروں اور زچگی میں مددگار مرد و خواتین کی آئندہ ضرورت فی کس دس لاکھ سے بیس لاکھ کی ہوگی۔

(۵) عہد موجودہ میں امت مسلمہ محمدیہ کے لئے بالعموم اور ان میں اہل ہم کے لئے بالخصوص لازم ہے کہ وہ ہر اس مہم (Campaign) اور کوشش (Drive) سے خود کو محفوظ رکھیں جس میں (Sweeping Approach) اختیار کیا گیا ہو۔ مثلاً بیمار اور صحت مند ہر فرد کو بلا لحاظ بچاؤ کے نام پر

(۷) عصر حاضر میں طرح طرح کی وبائی اور متعدی اور غیر متعدی بیماریاں پھیل رہی ہیں جن کے علاج کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ دواؤں اور طریقوں کی تشہیر کی جاتی ہے جس سے تاثر ملتا ہے کہ مغربی طریقہ حیات میں کتنی آسانیاں میسر ہیں۔ جب کہ عام طور پر یہ بیماریاں پھیلتی نہیں بلکہ پھیلائی جاتی ہیں۔ اس وقت ان کے ذرائع درج ذیل ہیں۔

(۱) جراثیمی جنگ۔

(۲) حیاتیاتی جنگ۔

(۳) جوہری جنگ۔

(۴) جراثیمی، حیاتیاتی اور جوہری تجربے خواہ وہ تجربے ہوں یا دواؤں کے تجربے۔

(۵) بعض دوائیں جو دراصل درپردہ بیماریاں پیدا کرتی ہیں خواہ راست کریں یا بطور

سائڈ ایفیکٹ مثلاً حاملہ عورتوں کو متلی کے لئے دی جانے والی دوا Thalidomid عام طور

پر نا تمام بچوں کی پیدائش، اپانج بچوں کی پیدائش یا پولیوزدہ بچوں کی پیدائش پر منتج ہوتی ہے۔

(۶) جنینک طور پر تبدیل شدہ اناج، پھلوں، سبزیوں، گوشت، مچھلی، مرغ کے ذریعہ۔

(۷) ڈبہ بند کھانوں کے ذریعہ۔ مثلاً مرغ بانی میں جس طرح بے تحاشا اینٹی بائیونک کا

استعمال صرف جلد فرہی کے حصول کے لئے کیا جاتا ہے۔

(۸) مشروبات (Cold Drinks) کے ذریعہ۔

(۹) کیمیادی مواد سے تیار کردہ کھلونوں اور ڈیگرگمیلو سامان کے ذریعہ۔

(۱۰) معالجہ کے طریقوں سے مثلاً ایکس رے (X-Ray) کے ذریعہ۔

سی ٹی اسکین (CT Scan) کے ذریعہ۔ پیٹ (PET) کے ذریعہ۔ ایم آر آئی

(MRI) کے ذریعہ۔ اطباء کو چاہیے کہ وہ ان امور کے تعلق سے اپنی قومی وطنی ذمہ داریاں

پوری کریں۔ ایسے طبی طریقے وضع کریں یا ماضی میں پائی جانے والی صلاحیتوں مثلاً نباضی کو

بڑھائیں تاکہ ان کی مدد سے ان مضر طریقوں سے محفوظ رہا جاسکے۔

(۸) احادیث مبارکہ میں جن نیم آدمی یا آدمی نما مخلوقات کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی ہے ایسا لگتا ہے کہ وہ گھڑی آن پہنچی ہے۔

(۹) لہذا تمام مسلمانوں اور بالخصوص اہل ہمم کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ فطرت کو حتی المقدور بچائیں۔ مغربی طبی معالجہ اور دواؤں بالخصوص جینک میڈیسن (Genetic Medicine) سے کئی اجتناب کریں۔ آدمی کی نسل کو بچائیں۔ اناجوں، پھلوں، سبزیوں وغیرہ کے بیجوں کی حفاظت کریں۔ فطری بیجوں کو محفوظ رکھیں۔ اور صرف ان کی ہی کاشت کریں۔ پالتو جانوروں کی نسل کو بچائیں۔ اور انھیں مصنوعی اور غیر فطری نسل بننے سے بچائیں۔

توجیہ و تشکیل: ہفتم

'انفاقی قیادت' کی بحالی

(۱) عہد حاضر میں مسلمانوں کی قیادت کے اہل لوگوں اور ان کے اعوان و انصار کے مطلوبہ صفات درج ذیل ہیں:

- (۱) نوجوان ہوں۔
- (۲) صحت مند ہوں۔
- (۳) صالح ہوں۔
- (۴) قرآن پڑھتے وقت ان پر گریہ، لرزہ یا حیرت طاری ہو جاتی ہو۔
- (۵) شہید ہونے کا جذبہ رکھتے ہوں اور اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہوں۔
- (۶) اسرار دین سے واقف ہوں۔
- (۷) سنت رسول ﷺ سے واقف ہوں۔
- (۸) 'علت شرع' یا 'شرعہ' سے واقف ہوں۔
- (۹) 'صورت منہاج' سے واقف ہوں۔
- (۱۰) 'ایام اللہ' سے واقف ہوں۔
- (۱۱) فی زمانہ الارض کے احوال و حیثیت سے واقف ہوں۔
- (۱۲) فی زمانہ تغلب فی البلاد سے واقف ہوں۔
- (۱۳) فی زمانہ تداول ایام سے واقف ہوں۔

- (۱۳) فی زمانہ طاعوت سے واقف ہوں۔
- (۱۵) فی زمانہ قردۃ، خنازیر، عبد طاعوت، غاؤون اور شعراء سے واقف ہوں۔
- (۱۶) فی زمانہ مسلم معاشرہ میں طیب اور نجس کی حالت سے واقف ہوں۔
- (۱۷) فی زمانہ اقل اور افتراء سے واقف ہوں۔
- (۱۸) فی زمانہ سحر سے واقف ہوں۔
- (۱۹) فی زمانہ اجل، اجل امت اور اجل مسکن سے واقف ہوں۔
- (۲۰) فی زمانہ تلاوت آیات سے واقف ہوں۔
- (۲۱) فی زمانہ متقلب، مقام، تکبیر، رجز، اور تمغی، سے واقف ہوں۔
- (۲۲) فی زمانہ، مثنوی، عرض قریب، سفر قاصد، قرح، نغم، اور نقاب عقب سے واقف ہوں۔
- (۲۳) فی زمانہ اقامت صلوٰۃ سے واقف ہوں۔
- (۲۴) فی زمانہ اقامت صبر سے واقف ہوں۔
- (۲۵) اللہ تعالیٰ سے قصد سبیل، تاویل احادیث، استقامت، نصرت اور فتح کے طالب ہوں۔

تدبیر و توجیہ - ۲ (حصہ اول)

لائحہ فکر و عمل برائے غیر اہل ہم، مستضعفین و اہل عذر

تمہید

(۱) امت مسلمہ صرف ایک جسد واحد ہے۔ اس کے لئے بنیادی طور پر صرف ایک نصب العین، ایک مقصد اور ایک ہدف ہو سکتا ہے۔

(۲) اجتماعی زندگی میں ایک نصب العین، ایک مقصد اور ایک ہدف ہوتے ہوئے بھی کاموں کی تقسیم کی جاسکتی ہے جس سے کارکردگی میں اضافہ اور حصول مقصد میں آسانی ہو جاتی ہے۔

(۳) امت مسلمہ محمدیہ کے لئے اصلی لائحہ فکر و عمل تو وہی ہے جس کا ذکر تدبیر و توجیہ حصہ سوم میں گزر چکا ہے۔

(۴) اس حصہ میں امت مسلمہ محمدیہ کے بعض افراد اور اجتماعیات کے مخصوص احوال کو دیکھتے ہوئے اس لائحہ کی ایک مخصوص توجیہ (Orientation) کی گئی ہے۔

(۵) اس حصہ کا بنیادی مقصد

(۱) امت میں بعض طبقات میں موجود فکری، علمی اور عملی پراگندہ خیالی کے مضر اثرات کا سدباب کرنا ہے۔

(۲) امت میں موجود قوت کار کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھنا ہے۔

(۳) امت میں موجود حرکت کو لایعنی اور بعض اوقات مضر کاموں میں ضائع ہونے

سے بچانا ہے، اور

(۴) پوری امت مسلمہ میں بنیادی ربط کو استوار اور مضبوط کرنا ہے۔

تدبیر و توجیہ - ۲ (حصہ دوم)

صالح ترین اور خبیث ترین معاشرہ

(۱) صالحیت سے پر، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں، برکتوں سے قریب تر اور عذاب الہی سے دور تر معاشرہ صالح ترین معاشرہ ہوتا ہے۔ اس کے برعکس خباثت سے پر، اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب الہی سے قریب تر معاشرہ خبیث ترین معاشرہ ہوتا ہے۔

(۲) صالح ترین معاشرہ وہ ہے:

(۱) جہاں لوگ حکمراں اور اس کے اعوان و انصار اور ان کے مصاحب بننے سے اس طرح بچیں جیسے کوئی دھکتی ہوئی بھٹی میں گرنے سے بچتا ہے۔ اس کے برعکس اہل افراد سے لوگ عاجزانہ درخواست کریں حتیٰ کہ اس کے انکار کرنے اور ذمہ داری سے بچنے کے باوجود پکڑ کر انھیں اپنا حکمراں اور ان کے اعوان و انصار بنائیں۔ اور ان کے لئے رات کی تنہائی میں دعا کریں۔

اس کے برعکس سب سے برا اور خباثت سے بھرا ہوا معاشرہ وہ ہے جہاں حکمراں اور اس کے اعوان و انصار بننے کے لئے لوگ بے قابو ہو کر باہم مسابقت کریں۔ معاشرے کے بد اطوار، ناپاک مال رکھنے والے اور ناپاک طریقوں اور قوتوں سے کام لینے والے لوگ اس کی بالواسطہ یا بلاواسطہ حمایت کریں اور اسے حکمراں بنانے کی کوشش کریں۔ اور عام انسان رات کی تنہائی میں حکمراں بننے کے اس خواہش مند فرد یا طبقے کے لئے بد دعا کریں اور ان سے خدا کی پناہ چاہیں۔

(۲) جہاں قتل ناحق کے سب سے کم واقعات ہوتے ہوں اور مظلوم کو کم سے کم وقت

میں عدل ملتا ہو اور مجرم بچ نکلنے میں کم سے کم کامیاب ہوتے ہوں۔

اس کے بالمقابل سب سے برا معاشرہ وہ ہے جہاں قتل ناحق کے سب سے زیادہ واقعات ہوتے ہوں، مظلوم کو عدل نہیں ملتا اور مجرم اکثر بیچ نکلنے میں کامیاب ہو جاتے ہوں۔

(۳) جہاں زنا بالجبر اور زنا بالرضاء کے سب سے کم واقعات ہوتے ہوں اور بفرض مجال اگر ایسے حادثات ہو ہی جائیں تو زانی اور زانیہ اپنے فعل پر خود شرمسار ہو کر محض آخرت کے عذاب سے بچنے کے لئے اپنے اوپر حد جاری کرنے کے خواہش مند ہوں۔

اس کے برعکس سب سے برا معاشرہ وہ ہے جہاں زانی اور زانیہ باوقار مناصب پر فائز کئے جاتیں اور حکمران، علماء، مشائخ اور اعیان معاشرہ ان سے مصاحبت رکھیں۔

(۴) جہاں کسی شخص کی موت کے بعد وراثت جلد تقسیم ہوتی ہو اور وراثت کی مقدار و مالیت کم سے کم ہو۔

اس کے برعکس سب سے برا معاشرہ وہ ہے جہاں وراثت تقسیم نہ ہوتی ہو اور وراثت کی مقدار و مالیت زیادہ سے زیادہ ہو اور اس وراثت سے مستفید وراثاء کی تعداد کم سے کم۔

(۵) جہاں یتیم گھروں میں حسن سلوک کے ساتھ پالے جاتے ہوں۔

اس کے برعکس سب سے برا معاشرہ وہ ہے جہاں غیر سرکاری طور پر بڑے بڑے یتیم خانے چلائے جاتے ہوں۔ جہاں تک تیسری صورت حال کی بات ہے یعنی وہ معاشرہ جہاں یتیم نہ گھروں میں پالے جاتے ہوں نہ سرکاری اور غیر سرکاری یتیم خانوں میں تو ایسے معاشرے پر عذاب الہی کے دروازے کھل چکے ہوتے ہیں۔

(۶) جہاں مسافر گھروں میں ٹہرائے جاتے ہوں۔

اس کے برعکس سب سے برا معاشرہ وہ ہے جہاں بڑے بڑے سرائے اور عالی شان ہوٹل پائے جاتے ہوں۔

(۷) جہاں مہمان اور مسافر گھروں میں پکے ہوئے کھانے کھاتے ہوں۔

اس کے برعکس سب سے برا معاشرہ وہ ہے جہاں گھر کے مرد، خواتین اور بچے معمول کا کھانا ہونٹلوں میں جا کر کھاتے ہیں۔

(۸) جہاں مفلس محتاج اور مصیبت زدہ کم سے کم علانیہ دست سوال دراز کرنے پر مجبور ہوں۔

اس کے بالمقابل سب سے برا معاشرہ وہ ہے جہاں مفلس اور محتاج علانیہ دست سوال دراز کرنے پر زیادہ سے زیادہ مجبور کر دیئے جائیں۔

(۹) جہاں اسٹاک ایکس چینج پایا ہی نہ جاتا ہو۔

اس کے بالمقابل سب سے برا معاشرہ وہ ہے جہاں منظم اور ترقی یافتہ اسٹاک ایکس چینج (Highly Organised & Developed Stock Exchange) پایا جاتا ہو۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسٹاک ایکس چینج 'فتنہ مال' کی چھاوٹی اور دجال اکبر کے ہراول دستہ کا پیش خیمہ ہے۔ اسٹاک ایکس چینج کی سرپرستی کرنے والے حکمراں اور اس سے منسلک ہر فرد دراصل دجال اکبر کے چاؤش ہیں۔

(۱۰) جہاں اکثر لوگ - مرد، خواتین اور بچے صبح صادق کے وقت بیدار ہو جاتے ہیں اور عشاء کے معابد بستروں پر چلے جاتے ہیں۔

اس کے بالمقابل سب سے برا معاشرہ وہ ہے جہاں لوگ مرد، خواتین اور بچے دیر رات سوتے ہیں اور طلوع آفتاب کے بہت بعد دن چڑھے بیدار ہوتے ہیں۔

(۱۱) جہاں اموال غیر نامیہ کی زکوٰۃ کے نصاب کے اہل لوگ کم سے کم ہوں۔

اس کے بالمقابل سب سے برا معاشرہ وہ ہے جہاں لوگوں کے پاس اموال غیر نامیہ کی مقدار زیادہ سے زیادہ ہو اور وہ زکوٰۃ نہ دیتے ہوں۔

(۱۲) جہاں انتظامی اور تجارتی دفاتر میں ذمہ داران کے ایشینو، پرسنل اسٹنٹ،

پرائیوٹ سکرٹری، اور کنسلٹنٹ کی حیثیت سے خواتین سب سے کم پائی جاتی ہوں۔
اس کے بالمقابل سب سے برامعا شہرہ وہ ہے جہاں ان امور میں خواتین کی تعداد
سب سے زیادہ ہو۔

تدبیر و توجیہ - ۲ (حصہ سوم)

دنیا میں تمکن کے تقاضے

(۱) روئے ارض پر کس قوم کا نظام غالب ہوتا ہے؟ دنیا میں کون سی قوم امتِ وِسط بن سکتی ہے؟ امتِ وِسط کے منصب پر قائم رہنے کے موضوعی تقاضے کیا ہیں؟۔ ان سوالوں کا جواب درج ذیل ہے

(۱) وہ قوم جو تاریخ اکبر کا سب سے زیادہ اور براہ راست علم رکھتی ہے اور عمل کرنے سے پہلے انفرادی اور اجتماعی طور پر اس کا استحضار اور ہر عمل کے بعد اس سے احتساب کرتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کے بعد روئے ارض پر تاریخ اکبر کا سب سے مستند اور سب سے بڑا ذخیرہ 'قرآن و سنت' کی شکل میں امت مسلمہ کے پاس ہے لیکن بحیثیت مجموعی پچھلے سات سو سالوں سے 'تاریخ اکبر' کا سب سے زیادہ اور براہ راست علم رکھنے والی قوم یہودی ہیں۔

(۲) وہ قوم جو تاریخ اصغر کا سب سے زیادہ اور براہ راست علم رکھتی ہے۔ اور ہر عمل کرتے وقت انفرادی اور اجتماعی طور پر اسے پیش نظر رکھتی ہے۔ پچھلے دو ہزار سالوں سے عہد نبوی اور عہد خلافت راشدہ کو چھوڑ کر تاریخ اصغر کا سب سے زیادہ اور براہ راست علم یہودیوں کے پاس ہے۔

(۳) وہ قوم جو 'علم اللغۃ' (Knowledge of Languages) میں سب سے فائق ہو اور اس قوم کی دینی، فکری اور علمی کتابیں 'علم اللغۃ' سے سب سے زیادہ اور ہمہ جہت طور پر مستفید اور نقد یافتہ ہوں اور اس میں تاریخی تسلسل پایا جاتا ہو۔

(۴) وہ قوم جو کثیر الفنون معلوماتی سطح، (Multidisciplinary Knowledge)

(Base) رکھنے کے اعتبار سے سب سے فائق اور ارفع ہو۔

(۵) وہ قوم جس کی قیادت — حکمران، علماء، مشائخ اور اعیان معاشرہ — 'تاریخ اکبر'، 'تاریخ اصغر'، 'علم النبی' اور 'کثیر الفنون معلوماتی سطح' رکھنے میں عامۃ الناس سے فائق ہوں۔

یہودیوں میں 40 عیسوی سے 2004 تک فکری اور علمی صلاحیتوں کے رکھنے

کے اعتبار سے درج ذیل ترتیب بلا فصل قائم رہی ہے:

(۱) اس قوم میں سب سے ارفع، کثیر الفنون معلوماتی سطح، علماء اور مشائخ کی رہی

ہے۔ اس سے فروتر عصری علوم کے دانشوران کی — اس سے فروتر اعیان معاشرہ

کی — اور 1948 کے بعد سب سے فروتر ان کے حکمرانوں کی۔ حکمران یہودیوں میں

نسبتاً سب سے کم صلاحیت کے مالک افراد ہوتے ہیں جو فی الواقع تعمیل کے ماہر ہوتے ہیں۔

یہودیوں میں تفکیر ہمیشہ بلا فصل علماء و مشائخ کے ہاتھوں میں — ان کے نزدیک محض

برکت کے لئے نہیں بلکہ از روئے حقیقت — رہی ہے اس لئے کہ یہودی علماء اور مشائخ

سے زیادہ علم رکھنے والا ان کی قوم میں کوئی عموماً دوسرا نہیں ہوتا۔

یہ عاجز خوب سوچ سمجھ کر اس رائے کا اظہار کرتا ہے کہ امت مسلمہ محمد یہ کو خلافت

راشدہ کے بعد ایک عظیم سازش کے تحت منہدم کیا گیا۔ تاریخی حقائق بتاتے ہیں کہ خلافت

راشدہ کے معا بعد ہی امت میں صورتحال بحرانی ہو چکی تھی۔ اب تو اس کی کوئی انتہا ہی نہیں

رہی۔ چنانچہ امت میں 'کثیر الفنون معلوماتی سطح' رکھنے کے تعلق سے خلافت راشدہ کے

بعد ترتیب بالکل مختلف ہو گئی۔ جو اب تقریباً الٹ گئی ہے۔ امت مسلمہ محمد یہ میں سب سے

زیادہ باصلاحیت حکمران ہوئے — ان سے فروتر عصری علوم کے دانشوران — ان

سے فروتر اعیان معاشرہ — اور سب سے فروتر علماء و مشائخ۔ یہ بحران دوسری صدی

ہجری آتے آتے راسخ ہو چکا تھا جس کا مظہر امام محمد الشیبانی کا یہ قول ہے: من لا یعرف

أهل زمانه فهو جاهل (جو عالم دین اپنے زمانے کے لوگوں اور احوال کو نہیں جانتا وہ

جاہل ہے)۔ اس کا واضح مفہوم ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد امت میں سازش کرنے والوں

نے معاشرے میں ایسی بنیادی تبدیلیاں کیں کہ دوسری صدی آتے آتے 'علماء وقت' کہلائے جانے والے ایسے لوگ کثیر تعداد میں پائے جانے لگے تھے جو عصر حاضر سے ناواقف محض تھے اور علوم دین سے مراد کچھ ایسی باتیں سمجھی جانے لگیں تھیں جن کا لوگوں کے احوال سے حقیقی تعلق نہ ہو۔ چنانچہ یہ سوال پیدا ہوا کہ جو علماء عصر حاضر سے ناواقف ہیں انھیں عالم دین کہا جائے یا نہیں؟

عصر حاضر میں علماء و مشائخ کی بات جانے دیجئے امت کے سب سے بیدار اور باخبر طبقہ یعنی حکمرانوں کی ذہنی، فکری، علمی در ماندگی اور واما ندگی کن حدوں کو چھو رہی ہے اس کا اندازہ صرف اس تجزیہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ "ظہیر الدین محمد بابر (1483-1530) مسلمانوں میں وہ آخری حکمران گزرا ہے جو عصر حاضر کو جانتا تھا۔"

علماء وقت کی اپنے تعلق سے خوش فہمی اور اپنے کو اس منصب جلیلہ پر فائز رکھنے کی ہوس اب تو بے حیائی کی حدوں کو پار کر چکی ہے۔ چنانچہ اسی ہوس کی کا نتیجہ ہے کہ انھوں نے اپنے احوال کی اصلاح کی حقیقی فکر کرنے کی بجائے ایک نئی اصطلاح رائج کی ہے تاکہ کم از کم عند الناس ان کی چلی آرہی حیثیت برقرار اور مستحکم رہے خواہ ایسا کرنے سے دین اللہ اور امت مسلمہ کی جو درگت بنے اس سے انھیں کوئی مطلب نہیں۔ عیارانہ طور پر رائج کردہ وہ اصطلاح ہے۔ 'عرض مسئلہ'۔

(۶) وہ قوم جو منصبی نقل مکانی کرے۔ یا کم از کم 'مقصدی نقل مکانی' میں سب سے زیادہ متحرک اور فائق ہو۔ اجباری نقل مکانی، نقص اور مجبوری ہے اور "حر یصانہ نقل مکانی" تو صریح غلامی۔

(۷) وہ قوم جس میں اہل علم ماوراء نسل (Transgeneration) علمی تخلیق کا عزم رکھتے ہوں۔ مثلاً

(۱) قوم یہود میں اس قبیل کے سینکڑوں زندہ اہل علم میں سے صرف ایک اہل علم کا ذکر کافی ہوگا۔ اور وہ ہیں: جے نیوسز (J. Neusner) جو بیسویں صدی کی تیسری دہائی سے

اس دم تک یہودیوں کی تاریخ بابل ثانی (Second Babylon) پر تحقیق کر رہے ہیں اور اس کے فکری اور علمی سرمایوں کو جمع کرنے کی کوشش کر رہے اور ان کے تقریباً پچاس سے زائد جلدوں پر مشتمل کام — جو متعدد پہلوؤں سے متعلق ہے — اب تک شائع ہو چکے ہیں۔ جس کی ہر جلد اپنے موضوع پر علم اور تحقیق کی دنیا کا ایک شاہکار ہے۔ اس عاجز نے نیوز کی متعدد کتابیں پڑھیں ہیں اور وہ اس کی گواہی دیتا ہے۔

(۲) رومن کیتھولک طبقہ میں وہ مصنف جس نے شہرہ آفاق کتاب مگنے گریکا (Migne Graeca) اور مگنے لیٹینا (Migne Latina) مرتب کی — جو نادر الوجود اور کثیر الفنون دستاویزات کی ترتیب کا محیر العقول شاہکار ہے۔ مصنف انیسویں صدی کی دوسری دہائی میں پیدا ہوا۔ غالباً 1838 میں اعلیٰ علمی سند حاصل کی۔ اور اسی سال مگنے گریکا (M. G) کی ترتیب میں مصروف ہو گیا۔ 1868-69 میں مگنے گریکا (M. G) کی سو سے زائد ضخیم جلدوں کی ترتیب سے فارغ ہوا اور اسی سال مگنے لیٹینا (M. L) کی ترتیب میں مصروف ہو گیا۔ 1898 میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت تک اس نے مگنے لیٹینا (M. L) کی اٹھتر (78) ضخیم جلدیں مرتب کر لی تھیں۔ اس عاجز نے M. G اور M. L کے بعض حصے پڑھے ہیں۔ علمی اور تحقیقی کاوش اور اپنے سرمائے کی حفاظت کی فکر دیکھ کر آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

(۳) اسی طرح مشہور انگریز مستشرق مونیر۔ ولیم (Moneir - William) جس نے استشراتی علم کی تلاش میں پہلے سنسکرت سیکھی۔ پھر نصف صدی سے زائد عرصے تک قوم کے لئے ایک اچھی اور جامع سنسکرت۔ انگریزی ڈکشنری مرتب کرتا رہا۔ کتاب کے پہلے ایڈیشن کے پیش لفظ میں مرتب کے بیٹے نے لکھا ہے:

”یہ سوچ کر دل کو اطمینان ہو جاتا ہے کہ ابا جان نے نصف صدی سے زیادہ مدت پر محیط انتھک محنت کے بعد اپنی مرتب کردہ ڈکشنری کے تعلق سے آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کے ذمہ داران کی طرف سے ان کے نام بھیجا ہوا وہ خط اپنے انتقال سے صرف دو دن پہلے دیکھ لیا تھا جس

میں ذمہ داران نے انھیں مطلع کیا تھا کہ وہ اب اس کی طباعت و اشاعت کا فیصلہ کر چکے ہیں اور کتاب ایک سال کے اندر طبع ہو کر منظر عام پر آ جائے گی۔“

(۸) وہ قوم جس میں ہرن کے الگ الگ اور یکجا تو امیس (Encyclopaedias) کی تصنیف، تالیف اور اشاعت ہو رہی ہو۔ اور اس کے پس منظر میں بنیادی محرک اس قوم میں اس کی طلب ہو۔

(۹) وہ قوم جس میں 'کثیر الا لئہ ڈکشنریاں' Multi-Lingual Dictionaries اور "کثیر الا لئہ جامع ڈکشنریاں" (Multi-Lingual Poly-Dictionaries) اور ('Poly-Glot') کتابیں سب سے زیادہ تصنیف و مرتب ہو کر شائع ہوتی ہوں، اور قوم میں اس کی طلب ہو۔

(۱۰) وہ قوم جس کی مادری زبان (ذیلی زبان اور لہجہ نہیں) اس کی علمی زبان ہو اور اس علمی زبان میں ڈکشنریوں کے ایڈیشن نئے علمی الفاظ کے وجود میں آنے کے سبب کم ترین عرصے میں از کار رفتہ ہو جاتے ہوں۔

(۱۱) وہ قوم جس میں شائع ہونے والی علمی اور تحقیقی کتابیں نہ صرف Indexed ہوں بلکہ ان میں متعدد اقسام کے اشاریے (Indices) پائے جاتے ہوں۔ قوم کی حقیقی ترقی معاشی اعداد و شمار، مجموعی قومی پیداوار (GDP)، فی کس آمدنی (PCI)، اور اسٹاک ایکسچینج کے اتار چڑھاؤ سے نہیں جھلکتی بلکہ حقیقی ترقی کے پیمانوں میں سے ایک بنیادی پیمانہ ہے قوم کی مادری زبان میں تحقیقی اور علمی کتابوں میں متعدد اقسام کے اشاریوں (Indices) کی موجودگی اور عدم موجودگی۔ جس قوم میں علمی اور تحقیقی کتابیں بھی انڈکس سے عاری ہوں وہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ اس قوم کا قومی جسد جاں کنی کی حالت کو پہنچ چکا ہے۔

(۱۲) وہ قوم جس میں شائع ہونے والی تحقیقی، علمی اور فنی کتابیں زیادہ سے زیادہ حواشی سے مزود (Annotated) اور معرب (Punctuated) ہوں۔

(۱۳) وہ قوم جس میں شائع ہونے والی تحقیقی، علمی اور فنی کتابیں 'اخیری علم' (Marginal Knowledge) سے لازماً بحث کرتی ہوں اور قوم میں ہر عنوان کے تعلق سے 'اخیری علم' (Marginal Knowledge) خاص و عام میں معلوم اور شائع ہو۔

(۱۴) وہ قوم جس کی علمی زبان میں دنیا کے ہر خطے میں شائع ہونے والے علمی، تحقیقی اور فنی کتابوں کے تبصرے اور تلخیصات کم سے کم مدت میں دستیاب ہوں۔ تبصرے اور تلخیصات ایک سال کے اندر اور تراجم دو سال کے اندر۔

(۱۵) وہ قوم جس میں محلہ کی سطح سے مرکز المراكز کی سطح تک نہ صرف عوامی لائبریریاں پائی جاتی ہوں بلکہ ان لائبریریوں میں علمی مصادر، مراجع اور منابع کی قابل لحاظ کتابیں موجود اور دستیاب ہوں۔

(۱۶) وہ قوم جس میں رونما ہونے والے حوادث و واقعات پر ایک سال سے پانچ سال کے اندر بیشتر متعلق دستاویزات، روزنامے، سفرنامے اور آپ بیتیاں طبع ہو کر شائع ہو جاتی ہوں۔ اور ان اشاعتوں سے قومی اجتماعی زندگی میں احتسابی عمل جاری ہو۔

(۱۷) وہ قوم جس کے حکمرانوں، علماء، مشائخ، دانش وران اور اعیان معاشرہ کی خودنوشت یا غیر نوشت سوانح عمری اور ان کی زندگی سے متعلق دستاویزی مواد کی طباعت و اشاعت ان کی موت سے قبل ہو جاتی ہو۔ اور ان کی مقدار اتنی ہو کہ ان کی موت ان میں صرف سن اور تاریخ موت کا اضافہ کرتی ہو۔

(۱۸) وہ قوم جس کے حکمران اس قوم کی شستہ زبان میں گفتگو، تقریر اور تحریر کرتے ہوں اور ان میں قوم سے اس کی تلمیحات میں ربط رکھنے کی اعلیٰ صلاحیت موجود ہو اسی کے ساتھ ساتھ وہ معاصر اقوام کی شستہ زبان اور ان کی تلمیحات پر بھی قدرت رکھتے ہوں۔

(۱۹) وہ قوم جس میں 'علم الآخرة' کی توہمی اور فرضی حساسیت کی بجائے حقیقی اور عینی حساسیت پائی جاتی ہو اور اس قوم کا فکری، علمی، عملی اور رویہ جاتی منہج اسی حقیقی اور عینی حساسیت سے متحرک ہو۔

(۲۰) وہ قوم جس کی 'علمی زبان' اپنے صوتیوں (Phonemes) یعنی مصوتوں اور مصمتوں کو نہ

صرف 'مضبوط' رکھنے پر قدرت رکھتی ہو بلکہ دنیا کی زیادہ سے زیادہ زبانوں کے صوتیوں کو بھی بعینہ مضبوط و مرسوم رکھنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔

(۲۱) وہ قوم جس میں "بال جبریل" یا "کار جہاں دراز ہے" جیسی تخلیقات جب منظر عام پر آتی ہوں تو پوری قوم کے ہر خاص و عام میں کہرام برپا ہو جاتا ہو اور قوم ایسے تخلیق کاروں کو اپنے نوبل پرائز سے سرفراز کرتی ہو۔

اس کے برعکس کسی قوم کی قومی حیات کی جاں کنی کی علامت یہ ہے کہ جب اس میں یمیم نورائیم (Yamim Noraim) جیسی تخلیق سامنے آتی ہو تو عوام تو عوام اس قوم کے خواص بھی نہ اسے پڑھ سکتے ہوں اور اگر بفرض مجال پڑھ بھی ڈالیں تو کسی کے کانوں پر جوں تک نہیں ریگلتی۔

(۲۲) وہ قوم جس میں تفکیر کے تعلق سے تصنیفات کرنے اور افکار دینے میں سولہ سے پچیس سال کی عمر کے افراد کا حصہ پچاس فیصد سے زیادہ ہو۔ اور:

(۱) قوم کے حکمران، علماء، مشائخ، دانش وران اور اعیان معاشرہ ایسے افراد کی تلاش میں رہیں۔

(۲) ان کی فوری نشاندہی کے لئے قوم میں باضابطہ ذرائع اور ادارے قائم ہوں۔

(۳) ان کی نشاندہی کے بعد ان سے استفادہ کی شکل فوری طور پر نکالی جاتی ہو۔

(۴) ایسے نوعمر ذکی لوگوں سے استفادہ کے نام پر بے گار نہ لیا جاتا ہو بلکہ ضرورت پڑے تو ان کے لئے جگہ اور کرسی خالی کر دی جاتی ہو۔

اسحاق برراؤ (Isaac Barrow 1630-1677) مشہور یہودی

سائنسدان تھا اور مشہور عالم یہودی سائنسدان اسحاق نیوٹن (Isaac Newton

1643-1727) کا اصل استاذ اور اس سے صرف تیرہ سال بڑا تھا۔ اس کی یہودیوں کے

لئے سائنس کی تحقیق میں بڑی خدمات ہیں۔ لیکن یہودی آج تک اس کا فیصلہ نہیں کر سکے کہ

اس کے دو کارناموں میں زیادہ بڑا کارنامہ کون سا ہے۔

اس کا پہلا کارنامہ تھا سائنس میں نادر تحقیق اور اسحاق نیوٹن جیسی شخصیت کو سائنس کی تعلیم دینا۔ اور اس کا دوسرا کارنامہ تھا 1669 میں کیمبرج یونیورسٹی میں اوکیسین پروفیسر (Lucasian Professor) کے منصب سے از خود استعفاء دے دینا تاکہ اس کا شاگرد نیوٹن اس پر فائز ہو سکے۔ جب کہ خود اس وقت اس کی عمر 39 سال اور شاگرد کی عمر 26 سال تھی۔

(۲۳) وہ قوم جس میں تعمیل کے تعلق سے اہل افراد کا اسی فیصد سولہ سے تیس سال کی عمر پر مشتمل ہو۔ قوم کے حکمران، علماء، مشائخ اور اعیان معاشرہ علانیہ طور پر ایسے افراد کی تلاش میں سرگرداں ہوں اور اس کے لئے قوم میں ڈھانچہ (Infrastructure) موجود اور فعال ہو۔

(۲۴) وہ قوم جس کے اندر ملی علمی سرمایہ کی تمام زبانوں اور عالمی زبانوں میں ترجمہ کا فن بے حد بالیدہ ہونے کے باوجود اس قوم کے صف اول اور صف دوم کے اہل علم ہر حال میں اصلی مصادر کی طرف ہی مراجعت کرتے ہوں۔

(۲۵) وہ قوم جس میں قوم کے اندر موجود علمی سرمایہ کی تمام زبانوں اور فی زمانہ اس عہد کی ہم عصر عالمی زبانوں اور دیگر فنون کی کتابوں کے نقول تیار کرنے والے اور موجودہ عہد میں کتابت کرنے، کمپوز کرنے، تصحیح کرنے، ایڈٹ کرنے اور چھاپنے والے سب سے زیادہ دستیاب ہوں۔ عصر حاضر میں عالم اسلام کے بڑے علمی مراکز مثلاً کراچی، لاہور، تہران، قاہرہ اور دہلی میں بمشکل ۱۰ عالمی زبانوں میں کتابوں کی کتابت کرنے، کمپوز کرنے، تصحیح کرنے، اور چھاپنے والے مسلمان دستیاب ہوں گے۔ ہماری موجودہ حالت کا اندازہ صرف اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ 1870 میں پیرس، لندن اور برلن میں چار ہزار عالمی زبانوں میں ایسے کام کرنے والے دستیاب تھے۔

(۲۶) وہ قوم جس کی علمی زبان میں دنیا کے ہر خطے سے متعلق تازہ ترین دقیق معلومات سے پر رہنما سفر (Travel Guide) اور سفر نامے (Travelogue) سب سے زیادہ دستیاب ہوں۔ اور ان کا ہر اگلا ایڈیشن بغیر نظر ثانی کے قبول نہ کیا جائے۔ اور سفر نامے دقیق معلومات سے پر ہوں۔ کسی قوم کی

ترقی اور تنزلی کی حقیقی صورتحال کا اندازہ مرتب تاریخ کی کتابوں، کارناموں اور قصیدوں سے نہیں ہوتا بلکہ سفرناموں اور روزناموں سے ہوتا ہے۔ قوم نصب العین کی حامل ہے یا اس سے عاری، اس میں عزم اور زندگی پائی جاتی ہے یا وہ جاں کنی سے گزر رہی ہے اس کا اندازہ سفرناموں اور روزناموں سے ہوتا ہے۔

یہی سبب ہے کہ یہ عاجز مسلم حکمرانوں، علماء، مشائخ، دانش وروں، اور بالخصوص تحریک اسلامی سے وابستہ افراد کے سفرناموں اور روزناموں کو بغور پڑھتا ہے۔ اور سفری روداد بیانی کی مجلسوں میں کبھی بتواتر شریک ہوتا تھا۔ اس عاجز کے خیال میں امت کے حکمران، علماء، مشائخ، دانش واران اور ان میں بالخصوص تحریک اسلامی کے افراد اور بالخصوص اس کے ذمہ داران — کتنے بے نشاط، بے مقصد، بیمار، ذہنی، فکری اور علمی طور پر پس ماندہ بلکہ در ماندہ اور غلام اور فی الواقع اکثر اہل ہوس ہیں — اس کا اندازہ ان کے سفرناموں اور روزناموں سے ہو جاتا ہے۔

یہودیوں کے سفرناموں اور روزناموں مثلاً عہد وسطیٰ میں پیتا حیاہ اور بن یمن اور عہد حاضر میں ویبری (Vambery) اور آریل اسٹین (Aurel Stein) کی بات تو جانے دیجئے سترہویں، اٹھارہویں، انیسویں، اور بیسویں صدی کے یورپی عیسائیوں کے سفرناموں اور ان کے روزناموں کو ہی دیکھ لیں جو جرمن، فرینچ، اسپینی، پرتگالی، اطالوی، ڈچ اور انگریزی زبانوں میں ہزاروں کی تعداد میں دستیاب ہیں اور ان کا تقابل اہل اسلام میں انیسویں صدی کے علماء اور مشائخ اور بیسویں صدی کی تحریک اسلامی کے افراد کے سفرناموں اور روزناموں سے کر لیں تو اندازہ ہو جائے گا کہ جب اہل ہوس اور غلام (مغرب کے عیسائی) بھی مقصدی ہو جاتے ہوں تو ان میں کیسی عقابلی روح بیدار ہو جاتی ہے اور وہ کیا کچھ کر سکتے ہیں اور دوسری طرف ایمانی اور منصبی طور پر شہید علی الناس قوم مسلمان اور بالخصوص اس کے حکمران، علماء، دانش واران اور تحریک اسلامی کے افراد جب جامد، معطل، بے نشاط اور غلام ہو جاتے ہیں تو ان کی ذہنی سطح کتنی پست ہو جاتی ہے۔

(۲۷) وہ قوم جس میں اس کے اپنے علمی سرمایہ کے تمام یا بیشتر منظومات اور اولین دستاویزات خود اس کی اپنی تحویل میں ہوں۔

(۱) وہ قوم ذہنی، فکری اور اخلاقی طور پر دیوالیہ اور غلام ہے جو اپنی قوم کے ایسے

مخطوطے قیمتاً یاد دوسروں کو خوش کرنے کے لئے تحفہً دوسری اقوام کے حوالے کر دیتی ہے۔

(۲) وہ حکمراں اور حکومتیں بھی اسی صف میں ہیں جو اپنے قومی سرمایوں کو واپس لانے

کی بجائے اپنے اہل علم کو انھیں بھول جانے کی بالواسطہ یا بلاواسطہ ترغیب دیتی ہیں۔

(۳) وہ کتاب فروش اور لائبریری کے اہل کار بھی اسی صف میں ہیں جو محض چند نکلوں

کے لئے اپنی قوم کے سرمایہ کو لائبریریوں سے چرا کر یا لوگوں سے حاصل کر کے غالب اقوام

کے ہاتھوں میں دے دیتے ہیں۔

(۴) اسی طرح آج کے حکمراں، علماء، دانش وران اور اعیان معاشرہ بھی اسی صف میں

ہیں جو یہودیوں کے دام ہم رنگ زمین سے بے پروا ہو کر اور ان کی رانچ کی ہوئی علمی نیٹ

ورکنگ (Knowledge Networking) اور کنورجینس (Convergence)

کے دیوانے ہو کر اپنا سارا سرمایہ یہود کے ہاتھوں میں سوپ رہے ہیں۔

(۵) کیا امت مسلمہ محمدیہ کے ان نام نہاد سربراہ اور دہ لوگوں کو معلوم ہے کہ۔

(۱) نیویارک کایشیوا (Yesheva) ۹ لاکھ مخطوطات اپنے پاس محفوظ

رکھتا ہے۔ جن میں ۳ لاکھ ایسے مخطوطے ہیں جن کا کوئی دوسرا نسخہ پوری دنیا میں

کہیں اور پایا نہیں جاتا۔ ان مخطوطوں کو کوئی غیر یہودی خواہ وہ امریکہ یا برطانیہ

کے کسی تحقیقی مرکز یا یونیورسٹی کی جانب سے ہی کیوں نہ انھیں دیکھنے کا خواہش مند

ہو وہ اس کا مجاز نہیں۔

(۲) واضح ہو کہ ان میں بن یمین اندلسی کے ہاتھوں کا لکھا ہوا وہ سفر نامہ بھی

ہے جو 1843 تک بوویلیمن لائبریری (Bodelien Library) کی ملکیت

تھا لیکن غالباً 1863 کے اواخر میں اسے وہاں سے غائب قرار دیا گیا اور اب

نیویارک کے مذکورہ یشیوا میں ہے۔

(۶) اسی طرح آج امت مسلمہ کے حکمراں، علماء، دانش وران، اور اعیان معاشرہ بھی

اسی صف میں ہیں جو معاصر عہد میں اپنی آنکھوں کے سامنے ان سرمایوں کی لوٹ اور غارت گری کا مشاہدہ کر رہے ہیں لیکن ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ نہ وہ صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں نہ قوم کو ان المیوں سے آگاہ کرتے بلکہ اکثر پوری قوم کو بے خبر رکھنے اور یہودیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتے اور ان کے عطا کردہ عزت افزائیوں کو اس بے غیرتی کے عوض قبول کرتے ہیں۔ عصر حاضر میں امت میں ہونے والی بڑی بڑی غارت گری میں سے چند درج ذیل ہیں جن سے ہمارے قائدین نے امت کو بے خبر رکھا اور اس کے عوض اہل مغرب کی ضیافتیں قبول کیں:

- (۱) مصر اور شام سے 'Geniza' دستاویزات کی لوٹ اور منتقلی۔
- (۲) ٹرانس جارجون سے بحر مردار کے مسجلات (Dead Sea Scroll DSS) کی لوٹ اور منتقلی۔
- (۳) سلطنت آصفیہ کے علمی ذخائر کی تباہی، لوٹ اور منتقلی۔
- (۴) اسی کی دہائی میں افغانستان کے علمی خزانوں اور دستاویزات اور نوادرات کی تباہی، لوٹ اور منتقلی۔
- (۵) گزشتہ تین سالوں میں افغانستان کے علمی خزانوں، دستاویزات، نوادرات کی لوٹ اور منتقلی۔
- (۶) پچھلے ایک سال میں عراق کے عظیم خزانوں بالخصوص، بابل، نینوا، بغداد، موصل، بصرہ کے علمی ذخائر، دستاویزات اور نوادرات کی تباہی، لوٹ اور منتقلی۔

ہمارا منصب اور ہماری حالت

- (۱) روئے ارض پر تاریخ اکبر کا سب سے بڑا خزانہ قرآن اور سنت رسول ﷺ ہے لیکن یہ ایک المیہ ہے کہ مسلمان بالعموم اور مسلم قیادت _____ حکمران، علما، مشائخ، دانش وران اور اعیان معاشرہ _____ بالخصوص تاریخ اکبر کے تعلق سے سب سے زیادہ نااہل ہیں۔
- (۲) حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اسی تاریخ اکبر کا بھرپور شعور اور علم تھا۔ چنانچہ اسی کا نتیجہ تھا کہ جب نبی آخر الزماں ﷺ کی وفات حسرت آیات ہوئی تو حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ”آج زمین کا تعلق عرش سے ختم ہو گیا“ (اوکما قال)۔
- (۳) روئے ارض پر کسی قوم کی سر بلندی کا فیصلہ سائنس اور ٹکنالوجی میں اس کی فوقیت کے اعتبار سے نہیں ہوا بلکہ تاریخ اکبر اور تاریخ اصغر کے ادراک اور اس کے مطابق رویہ اختیار کرنے سے ہوا۔
- (۴) تاریخ اکبر کا درست ادراک تو صالحیت کی حفاظت سے آتا ہے اور تاریخ اصغر کا ادراک حقیقت شناسی، حقیقت رسی اور غور و فکر سے پیدا ہوتا ہے لیکن ہر دو کے تعلق سے علم السنۃ (Knowledge of Languages) کی بے حد ضرورت ہوتی ہے۔ روئے ارض پر پچھلے ایک ہزار سال کے دوران علم السنۃ میں یہودی علماء، اور مشائخ سے فائق کسی عالمگیر قوم کے علماء اور مشائخ نہیں رہے اور اسی ایک ہزار سال کے دوران علم السنۃ میں مسلمان علماء و مشائخ سے پس ماندہ کسی عالمگیر قوم کے علماء اور مشائخ نہیں رہے۔ چنانچہ اسی کا نتیجہ ہے کہ اس دوران ان کی اسی پس ماندگی اور کورانہ زلہ ربائی نے ہمارے علمی خزانے کو کوڑا کرکٹ سے بھر دیا۔
- (۵) تاریخ اکبر اور تاریخ اصغر کے تعلق سے مسلم قیادت _____ حکمران، علما، مشائخ، دانش وران

اور اعیان معاشرہ کی لاعلمی، پس ماندگی، و اماندگی حتی کہ در ماندگی کی انتہاء یہ ہے کہ جن عنوانات کے تحت ان کی معلومات ساری دنیا میں بے مثال اور عدیم النظیر ہونی چاہئے تھی اور ساری دنیا کا ان کو آخری مرجع ہونا چاہئے تھا ان عنوانات کے تحت ان کی معلومات ناقابل بیان حد تک پس ماندہ ہی نہیں بلکہ مبتدیانہ اور لاعلمانہ ہے۔ ایسے عنوانات میں سب سے منفرد عنوان "سیرت نبی آخر الزماں ﷺ" ہے۔

(۶) اگر سیرت رسول اللہ ﷺ کے علم کے دس درجات فرض کر لئے جائیں جن سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین واقف تھے تو آج امت کے پورے ذخیرہ علم کے حوالے سے مسلم قائدین — حکمران، علماء، مشائخ، دانش وران اور اعیان معاشرہ — کے یہاں پایا جانے والا سیرت کا علم پہلے درجے کے برابر بھی نہیں۔

ظاہر ہے اس کی صرف ایک وجہ ہو سکتی ہے اور وہ ہے مسلم قائدین — حکمران، علماء، مشائخ، دانش وران، اور اعیان معاشرہ — کی عام طور پر قرآن و سنت ﷺ سے غیر معلوم لاعلمی۔ اور اس کی وجہ ہے ان علوم سے لاعلمی جس کے بغیر قرآن و سنت ﷺ کے راز ہائے سر بستہ و انہیں ہو سکتے۔ اس تعلق سے بنیادی امر ہے عربی مبین کا علم۔

(۷)

(۱) اللہ تعالیٰ کی مصلحت خاصہ کے تحت جس کو اجل امت بھی کہتے ہیں، فی زمانہ کسی خطے میں ایک 'تاریخی مدت' تک 'غیر معمولی دانش ورانہ قوت و صلاحیت' کی نمود ہوتی ہے۔ اس خطے میں فی زمانہ بسنے والے افراد کے لئے یہ گھڑی فیصلہ کن اور آزمائش کی ہوتی ہے۔ وہ چاہیں تو اہل ثابت ہو کر اللہ کے مزید انعامات کے مستحق ہو جائیں۔ یا ان قوتوں کو ضائع کر کے خسران اٹھائیں۔ عصر حاضر میں پورے عالم اسلام میں سب سے 'غیر معمولی دانش ورانہ قوت و صلاحیت' کی نمود پاکستان میں نظر آتی ہے۔ لیکن گزشتہ پچاس سالوں کے دوران اس 'انعام خاص' کے باوجود وہاں کے اکثر حکمران، علماء، مشائخ، دانش وران، اور اعیان معاشرہ فی الواقع کوتاہ اور بے توفیق ثابت ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے اس 'اجل امت

’کی ایسی بے توقیری کی اور اس ’غیر معمولی دانش و رانہ قوت و صلاحیت‘ کو اتنا ضائع اور ایسا پامال کیا جس کی نظیر حالہ تاریخ میں نہیں ملتی۔ کم سواد اور کم ہمت لوگ یہ دیکھ کر عموماً خوش ہو لیتے ہیں کہ انہوں نے کیا کیا حاصل کر لیا جب کہ اہل نظر یہ دیکھ کر روتے ہیں کہ انہوں نے کیا کیا کم کر دیا اور کیا کیا حاصل نہ کر کے مستوجب سزا بن گئے۔

مصافحہ حیات میں مسابقت کرنے والی عالمگیر قوموں کی دانش و رانہ قوت و

صلاحیت، کو اگر ناپا جائے تو صورت حال یوں سامنے آتی ہے:

سو (۱۰۰) کے پیمانہ (Scale) پر اگر یہودی ۹۹ پر ہیں، جرمن لو تھیرین ۸۰ پر،

رومن کیتھولک ۷۵ پر، اینگلو سیکسن ۷۰ پر، اور برہمن ۴۰ پر تو پاکستان کا دانش و رطبقتہ صرف ۱۰ پر

ہے۔

جب عالم اسلام میں سب سے ’غیر معمولی دانش و رانہ قوت و صلاحیت‘ رکھنے

والے ملک کی یہ حالت ہو تو بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دیگر مسلم ملکوں اور خطوں کی کیا

صورت حال ہوگی۔

(۸) ’غیر معمولی دانش و رانہ صلاحیت و قوت‘ کے درست اور کماحقہ اظہار میں دو امور کو بنیادی طور

پر دخل ہے۔ یہ دو امور ہیں:

(۱) قوم میں علوم السنہ (Knowledge of Languages) کی صلاحیت

اور اس کا استعمال۔

(۲) قوم میں ’تاریخ اکبر‘ اور ’تاریخ اصغر‘ سے مضبوط تاریخی شعور اور اس کا استعمال۔

(۹) ’قوم میں علوم السنہ کی صلاحیت‘ کے فارمیٹ الگ الگ اقوام کے جداگانہ ہوتے

ہیں۔ مثلاً عہد حاضر میں اور بالخصوص برصغیر کے تناظر میں امت مسلمہ محمدیہ کا فارمیٹ درج ذیل ہو سکتا

ہے:

(۱) یک لسانی صلاحیت کے حاملین: جو لوگ ایک زبان اردو جانتے ہیں تو ان

کے دعویٰ کی اعتباریت اس وقت قائم ہوگئی جب وہ اردو درج ذیل سطح پر جاننے والے ہوں۔

مطلوب	(الف) اردو
متوسط	(ب) فارسی
متوسط	(ت) سنسکرت
متوسط	(ث) عربی

اگر وہ اتنا علم نہیں رکھتے تو ان کی اردو دانی معتبر نہیں اور وہ ایک لسانی صلاحیت کے حامل نہیں۔

(۲) دو لسانی صلاحیت کے حاملین: جو لوگ صرف دو زبانیں جانتے ہیں یعنی پہلی

اپنی زبان اور دوسری جاری عہد کی عالمی زبان تو ان کے دعویٰ کی اعتباریت اس وقت قائم

ہوگی جب وہ اردو اور مثلاً انگریزی کا علم درج ذیل سطح پر جاننے والے ہوں۔

(ب)

(الف)

مطلوب	(۱) انگریزی	مطلوب	(۱) اردو
متوسط	(۲) جرمن	متوسط	(۲) فارسی
متوسط	(۳) فرانسیسی	متوسط	(۳) سنسکرت
متوسط	(۴) لاطینی	متوسط	(۴) عربی

(۳) سہ لسانی صلاحیت کے حاملین: جو لوگ صرف تین زبانیں جانتے ہیں یعنی

پہلی اپنی زبان اور دوسری جاری عہد کی عالمی زبان اور تیسری اپنی تاریخی متعالی زبان تو ان کے

دعویٰ کی اعتباریت اس وقت قائم ہوگی جب وہ اردو، انگریزی، اور مثلاً عربی کا علم درج ذیل

سطح پر جاننے والے ہوں۔

ترکی (متوسط)	سنسکرت (متوسط)	فارسی (متوسط)	(۱) اردو (مطلوب)
لاطینی (متوسط)	فرانسیسی (متوسط)	جرمن (متوسط)	(۲) انگریزی (مطلوب)

عبرانی رکھدانی (مطول)	یونانی (متوسط)	نہیلی (متوسط)	(۳) عربی (مطول)
(کوئی ایک) (متوسط)			
پارسی پہلوی (متوسط)			

(۳) چہارلسانی صلاحیت کے حاملین: جو لوگ صرف چار زبانیں جانتے ہیں یعنی پہلی اپنی زبان دوسری جاری عہد کی عالمی زبان، تیسری اپنی تاریخی متعالمی زبان اور چوتھی عصری ملی زبان تو ان کے دعویٰ کی اعتباریت اس وقت قائم ہوگی جب وہ اردو، انگریزی، عربی اور مثلاً بھاشا وغیرہ کا علم درج ذیل سطح پر جاننے والے ہوں۔

(۱) اردو (مطول)	فارسی قدیم (متوسط)	سنسکرت (متوسط)	ترکی (متوسط)
(۲) انگریزی (مطول)	جرمن (متوسط)	فرانسیسی (متوسط)	لاطینی (متوسط)
(۳) عربی (مطول)	نہیلی (متوسط)	یونانی (متوسط)	عبرانی، رکھدانی (مطول)
(۴) بھاشا (مطول)	صومالی (متوسط)	سواحلی (متوسط)	پشتو (متوسط)

(۱۰) "قوم میں تاریخ اکبر اور تاریخ اصغر سے مضبوط تاریخی شعور" سے مراد درج ذیل امور ہیں

(۱) اپنی قومی ملی تاریخ، تاریخی مقامات، تاریخی شخصیات، تاریخی حوادث، تاریخی کارناموں، تخلیقات، تہذیبی، تمدنی، ثقافتی ورثہ، رنج و طرب کے ایام، تلمیحات، اور سنین کی معلومات۔

(۲) متعالم و مقابل تاریخی قوموں کی تاریخ، ان سے متعلق تاریخی مقامات، تاریخی شخصیات، تاریخی حوادث، تاریخی کارناموں، تخلیقات، تہذیبی، تمدنی، ثقافتی ورثہ، رنج و طرب کے ایام، تلمیحات اور سنین کی معلومات۔

(۳) عالمی تاریخ کے تاریخی مقامات، تاریخی شخصیات، تاریخی حوادث، تاریخی

کارناموں، تخلیقات، تہذیبی، تمدنی، ثقافتی ورثہ، رنج و طرب کے ایام، تلمیحات اور سنین کی معلومات۔

(۴) عصری اور جاری تاریخ کے روزانہ کے حوادث کے تعلق سے تاریخ، ان سے متعلق تاریخی مقامات، تاریخی شخصیات، تاریخی حوادث، تاریخی کارناموں، تخلیقات، تہذیبی، تمدنی، ثقافتی ورثہ، رنج و طرب کے ایام، تلمیحات اور سنین کی معلومات۔

(۵) مذکورہ تمام عنوانات سے متعلق تمام اسماء اور افعال کا صحیح تلفظ کرنے پر قدرت اور اس کے معانی اور تناظر کی معلومات۔

واضح ہو کہ جس قوم میں 'علوم النبی' کی صلاحیت اور اس کا استعمال ہوتا ہے اس میں از خود تاریخی شعور پیدا ہو جاتا ہے۔

(۱۱) پوری دنیا میں یہودی 'علوم النبی' کی صلاحیت اور اس کے استعمال اور تاریخی شعور کے تعلق سے گزشتہ ایک ہزار سال سے سب سے فائق چلے آ رہے ہیں۔ اس صورت حال کو درج ذیل امور سے واضح کیا جاسکتا ہے:

(۱) یہودی علماء، مشائخ اور عصری علوم کے دانش وران عام طور پر چہار لسانی صلاحیتوں کے حامل ہوتے ہیں۔ اور پوری دنیا میں ایسے لوگوں کی تعداد لاکھوں میں ہے۔

(۲) ایسے یہودی علماء، مشائخ اور عصری علوم کے دانش وران کی تعداد بھی سینکڑوں میں ہے جو اس سے بھی زیادہ 'علوم النبی' کی صلاحیت اور تاریخی شعور کے حامل ہیں۔ اگر اس صورت حال کو یہ عاجز بیان کرنا چاہے تو وہ یوں مثال دے گا:

پوری دنیا میں علوم و فنون کے تنوع اور اعلیٰ صلاحیتوں کے حاملین کے اعتبار سے مسلمانوں کی سب سے بڑی اور جامع یونیورسٹی بلاشبہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ہے جہاں کم و بیش تین ہزار جید اساتذہ تعلیم دیتے ہیں اور جہاں عباقرہ کی ایک تاریخ گزری ہے۔ اس عاجز نے یہودی 'عباقرہ' کی ایسی چند کتابیں دیکھی ہیں جنہیں ایک ایک عبقری نے تنہا

تصنیف کیا ہے۔ یہ تصنیفات گہرے تجزیے اور مباحث سے لبریز ہیں اور ان میں اتنے علوم النیۃ اور ایسے تاریخی شعور کا استعمال ہوا ہے کہ اس عاجز کو علیٰ اڑھ مسلم یونیورسٹی کی موجودہ صورت حال کا جو کچھ علم ہے اس کی بنیاد پر وہ ایسا کہنے میں خود کو حق بجانب پاتا ہے کہ یونیورسٹی کے سارے مسلم اساتذہ مل کر بھی ایسی ایک کتاب کو پڑھ کر اس کے ہر حصے کی تفہیم نہیں کر سکتے۔ جو حضرات عبداللہ یوسف علی مرحوم کی صلاحیتوں کو جانتے ہیں وہ اس بات سے اندازہ کر لیں کہ اس وقت اس صلاحیت کے یہودی صرف امریکہ میں دس ہزار سے زائد ہوں گے۔

یہودیوں کی بنائی ہوئی ————— 'علوم النیۃ' کی صلاحیت اور اس کے استعمال اور تاریخی شعور اور اس کے استعمال کی ————— دنیا میں:

(۱) ٹائٹھی کی 'اسٹڈی آف ہسٹری' (Toynbee: The Study of History)

(of History) تاریخ میں۔

(۲) فریزر کی 'گولڈن بو' (Frazer: The Golden Bough)

(Bough) نسلیات میں۔

(۳) ٹولکین کی 'دلارڈ آف ورنگ' (Tolkien: The Lord of the Ring)

The Ring تصوراتی ناول میں اور

(۴) گرم برادران کی 'کنڈر اونڈ ہاؤز مارچین' (Grimm: Brothers: Kinder und Hausmarchen)

بچوں کی کہانیوں میں لکھی جاتی ہیں اور پوری قوم اس کی طرف آنا فانا یکسو ہو کر

متوجہ ہو جاتی ہے اور ان کے اندر دیئے جانے والے ایمانی اور اشارتی پیغام کو فوراً

سمجھ لیتی ہے۔

(۱۴) ان دونوں امور یعنی ————— "علوم النیۃ" کی صلاحیت اور اس کا استعمال اور "تاریخی شعور"

اور اس کا استعمال ————— کے تعلق سے قوم کی اجتماعی سطح کے بہترین اشاریے عصر حاضر میں ریڈیو اور ٹیلی

ویشن کے نیوز ریڈر، کمپیٹر اور اس کے پروگراموں میں تبصرہ کرنے والے ماہرین ہیں۔ اس تعلق سے بی بی سی ورلڈ (BBC World) (بی بی سی اردو نہیں) کی مثال دی جاسکتی ہے۔

(۱) بی بی سی ورلڈ کے نیوز ریڈر، کمپیٹر اور مبصرین بالعموم اور ان میں یہودی بالخصوص علوم السنۃ کی صلاحیت اور اس کے استعمال اور تاریخی شعور اور اس کے استعمال کے کس اونچے مقام کے حامل ہوتے ہیں اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

(۲) اس کے برعکس سارے عالم میں مسلمانوں کے درمیان غیر معمولی ”دانش وران صلاحیت“ کے سب سے بڑے حامل ملک پاکستان کے ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے نیوز ریڈر، کمپیٹر اور مبصرین ”علوم السنۃ“ کی صلاحیت اور اس کے استعمال اور تاریخی شعور اور اس کے استعمال کے حوالے سے کس پس ماندگی میں ہیں اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس عاجز کے اس خیال کا مفہوم قطعاً یہ نہیں ہے کہ پاکستان ٹیلی ویژن اور ریڈیو میں بے صلاحیت لوگ نیوز ریڈر، کمپیٹر اور مبصر ہیں بلکہ یہ دراصل پورے ملک کی مجموعی اوسط صورت حال کے اشاریے ہیں۔ ایسے اشاریے سے عام انسانوں سے لے کر یونیورسٹیوں اور تحقیقی اداروں میں اعلیٰ ترین صلاحیت کے افراد تک، مقامی سطح کے سیاستدانوں سے ملکی سطح کے اعلیٰ سیاستدانوں تک، مقامی علماء اور دانش وروں سے اعلیٰ ترین علماء اور دانش وران تک کی مجموعی صلاحیت کے تعامل سے معاشرے میں جو علمی تناظر قائم ہوتا ہے اس کا اظہار ہوتا ہے۔

جب پی ٹی وی میں نیوز ریڈر اور مبصر ’مازندران‘ کو ’مازندرن‘ ’انبار‘ کو انبر، عبنر اور ’ان بر‘ کہتا ہے، جب مکہ المکرمۃ کو ’مکہ‘ اور ’عسقلان‘ کو ’اسکلون‘ کہتا ہے تو بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ امت کے پاس علوم السنۃ کی صلاحیت اور اس کا تاریخی شعور کس جاں کنی سے دوچار ہے۔ اگر اس اشاریہ کو اور تو وسیع دے دی جائے اور اس میں اس بات کو بھی شامل کر لیا جائے کہ جب ملک کے حکمران، علماء، مشائخ، عصری علوم کے دانش وران اور اعیان معاشرہ نیوز ریڈر کو ’مازندرن‘ اور انبر تلفظ کرتے ہوئے پاتے ہیں اور ان کے کانوں پر جوں تک نہیں ریختی اور منٹوں میں تصحیح کے لئے استدر کی ٹیلی فون کا وہ ڈھیر نہیں لگاتے تو سمجھنا چاہئے

کہ پورا ملک جان کنی کی حالت میں پہنچ چکا ہے خواہ دوسرے پر شور اٹھائے اس کی قومی صحت مندی کے لاکھ احصائیاں پیش کر رہے ہوں۔

اس سے شاید ہی کوئی باخبر شخص عدم اتفاق کرے کہ تیرھویں صدی عیسوی میں منگولوں کے ہاتھوں عالم اسلام کی تباہی سے کیف و کم کے اعتبار سے بڑی تباہی 1946 سے 1980 کے مابین برصغیر میں ہوئی، جن پر امت جتنا روئے کم ہے۔ ڈھاکہ، پٹنجاؤں، راج شاہی، سلہٹ، مرشد آباد، عظیم آباد، الہ آباد، فیض آباد، لکھنؤ، دہلی، رام پور، علی گڑھ، حیدرآباد (دکن)، خلد آباد، سرنگاپٹم، بھوپال، ٹونک، برہان پور، آگرہ، کراچی، حیدرآباد (سندھ)، ملتان، اور لاہور کے قبرستانوں میں آرام کرنے والوں کو کیا خبر کہ ان کے اخلاف تریا سے کس تحت ٹری تک آگئے ہیں۔

(۱۳) لائبریریاں دولت سے قائم ہوتی ہیں اور برقرار رکھی جاسکتی ہیں نہ حکومت اور قوت سے۔ لائبریریاں فی الواقع قوم کے نشاط، عزم، مقصد کار اور نصب العین کے اظہار کا نتیجہ بھی ہوتی ہیں اور ان کی عکاس بھی۔ اگر قوم میں نشاط اور نصب العین نہیں تو خواہ کتنی ہی عظیم الشان لائبریری کیوں نہ قائم کر لی جائے وہ زیادہ دیر برقرار نہیں رہتی۔ قوم میں 'حرکت' ہو تو صحرا میں اور درختوں کے پتوں پر اور غاروں میں لائبریریاں بن جاتی ہیں۔

(۱۴) ہمارے مدارس اور جامعات اسلامیہ کی لائبریریاں عموماً مردہ خانوں کے مثل ہیں جہاں ابتدائی ایک حد سے آگے مردہ گھر کے جمعدار کے سوا کوئی نہیں جاتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں نہ مطالعہ کی اجازت ہے، نہ فرصت اور نہ حاجت۔ طلبہ کو عموماً اجازت نہیں۔ اساتذہ کو فرصت نہیں اور مہتمم اور ناظم کو حاجت نہیں۔ ابوحنیفہ النعمان، ادریس شافعی، مالک بن انس، احمد بن حنبل اور جعفر الصادق ساری امت کی طرف سے پڑھنے کا فرض کفایہ ادا کر کے چلے گئے ہیں اور متاخرین کے بقول اپنے پیچھے تفقہ، تدبر اور نقد و نظر کے دروازے اچھی طرح مقفل کر گئے ہیں۔ اور ہر لائبریری کے دروازے پر 'جمہور علماء نامی ایک دستہ تعینات کر گئے ہیں جس کی ذمہ داری ہے کہ اگر کسی ابن قتیبہ، ابن سعد، ابن جریر طبری، مسعودی

اور ابن حزم جیسے آدمی نے لائبریری کی کھڑکی کے دراز سے اندر جھانکنے کی بھی جرات کی تو اسے مار کر لائبریری کے احاطہ سے باہر کر دیا جائے۔

(۱۵) عالم اسلام میں عصری علوم کی یونیورسٹیوں کا طور جدا ہوتے ہوئے بھی ان کا حال بالعموم دارالعلوموں اور جامعات اسلامیہ سے مختلف نہیں۔ گزشتہ صدیوں سے اب تک مغربی طرز کی یہ یونیورسٹیاں جو عالم اسلام میں قائم کی جاتی رہی ہیں وہ دراصل مغربی یونیورسٹیوں کا چہ بہ یا ثمنی نہیں۔ وہاں کے مقاصد جدا ہیں اور یہاں کے جدا۔ عالم اسلام میں قائم بظاہر ان مغربی طرز کی یونیورسٹیوں کی مثال گویا ایسی تعلیم گاہوں کی ہے جہاں فطری طور پر پیدا ہونے والے بچوں کو طریقہ بریل (Braille System) پر تعلیم دی جاتی ہو۔ ان یونیورسٹیوں میں پیدائشی طور پر صحت مند لوگوں کو پڑھا کر اندھا، ابلج، نقال، سہارالے کر چلنے والا، بے ہمت، بے مقصد، پریشان خیال، ژولیدہ فکر، شکم پرور اور میدان عمل سے گریز پانائے جانے کا عمل جاری ہے۔ چنانچہ عالم اسلام میں موجود یونیورسٹیاں، وہاں کا نصاب تعلیم، طریقہ تعلیم، اکثر اساتذہ، ان میں اکثر کی اخلاقیات، یونیورسٹی انتظامیہ، حکمران، سرکاری پالیسیاں، سینیٹ اور تعلیمی کمیٹیاں، فارغین کو بروئے کار لانے والے ادارے اور محکمے، یونیورسٹی میں نصابی اور غیر نصابی اشغال، طلبہ کے اکثر والدین اور مربیان حتیٰ کہ بیشتر طلبہ سب اسی کے غماض ہیں۔ ان سب کی حقیقت اور وہاں کی تعلیم کی اوقات جاننا ہو تو وہاں کی لائبریریوں کا حال دیکھ لیں۔

(۱۶) برصغیر کی ایک یونیورسٹی ہے۔ دنیا کے اعلیٰ ترین علمی، سائنسی، تاریخی اور لسانی جرائد اور مجلوں سے وہاں دو ایک اساتذہ کو چھوڑ کر اکثر ناواقف ہیں۔ کتابوں اور جرائد کی خریداری کے نام پر کروڑوں روپے سالانہ گرانٹ ملتی ہے۔ ان پیسوں سے خریدے جانے والے جرائد، مجلے اور کتابیں سینٹرل لائبریری میں دستیاب ہوتے ہیں نہ متعلقہ شعبوں کی سیمینار لائبریریوں میں۔ سینٹرل لائبریری میں کتابیں نہیں ہیں۔ تو اپنی جگہوں پر نہیں۔ اس لئے کہ روزانہ انہیں اپنی جگہوں پر واپس رکھنے اور ہفتہ وار، ماہانہ اور سالانہ جزوی یا کلی عملًا ترتیب جدید کرنے کو غیر ضروری خیال کیا جاتا ہے اور اکثر قیاسی خانہ پری سے کام چلا لیا جاتا ہے۔ اس یونیورسٹی کے دیگر شعبوں کی طرح یہاں شعبہ اسلامی علوم اور

شعبہ عربی بھی قائم ہیں جو خیر سے مشہور بھی ہیں۔ اس عاجز کو کچھ دن اس یونیورسٹی کے جوار میں ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ یکے بعد دیگرے وہاں کے تین طلبہ سے میں نے سیرت ابن ہشام منگوائی۔ تینوں نے آکر کہا کہ اس نام کی کوئی کتاب سینٹرل لائبریری میں نہیں ہے۔ چوتھے نے خبر دی کہ تلاش بسیار کے بعد سینٹرل لائبریری کے اس شعبے کی فہرس کتب مل گئی ہے اور لائبریرین نے اسے دیکھنے کی اجازت دے دی ہے۔ فہرس کی ورق گردانی سے معلوم ہوا کہ وہاں ایک نسخہ ہے۔ لیکن لائبریری کے ریک پر موجود نہیں۔ کس کو کتاب ایٹو کی گنی لائبریرین کو معلوم نہیں۔ بلاآخر سیرت ابن ہشام مطبوعہ مصر شعبہ اسلامی علوم کی سیمینار لائبریری میں ملی۔ وہاں یہی ایک نسخہ تھا۔ کتاب 1949 میں شائع ہوئی تھی (فی الواقع مجھے اصل ضرورت اس نسخہ کی تھی جو انیسویں صدی میں ہالینڈ میں شائع ہوا تھا)۔ لائبریری میں اندراج کا سن 1951 درج تھا۔ کسی صاحب نے 1951 کے اواخر غالباً نومبر میں اسے پہلی بار ایٹو کرایا تھا اور دوسری بار 1999 میں اس عاجز کے اصرار پر ایک طالب علم کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔ واضح ہو کہ اس دوران یونیورسٹی سے سینکڑوں طلبہ نے علوم اسلامی میں ایم اے کی ڈگری لی ہوگی اور پچاس سے زائد طلبہ نے ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں۔

اس صورت حال سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان یونیورسٹیوں اور امت کو ان سے پہنچنے والے فیض کا کیا حال ہے۔

اسی مقام پر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ کیا تعلیم واقعی امت کا مسئلہ ہے۔ کیا امت میں تعلیم کی کمی ہے؟ کیا امت میں اسکولوں، کالجوں، اور یونیورسٹیوں کی کمی ہے؟ کیا نئے اسکول اور کالج اور یونیورسٹیاں قائم کرنا ہمارے مسئلوں کا حل ہے؟

کیا یہ ایک تلخ حقیقت نہیں کہ جو تعلیمی ادارے، اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں قائم ہیں اور امت کا ان پر تصرف رہا ہے وہ Optimally مفید مطلب ثابت نہیں ہو رہی ہیں۔

(۱۷) یوں تو اس صورتحال کے بیسیوں اسباب بیان کئے جاسکتے ہیں جو اپنی جگہ درست بھی

ہوں گے۔ اور ظاہر ہے اس صورت حال کے لئے کسی ایک یا دو طبقوں کو ذمہ دار بھی ٹھہرایا نہیں جاسکتا۔

تاہم عام مسلمان اس صورت حال کی مجموعی طور پر عام ذمہ داری اگر اپنے قائدین

حکمران، ارباب حل و عقد، علماء، مشائخ، دانش وران اور اعیان معاشرہ — پر ڈالیں اور انہیں اس کا اصل ذمہ دار اور قصور وار قرار دیں تو یہ بے جا نہ ہوگا۔ امت کی اس صورت حال کی اصل ذمہ دار اس کی قیادت — حکمران، علماء، مشائخ، دانش وران، اور اعیان معاشرہ — ہے جو گزشتہ سو سالوں میں خود بھی جامد، بے حس، بے مقصد، بے عزم، بے حوصلہ، بے کار، بے بصیرت اور بے نشاط ہوئی اور اس نے اپنی قیادت اور سیادت کو بچانے کے لئے پوری قوم کو اور بالخصوص 'عام مسلمانوں' کو ژولیدہ فکر، بے حوصلہ اور بے نشاط بنانے کی اپنی حد تک پوری کوشش کی۔ مسلمانوں کی یہ یونیورسٹیاں اور یہ جامعات اسلامیہ اور یہاں پایا جانے والا جمود چلی آرہی مسلم قیادت کی عکاس اور پر تو ہے عامۃ الناس کی نہیں۔

(۱۸) بالخصوص پچھلے ڈیڑھ دو سو سالوں میں جس طرح ملت اسلامیہ جامد، بے حس، بے مقصد، بے سمت، بے عزم، بے حوصلہ، بے کار، بے حیثیت، اور بے نشاط بنائی جاتی رہی ہے اس کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ اب یہ جمودزہریلا دائرہ (Vicious Circle) بن چکا ہے۔ چنانچہ سیاسی قیادت ہو یا مذہبی قیادت فکری قیادت ہو یا علمی قیادت، تعلیمی قیادت ہو یا روحانی قیادت، انتظامی قیادت ہو یا ادارہ جاتی قیادت سب بے نشاط اور معطل ہو چکی ہے۔ ان تمام المیوں کی انتہاء یہ ہے کہ گزشتہ ستر سالوں سے سامنے آنے والی تحریکی قیادت بھی اب دم توڑ چکی ہے یوں تو دنیا میں ہر باخبر مسلمان کا سینہ اس طرح کی مثالوں کا گنجینہ ہوگا لیکن چلی آرہی قیادت کی بے نشاطی امت کے رگ و پنے میں کس طرح سرایت کر گئی ہے اس کی چند مثالیں جو اس عاجز کا ذاتی تجربہ ہیں اسے تحریر کرتا ہوں تاکہ 'عام مسلمانوں' کو حقیقی صورت حال کا درست اندازہ ہو۔

(۱۹) 1984 سے 1988 کے دوران اس عاجز نے عالم اسلام میں بڑی سرعت سے رونما ہونے والے واقعات کے تناظر میں ایک قابل عمل تجویز تیار کی اور امت کے معروف بیس اعلیٰ ترین دماغوں کی خدمت میں اسے پیش کیا۔ اس تجویز کے تعلق سے اس عاجز کا اب بھی یہی خیال ہے کہ اگر اس پر جزوی طور پر بھی عمل درآمد کر لیا جاتا تو عالم اسلام میں نہ یہ موجودہ صورتحال پیدا ہوتی، نہ امت کو ان حوادث سے گزرنا ہوتا جو 1985 سے اس پر عارض ہوئے۔ اور اگر بد قسمتی سے یہ سب واقع ہو ہی جاتے تو امت

کے لئے اتنے جائزہ اور مہلک نہ ہوتے جتنے ہوئے۔ لیکن صد افسوس بجز ایک شخص کے کسی نے کان نہیں دھرا۔ اللہ تعالیٰ ذاکر حمید اللہ صاحب کی قبر کو نور سے بھر دے اور ان کی مغفرت فرمائے صرف وہی ایک ایسے شخص تھے جو اس تجویز پر بے خود ہو گئے اور بے حد جذباتی ہو کر اس عاجز کی تجویز کی تحسین کی اور اپنے تعاون کا یقین دلایا۔ اس کے برعکس تحریک اسلامی کے ایک عالمی سطح کے قائد نے تو ایک ایسا عارفانہ مشورہ دیا کہ اس عاجز نے سرپیٹ لیا۔ انہوں نے فرمایا: تفصیلات لکھ کر بھیج دو اسے شائع کر دیا جائے گا۔

(۲۰) 1989 سے 1991 کے دوران اس عاجز نے ملک کے سات معروف دماغوں کے سامنے تیزی سے رونما ہونے والے حالات کے تناظر میں ایک مفصل اور قابل عمل تجویز رکھی۔ اس عاجز کا اب بھی یہی خیال ہے کہ اگر اس وقت اس پر جزی عمل درآمد بھی ہو جاتا تو 1992 سے ملت پر جس تکلیف وہ اور کر بناک دور کا دروازہ وا ہوا وہ شاید نہ ہوتا۔ افسوس ان معروف دماغوں کو اپنے اپنے مفاد کی فکر زیادہ لاحق تھی۔

(۲۱) 1986 میں ایک موقر دینی درس گاہ کے ایک تحریکی طالب علم سے ملاقات ہوئی۔ علم، صلابت اور جودت میں نمایاں۔ وہ مشورہ کے طلب گار ہوئے۔ کئی سالوں تک وقفہ وقفہ سے آکر ملاقات کرتے رہے۔ اچھے اور ذہین نوجوانوں کو امت کے کام آنے اور کارہای ضروری انجام دینے کے لئے پر نشاط بنانا اس عاجز کی کمزوری ہے۔ فضیلت کے بعد انہوں نے معاشیات میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے اور امت کے لئے کچھ کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس عاجز نے معاشیات کے تناظر میں امت کو درپیش اصل چیلنج کی نشاندہی کی اور تاکید کی کہ آپ وہاں معاشیات میں اعلیٰ ڈگری لینے نہیں بلکہ امت کو درپیش چیلنج کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہونے جا رہے ہیں۔ وہ آکسفورڈ گئے۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ کئی سالوں تک یہ عاجز بے خبر رہا۔ پھر ملاقات ہوئی۔ جھکتے ہوئے ملے۔ معلوم ہوا سود اور نظام سود کو پیارے ہو گئے ہیں اور ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں معاشی ایڈوائزر ہیں۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون۔

(۲۲) 1987 میں ایک دوسرے موقر دینی درس گاہ کے ایک اور تحریکی طالب علم سے ملاقات ہوئی۔ فضیلت کے بعد وہ یونیورسٹی میں داخل ہوئے۔ ہر ہفتے ملاقات کو آتے۔ بے حد سرگرم تحریکی لگتے

تھے۔ معاشیات پڑھنا چاہتے تھے۔ مشورہ طلب کیا۔ کہا کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ کچھ غیر معمولی کرنے کا ایسا جذبہ طاری نظر آیا کہ میں حیران رہ گیا۔ میں نے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خاص پہلو کی جانب اشارہ کیا۔ جس کا ذکر صرف ابن خلدون نے کیا ہے۔ میرے علم کی حد تک اس سے پہلے کسی نے کیا نہ اس کے بعد۔ ایک معاصر یہودی ماہر معاشیات پین کن (Patinkin) نے غالباً 1975-1980 میں یہودیت کے تناظر میں اس پر کام کیا تھا۔ اس عاجز کی خواہش تھی کہ قرآن و سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں کوئی مسلمان اس پر کام کرتا۔ میں نے اس جانب ہمت افزائی کی۔ مشورہ لے کر چلے گئے۔ ایک سال بعد ملاقات ہوئی۔ معلوم ہوا معاشیات چھوڑ دی ہے اور عربی میں ایم اے کر رہے ہیں۔ کہا کہ فلاں نے مشورہ دیا عربی میں ایم اے کر لو۔ محنت نہیں کرنی پڑے گی۔ میں نے کہا خیر عربی میں ہی کچھ ضروری کام کیجئے۔ ایم فل کے بعد تشریف لائے۔ کہا پی ایچ ڈی کرنا چاہتا ہوں مشورہ دیجئے۔ اسلامک اسٹڈیز اور عربی دونوں شعبوں کو سامنے رکھ کر مشورہ دیجئے۔ انھیں دنوں اسلام کے تین نہایت کارآمد موضوعات پر جرمنی کے ہمبرگ، برطانیہ کے کبرج اور امریکہ کے غالباً پنسلونیا یونیورسٹی میں کام چل رہے تھے اور تینوں محققین غیر مسلم تھے۔ موضوع ایسا تھا کہ اس پر یہاں کی یونیورسٹیوں میں بخوبی تحقیق کی جاسکتی تھی۔ بلاشبہ اس کے لئے علم، محنت اور اسلام کے لئے کچھ کرنے کا اٹل جذبہ درکار ہوتا۔ میں نے انھیں موضوعات پر تحقیق کرنے کا مشورہ دیا۔ اور اپنی طرف سے حتی المقدور مدد کا وعدہ بھی کیا۔ چند مہینوں کے بعد تشریف لائے۔ بتایا کہ ان موضوعات پر گائڈ تیار یا راضی نہ تھے۔ کہا محنت کرنی پڑے گی۔ علمی کام بعد میں کر لینا۔ پہلے پی ایچ ڈی کر لو۔ مزید معلوم ہوا کہ دیگر لوگوں نے جن میں تحریکی لوگ بھی تھے اسی مشورہ کو صواب قرار دیا۔ چنانچہ انھوں نے ”متنبی“ پر تحقیق کر لی۔ اب ایک یونیورسٹی میں استاذ ہیں اور تحریک اسلامی میں سرگرم۔

(۲۳) 1984 کی بات ہے۔ ایک نوجوان سائنسداں اس عاجز سے ملنے تشریف لائے۔ بتایا کہ جب وہ اس شہر کو منتقل ہو رہے تھے جہاں یہ عاجز رہتا تھا تو ان کے شہر کے ایک بزرگ نے انھیں تاکید کی کہ مجھ سے ملتے ضرور رہا کریں۔ ملاقات ہوئی۔ جودت، ذہانت، اسلام کے لئے مرٹنے کا جذبہ خون کی طرح رگ و پے میں دوڑ رہا تھا۔ بے حد خوشی ہوئی۔ معلوم ہوا کہ مائیکرو پروسیسنگ شعبے میں Mind اور

Memory پر کام کر رہے ہیں۔ قرآن سے شغف تھا۔ کئی سالوں تک قرآن میں تدبر کرتے رہے۔ امت کے لئے کئی نادر چیزیں کرنے کا عزم رکھتے تھے۔ اعلیٰ تحقیق کے لئے یورپ گئے۔ پیرس جا کر حمید اللہ صاحب سے بنفس نفیس انھوں نے ہی میری جانب سے بات پیت کی تھی۔ پھر جانے کیا ہوا سعودی عرب چلے گئے۔ اب بقول شاعر ع

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے

(۲۴) 1990-91 کی بات ہے۔ ایک مسلم نوجوان ملنے تشریف لائے۔ بتایا کہ ہارورڈ میں پوسٹ ڈاکٹورل ریسرچ کر رہا ہوں۔ اس وقت مواد کی فراہمی کے لئے نکلا ہوں۔ یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ ایک مسلم نوجوان جو صورتاً اور عادتاً مسلمان ہے ہارورڈ میں تحقیق کر رہا ہے۔ انہوں نے بتایا کسی (سادہ لوح یا ناقبت اندیش) صاحب نے انھیں تاکید کی ہے کہ اس عاجز سے ضرور ملو۔ کئی گھنٹوں کی گفتگو کے بعد وہ نوجوان چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد میرے ایک رفیق نے جو گفتگو کے موقع پر موجود تھے دریافت کیا کہ گفتگو کے ابتدائی حصے کو چھوڑ کر پوری مدت میری باتیں بڑی عجیب اور خلاف معمول کیوں تھیں؟ میں نے جواب دیا کہ میں خود نہیں جانتا۔ بس اتنا جانتا ہوں کہ مجھے تھوڑی دیر بعد سخت انقباض محسوس ہونے لگا تھا۔ جہاں اس بات کی خوشی عند الملاقات ہوئی تھی کہ ایک نوجوان ہارورڈ میں ریسرچ کر رہا ہے اور ذہننا بھی مسلمان معلوم ہوتا ہے وہیں سخت حیرت ہو رہی تھی کہ اس سے بات کرنے سے طبیعت یکسر اچاٹ ہو گئی۔ چار سالوں بعد ایک تحریر نظر سے گزری جس سے معلوم ہوا کہ وہ صاحب "Clash of Civilizations" کا مواد فراہم کرنے کی مہم پر تھے۔

(۲۵) 1986-87 کی بات ہے۔ فوکویاما (Fukuyama) کے مقالہ کی اشاعت سے دو سال قبل اس عاجز نے "اسلام اور اکیسویں صدی کا چیلنج" تحریر کیا۔ عالم اسلام کے ایک موقر اشاعتی ادارے سے شائع کرنا چاہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عالم اسلام کے معروف ذی علم اس کے ادارتی پینل میں تھے۔ دو سال کی چھان پھٹک کے بعد ادارے نے مطلع کیا کہ کتاب ناقابل اشاعت ہے۔ اس دوران فوکویاما کا مقالہ منظر عام پر آ گیا اور اس پر بحث کا آغاز ہوا۔ سالوں بعد عاجز کی کتاب شائع ہوئی اور اشاعت کے

پندرہ دنوں کے اندر اندر سب سے پہلے پروفیسر سید محمد سلیم صاحب مرحوم نے 'افکار معلم' لاہور میں غیر معمولی تبصرہ فرمایا اور عالم اسلام کے اہل علم اور بالخصوص اس کے حکمرانوں کو اس کتاب کی جانب متوجہ کیا اور اس کے معا بعد پروفیسر قاضی اشفاق صاحب نے سدنی آسٹریلیا سے نکلنے والے جریدہ "Insight" میں دوسرا غیر معمولی تبصرہ کیا اور مغرب میں رہنے والے مسلم اہل علم کو اس کتاب کی جانب متوجہ کیا اور مصنف سے شکایت کی کہ یہ کتاب سارے عالم اسلام کا ورثہ اور حق ہے اسے میں نے صرف اردو میں کیوں شائع کیا اور تاکید کی کہ کتاب جلد از جلد کم از کم عربی اور انگریزی میں بھی شائع ہو جائے۔

(۲۶) 1980 کی بات ہے۔ ایک نوجوان سے ملاقات ہوئی۔ عالم اسلام کی ایک بڑی تحریک اسلامی کے قائد اعلیٰ کے پرائیویٹ سکریٹری تھے۔ عربی تحریر و تقریر میں طاق۔ روز ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ پہلے میٹرک تک انہوں نے تعلیم حاصل کی پھر ایک موقر دینی درس گاہ میں داخل ہوئے۔ 'فضیلت' کی پھر تخصص فی الادب کی سند حاصل کی۔ اسلام کے لئے کچھ کر گزرنے کا جذبہ رگ و پے سے اہل رہا تھا۔ کہا اعلیٰ تعلیم کے لئے مغرب جانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ یورپ چلے گئے۔ متعدد یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کی۔ پی ایچ ڈی ہوئے۔ ابھی پی ایچ ڈی کر رہے تھے کہ ملاقات ہوئی۔ رنگ ہی نہیں؛ ہنک بھی بدلا نظر آیا۔ اکھڑے اکھڑے سے رہے۔ اب معلوم ہوا کہ یورپ کے ایک شہر میں کتاب کی دوکان کھول لی ہے۔ اور فارغ البال ہیں۔

قائدین کی امت کو فریب دہی

(۱) امت مسلمہ محمدیہ کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ بالخصوص نزشتہ سو سالوں میں اس نے اپنے قائدین — حکمران، علماء، مشائخ، عصری علوم کے دانش وران اور اعیان معاشرہ — پر اعتماد بھروسہ کیا۔ لیکن اس کا سب سے بدترین پہلو یہ ہے کہ امت کو نہ صرف ان کے انہیں قائدین نے فریب دیا بلکہ اس کے اعتماد کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے محض اپنے منافع و اغراض کے لیے فیوض کے ہاتھوں میں فروخت کر دیا۔

(۲) اس تعلق سے امت مسلمہ محمدیہ کو اس کی ہر قسم کی قیادت (حکمران قیادت، سیاسی قیادت، مذہبی قیادت، روحانی قیادت، علمی قیادت، انتظامی قیادت حتیٰ کہ تحرکی قیادت) نے فریب دیا ہے۔ یہ فریب دہی درج ذیل عنوانات کے تعلق سے ہے:

(۱) امت مسلمہ محمدیہ پر مقامی، علاقائی اور عالمی ہر سطح پر وارد ہونے والے خطروں، المیوں اور تباہی اور اس کے مضمرات و عواقب کی صحیح اور تفصیلی صورت حال سے اسے آگاہ کرنا۔

(۲) امت کی جانوں، مالوں، علمی، تہذیبی، ثقافتی، تمدنی اور عسکری موجود اٹاٹوں اور قوتوں کو محفوظ رکھنا اور اس کو محفوظ رکھنے کے لئے امت کو اعتماد میں لینا اور اس تعلق سے اسے آگاہ کرنا۔

(۳) امت مسلمہ پر مقامی، علاقائی، اور عالمی ہر سطح پر آئندہ وارد ہونے والے ممکنہ خطروں اور مہلکات اور ان کے مضمرات و عواقب کی صحیح صورت حال سے آگاہ کرنا اور ان سے بچانے کے تعلق سے اسے اعتماد میں لینا اور اس کی آگہی اور شراکت سے سامنا کرنے کی تیاری کرنا۔

(۳) امت مسلمہ محمدیہ کی منصبی اور واقعی امنگوں بالخصوص اس کی منصبی حیثیت کی بحالی کی امنگ کو پورا کرنے کے لئے اس میں طویل مدتی تیاری کے منصوبوں پر کام کرنا اور اس تعلق سے امت کو آگاہ کرنا اور اسے اعتماد میں لینا۔

(۳) یوں تو اس تعلق سے امت مسلمہ محمدیہ کو اس کے قائدین کی جانب سے دیئے گئے فریب کی فہرست بڑی طویل ہے لیکن یہاں صرف دو امور کا ذکر کافی ہوگا۔ اس عاجز کا خیال ہے کہ گزشتہ سو سالوں میں امت کے سیاسی، مذہبی، روحانی، علمی اور انتظامی قائدین نے قومی کاموں کے نام پر امت سے جو اعانتیں لی ہیں اور ان کو محض اپنے ذاتی مفادات کی تکمیل میں یا لایعنی امور میں بے جا صرف کیا ہے اگر اس کا ایک لاکھواں حصہ بھی درج ذیل کاموں پر صرف ہوتا تو امت آج سے پچاس سال قبل ہی اقوام عالم کے شانہ بشانہ باخبری کی منصوبہ بندی کی تکمیل میں مصروف ہو چکی ہوتی۔ اور جن الم ناک مسائل سے وہ آج دوچار ہے شاید وہ پیدا ہی نہیں ہوئے ہوتے۔ مذکورہ دو امور درج ذیل ہیں:

(۱) امت کے فکری، علمی، تہذیبی، ثقافتی اور تمدنی اثاثوں کی بحالی۔

(۲) امت کی حیثیت کی بحالی میں ضروری فکری استعداد کی بحالی کے لئے فکری و علمی اثاثوں کے تناظر میں علمی تیاری۔

(۳) امت مسلمہ محمدیہ کے فکری، علمی، تہذیبی، ثقافتی اور تمدنی اثاثوں کی بحالی کے تعلق سے ضروری کام درج ذیل تھے:

(۱) اپنی تحویل میں موجود اثاثوں کی حفاظت کا نظم۔

(۲) دوسروں کی تحویل میں موجود اثاثوں کی نشاندہی۔

(۳) اپنی اور دوسروں کی تحویل میں موجود غیر متعین یا غیر شمار شدہ اثاثوں کی فہرست سازی۔

(۴) ہر دو اقسام کے اثاثوں کی اصلی اور حقیقی صورتحال کی معلومات کا حصول اور ان

کے معاینہ کا نظم۔

(۵) ہر دو اقسام کے اثاثوں کے تعلق سے امت مسلمہ محمدیہ کے عامۃ الناس کو آگاہ کرنا۔

(۶) ہر دو اقسام کے اثاثوں کی اشاعت اور ان پر منظم کام کرنا اور اس تعلق سے امت میں موجود صلاحیتوں اور موجود اداروں کی توجیہ (Orientation) کرنا اور انھیں بروئے کار لانا۔

(۷) دوسروں کی تحویل میں موجود اثاثوں کی بازیابی کی کوشش کرنا۔

(۵) امت مسلمہ محمدیہ کی حیثیت کی بحالی میں ضروری فکری استعداد کی بحالی کے لئے موجود فکری، علمی اثاثوں کے تناظر میں علمی تیاری کے تعلق سے ضروری کام درج ذیل تھے

(۱) امت مسلمہ میں موجود اولین اثاثوں (Primary Sources) کی اشاعت اور اس پر کام کا آغاز کرنا۔ تقریب فہم کے لئے صرف ایک مثال دیتا ہوں ایلیٹ اور ڈاؤسن (Eliot & Dowson) نے "The History of India Told by Its own Historians" کے عنوان سے جن جن کتابوں کے اقتباسات اور تلخیصات کا ترجمہ شائع کیا ہے ان کتابوں کو ان کی اصل زبان میں بعینہ شائع کر کے امت کو ان کے محتویات سے براہ راست آگاہ کرنے کی صورت پیدا کرنا اور امت کے مابین انھیں محفوظ کرنا۔ اسی پر پورے عالم میں بکھرے ملی اثاثوں کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔

(۲) ماضی قریب کی صورتحال اور اس کے پیچ و خم اور دروبست کو راست سمجھنے کے لئے موجود اولین اثاثوں کی اشاعت اور اس پر کام کا آغاز کرنا۔ تقریب فہم کے لئے چند مثالیں دیتا ہوں:

(1) Aitchison C.U: Collection of Treaties, Engagements and Sunnads. Calcutta, 1909

جیسی کتابوں کی اشاعت اور ان پر کام جن سے امت باخبر ہوتی کہ اس کی حیثیت نوعی اور حیثیت قانونی کیا ہے۔

(2) Middle East Treaties & Agreements, 2 Volumes,
Oxford University Press.

آکسفورڈ کے ذریعہ شائع کردہ دو جلدوں پر مشتمل اس کتاب کی اشاعت اور اس کے ترجمہ کی اشاعت تاکہ امت باخبر ہوتی کہ ان کے اصل قاتلین کون کون ہیں اور ان کی کمیں گاہیں کہاں کہاں ہیں۔

(3) Clive Parry: The Consolidated Treaty Series,
Oceana Publications Inc. New York.

جیسی کتاب اور اس کے ترجمہ کی اشاعت تاکہ امت باخبر ہوتی کہ ان کے ارد گرد ان کے خلاف صدیوں سے کیا ہو رہا تھا جس سے ان کے قائدین نے انھیں بے خبر رکھا۔

(۳) جناب یونس سلیم مرحوم اور دیگر افراد کے پاس محفوظ سلطنت آصفیہ کی تباہی کے دستاویزات اور معلومات کے ذخیرہ کی اشاعت اور ان پر کام اور اسی طرح دیگر امور کے متعلق ذخائر کی اشاعت اور ان پر کام مثلاً تقسیم ہند کے بعد ستر کی دہائی میں تیار کردہ نہال سنگھ رپورٹ۔

(۴) ہیک لیویٹ سوسائٹی (Hakluyat Society) کے ذریعہ شائع کردہ کتابوں کے تراجم کی اشاعت یا متعلقہ مواد کی تلخیص کی اشاعت۔

(۵) اور مے کلکیشن (Orme Collection)، ہل کلکیشن "Hill" (Collection) وغیرہ میں متعلقہ کتابوں کی اشاعت یا ان کی تلخیص۔

(۶) ایشیاٹک سوسائٹی کے ذریعہ کئے گئے کاموں کو محفوظ رکھنا اور اس سمت میں آگے کام کرنا۔

(۷) دائرۃ المعارف عثمانیہ کی تباہی کے بعد اسی نسخ پر قوم کا از خود کام کا آغاز کرنا۔

(۸) فہمی نول کشور پریس، نامی پریس اور مجتہبانی پریس جیسے طباعتی، اشاعتی اور ادبی تباہی کے بعد امت سے متعلق کاموں کو امت کے ذریعہ خود کرنا۔

(۹) سلطنت برطانیہ اور فرانسیسی سلطنت کے Declassified دستاویزات میں سے امت سے متعلق حصوں کی اشاعت کرنا۔

(۶) تاریخ عالم اور اقوام کی زندگی کے گہرے مطالعہ کے بعد یہ عاجز پورے جزم کے ساتھ کہتا ہے کہ مذکورہ قسم کے بڑے کام فی الواقع حکومت اور دولت سے تاریخ میں کبھی نہیں ہوئے۔ اور اگر ہوئے تو پائیدار اور ٹھوس نہیں ہوئے۔ ایسے پائیدار اور ٹھوس کام صرف

(۱) قوم میں موجود اصل قیادت کی بصیرت اور قوم کے لئے اس کے ایثار

(۲) اور قوم کے عزم اور قربانی

سے انجام پاتے رہے ہیں۔ قوم میں عزم اور قربانی کا جذبہ قیادت کی بصیرت اور قوم کے لئے ایثار سے پیدا ہوتا ہے۔

(۷) مذکورہ ان دو قسموں کے اثاثوں کے براہ راست مطالعہ کے بعد آئندہ کے خطوط کار کی اہمائی، تفصیلی، تجزیاتی، احصائی، اثاثوں کی امت میں تیاری اور اس کی اشاعت کرنا: تقریب فہم کے لئے چند مثالیں دیتا ہوں۔

(۱) امت مسلمہ کو مسلم و غیر مسلم علاقوں کی ایسی معلومات کی فراہمی — جو امت

کے عزائم، اور تاریخ کی آئینہ دار ہو مثلاً ایسے گزٹیئرس Gazatteers جو اہل مغرب نے پورے عالم اسلام سے متعلق اور ہندوستان میں بالخصوص 1833 سے قبل تیار کئے۔ یا ایسے گزٹیئرس جو 1858-1910 کے مابین تیار کئے گئے۔ یا ایسے گزٹیئرس جسے لارڈ کرزن نے اپنی نگرانی میں تیار کروایا۔

(۸) امت مسلمہ محمدیہ کی قیادت نے گزشتہ دو سو سالوں میں مذکورہ دونوں امور یعنی:

(۱) امت کے فکری، علمی، تہذیبی، ثقافتی، اور تمدنی، اثاثوں کی بحالی اور

(۲) امت کی حیثیت کی بحال میں ضروری فکری استعداد کی بحالی کے لئے فکری و علمی

اثاثوں کے تناظر میں علمی تیاری۔

کے تعلق سے امت کو صرف فریب دیا ہے۔ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(۹)

(۱) مملکت ہاشمیہ نے چند نگوں کے عوض بحر مردار کے سارے دستاویزات یہودیوں،

راک فیئر فاؤنڈیشن (Rockefeller Foundation)، آکسفورڈ

یونیورسٹی (Oxford University) اور یہودی یروشلم یونیورسٹی کے حوالے کر دیا۔

(۲) حکومت پاکستان نے سلطنت برطانیہ سے (تقریباً) خفیہ معاہدہ کر لیا کہ وہ برصغیر

کے مسلمانوں کے فکری، علمی، تہذیبی، تمدنی، اثاثوں اور ان کی تاریخ سے متعلق اثاثوں اور ان

کی تحویل کے دعوے سے ہمیشہ کے لئے دست بردار ہوتی ہے۔

(۱۰) امت مسلمہ محمدیہ کے قائدین کی گزشتہ سو سالوں کے دوران کیا صورت حال رہی ہے اس کا

درج ذیل خاکہ تقریباً فہم کے لئے زیادہ معاون ہوگا۔

(۱) حکمران: مسلم حکمرانوں میں بیشتر کو ان امور کے تعلق سے نہ شعور ہے نہ ادراک،

نہ علم ہے، نہ سلیقہ، نہ ہمت ہے، نہ عزم اور نہ ہی خواہش۔

(۲) علماء و مشائخ: مسلم علماء و مشائخ میں بیشتر کو ان امور کے تعلق سے عام طور پر علم

ہی نہیں ہے۔ اگر علم ہو بھی تو پرواہ نہیں، اس لئے کہ ان کا موجودہ دینی فہم ان امور کو حصول

جنت کے لئے ضروری نہیں سمجھتا۔ مدارس میں ایسا کوئی علم دیا ہی نہیں جاتا جن سے اس تعلق

سے پیدا ہونے والے تقاضے پورے کئے جائیں اور اگر بفرض محال کسی کو اس کا احساس بھی ہو

جائے تو اس کا تناظر علمی اسے کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور اگر کوئی کرے تو وہ ملحدانہ پزیرائی نہیں کرتا۔ یہی سبب ہے کہ مولانا سعید اکبر آبادی مرحوم کے بقول 15 یا 16 اگست کی شام کو مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے مولانا سعید اکبر آبادی اور مولانا حفظ الرحمن صاحب کو اس جانب متوجہ کیا اور کہا کہ اب کرنے کے یہ کام ہیں۔ لیکن ان پچیس سالوں میں جو نتیجہ برآمد ہوا وہ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ علماء و مشائخ کے تناظر علمی میں ان باتوں کی کوئی جگہ نہیں۔ ایک عام اندازے کے مطابق صرف 1947 سے اب تک ہندوستان میں عہد اسلامی کے لاکھوں میٹرک ٹن مخطوطات دیمک اور پانی کے نذر ہو گئے ہوں گے۔

(۳) سیاسی قیادت: بیسویں صدی کے آغاز سے ہی امت میں بے بسیت اور بے علم قیادت کی تعداد بڑھنے لگی تھی۔ لیکن 1947 سے تو بے غیرت اور بے علم قیادت کی تعداد روز افزوں بڑھنے لگی۔ امت اتنی کمزور، بے حیثیت، بے عزم، اور بے نشاط کل تھی اور نہ آج ہے۔ یہ تو اس کی سیاسی قیادت تھی جس نے لوگوں میں مشہور کر دیا اور اقوام عالم نے باور کر لیا کہ امت اتنی ہی بے حقیقت ہے جیسی اس کی سیاسی قیادت۔ اس قیادت نے سرکاری اور غیر سرکاری پلیٹ فارموں سے صرف ایسے کام انجام دیئے جو ان کی سیاسی حیات کی ضمانت فراہم کرنے میں مددگار تھے خواہ ایسا کرنے میں امت کی ایمانی، فکری، علمی، اور طبعی موت ہی واقع کیوں نہ ہو جاتی۔

(۴) عصری علمی قیادت: بیسویں صدی کے آغاز سے امت کی عصری علمی قیادت فکری اور علمی طور پر غلام ہو کر غالب قوتوں کی ریکارڈ پلیئر ہو گئی۔ ان میں سے بعض تو اتنے بے حوصلہ ہو گئے کہ وہ عملاً مفت خور، اور شکم پرور ہو کر رہ گئے۔ مسلمانوں کے تحفظ کے لئے حاصل کردہ مراعات کے تحت قائم مسلم انتظام میں چلنے والے اسکولوں، کالجوں، اور یونیورسٹیوں میں یہ اپنی صلاحیتوں کو امت کی حیثیت کی بحالی کے لئے بروئے کار لانے کے لئے نہیں بلکہ اپنی عدم صلاحیت کے باوجود دنیا کے عیش و آرام سے فیضیاب ہونے کے لئے

پناہ گزین ہوئے۔ اپنی عدم صلاحیت کو چھپانے اور نیادمی عیش کو یقینی بنانے کے لئے انہوں نے وہاں کے نصاب تعلیم، طریقہ تعلیم اور نظام تعلیم کو معطل اور بے کار اور غالب قوتوں کی در یوزہ گری کرنے کے لئے مجبور کر دیا اور قوم کے بچوں کو اپنی طرح بے صلاحیت، بے حوصلہ اور شکم پرور بنا کر رکھ دیا۔

اقوام عالم کا مطالعہ بتاتا ہے کہ محصور و مجبور قوم کی صلاحیتیں اور قوت کارگھتی اور معطل نہیں ہوتیں بلکہ بڑھتی اور برقائی ہوئی ہو جاتی ہیں بشرطیکہ اس کی علمی قیادت با مقصد، با غیرت اور مخلص ہو۔ صرف ایسی محصور و مجبور قوم کی صلاحیت اور قوت کارگھٹ جاتی اور معطل ہو جاتی ہے جس کی علمی قیادت بے مقصد، بے غیرت اور غیر مخلص ہو چکی ہو۔

ملکی سطح ہو یا عالمی امت مسلمہ کے چلے آرہے قائدین کتنے بے حوصلہ بلکہ بے غیرت ہو چکے ہیں اس کا اندازہ حکومت ملائیشیا کے ایک ذیلی ادارہ اصلی (ASLI) کی طرف سے مشہور امریکی جریدہ فارن ایئرس مئی جون (Foreign Affairs, May/June 2004) میں صفحات 42-43 کے مابین 'Malaysia 2004' کے عنوان کے تحت شائع چار صفحاتوں کے اشتہار سے کیا جاسکتا ہے۔

(۱۱) مذکورہ سارے کام نسبتاً کم وسائل اور کم صرفہ کے ساتھ بھی ہو سکتے تھے اور موجود وسائل، ڈھانچہ اور صلاحیتوں کو محض متوجہ (Oriented) کرنے کی ضرورت پیش آتی۔ یہ بات ضرور ہے کہ ایسے کام خاموشی اور صبر آزمائی کے ساتھ ہی ہو سکتے تھے۔ مخلص اشخاص کے لئے خاموشی نعمت اور قوت ہوتی ہے غیر مخلص اشخاص کے لئے عذاب اور خودکشی۔ اس غیر مخلص قیادت نے گزشتہ پچاس سالوں میں اپنے مفادات کے سارے کام خاموشی سے اور امت کے مفادات کے سارے کام پر شوشہ طریقے سے کئے اس لئے کہ وہ اپنی ذات کے لئے مخلص تھے اور امت کے لئے غیر مخلص۔

یہاں اس بات کا اظہار بے جا نہ ہوگا کہ امت مخلص حکمران، علماء، مشائخ اور سیاسی و علمی قائدین سے یکسر خالی نہیں ہوئی لیکن ان کی تعداد اب آنے میں نمک کے برابر بھی نہیں رہ گئی ہے۔ ایسے مخلصین نے کئی کام خاموشی سے کئے۔ اور اس عاجز کو اللہ تعالیٰ کی ذات کریم سے امید واثق ہے کہ وہ ان مخلصین کے اجر کو ضائع نہیں کرے گا۔ اور ان کا بہترین اجر عطا فرمائے گا۔

ربانی کائناتی ہم آہنگی کی بحالی

(۱) امت مسلمہ محمدیہ کو ربانی کائناتی ہم آہنگی کی بحالی کی فی الفور کوشش کرنی چاہئے۔ اس کی فی الفور ضرورت دو وجوہ سے ہے جو درج ذیل ہیں:

(۱) اللہ کی نصرت کے حصول کے لئے — اور

(۲) اللہ کے عذاب سے بچنے کے لئے۔

(۲) امت مسلمہ محمدیہ کو ربانی کائناتی ہم آہنگی کی بحالی کے لئے فی الفور انفاقی عمل یعنی انفاقی زندگی کی طرف انفرادی اور اجتماعی طور پر مراجعت کرنی چاہئے۔

(۳) 'ربانی کائناتی ہم آہنگی کی بحالی کے لئے درج ذیل کام فوراً کئے جانے چاہئیں۔

(۱) کائناتی فساد میں کمی کرنا۔

(۲) ربانی کائناتی ہم آہنگی میں اضافہ کرنا۔

(۳) کائناتی فساد میں کمی درج ذیل طریقوں سے ہو سکتی ہے:

(۱) قتل ناحق: روئے ارض پر قتل ناحق سے اجتناب کر کے۔ 'قتل ناحق' کی بدترین

شکل اہل ایمان کا ناحق قتل ہے۔ اس کی کوشش کی جائے کہ مسلم معاشروں میں کوئی شخص ناحق قتل نہ کیا جائے۔ اور اگر کسی کا قتل ناحق ہو تو قاتل پر حد ضرور جاری ہو۔

(۲) زنا: روئے ارض پر زنا سے اجتناب کر کے۔ زنا بالرضاء ہو یا زنا بالجبر اس کا مسلم

معاشروں سے تقریباً خاتمہ ہو جائے۔ اگر بالفرض اس کا کوئی ارتکاب کرے تو اس پر حد ضرور

جاری ہو۔

(۳) کسب حرام: روئے ارض پر حرام ذرائع سے دولت یا سامان حاصل کرنے کو ختم کر کے۔ موجودہ عصر میں مشہور حرام صورتیں درج ذیل ہیں:

- (۱) سود
- (۲) رشوت
- (۳) ناجائز کمیشن
- (۴) چوری
- (۵) غصب
- (۶) رہزنی
- (۷) قزاقی
- (۸) عصر حاضر کی قزاقی (Piracy)
- (۹) نام نہاد ڈھیل کا سہارا لے کر حاصل کیا ہوا مال وغیرہ۔

(۴) رزق حرام: روئے ارض پر رزق حرام سے مراد ہے یعنی طور پر یا حکمی طور پر حرام اشیاء سے استفادہ خواہ بشکل غذا ہو یا لباس یا رہائش۔ چنانچہ رزق حرام سے کلی اجتناب کر کے۔

(۵) حدود کی پامالی: روئے ارض پر اللہ کے مقرر کردہ حدود کو پامال کرنے سے اجتناب کر کے۔

(۶) شعائر اللہ کی بے حرمتی: روئے ارض پر اللہ کے شعائر کی بے حرمتی سے کلی اجتناب کر کے۔

(۷) حقوق کی پامالی: روئے ارض پر اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں اور چیزوں کا جو حق مقرر کیا ہے ان کو وہ حق نہ دینا اس کی پامالی ہے۔

چنانچہ حقوق کی اس پامالی سے اجتناب کر کے۔

(۸) اسراف: اللہ تعالیٰ نے روئے ارض پر دیئے گئے مستقر اور متاع کے لئے جو حدود و قیود اور اقتصاد مقرر فرمایا ہے ان کی خلاف ورزی اسراف ہے۔ مشہور اور نمایاں اسراف درج ذیل ہیں:

- (۱) بذر کرنا
- (۲) کنز کرنا
- (۳) عریانی کرنا
- (۴) بے حیائی کرنا
- (۵) فحاشی کرنا وغیرہ

چنانچہ ان امور سے کلی اجتناب کر کے۔

(۹) سبت: اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے دن تھوڑی دیر کے لئے 'سبت' کا حکم فرمایا ہے تاکہ روئے ارض پر صرف 'عبادت' کو چھوڑ کر سارے انسانی اعمال بالکل روک دئے جائیں۔ چنانچہ اس کا اہتمام کر کے اور اس کی پامالی سے کلی اجتناب کر کے۔

(۱۰) سبات: اللہ تعالیٰ نے رات کو 'سبات' قرار دیا ہے۔ لہذا عشاء کے بعد صبح صادق سے قبل تک روئے ارض پر مجاز کاموں کے سوا بقیہ تمام کاموں کا محدود ہو جانا سبات کا اہتمام ہے۔

چنانچہ سبات کی پامالی سے کلی اجتناب کر کے۔

(۱۱) بری اعمال: انسان فی واقعہ 'رجل اور رجال' ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے بنیادی مصافحیات 'بر' کو قرار دیا ہے لہذا اہل ایمان کو چاہئے کہ وہ اپنے اعمال کو 'بری اصلی' بنائے۔ انسان کے بری اعمال پر ہی اس کے لئے 'نصرت' اور 'فتح' کا وعدہ ہے۔ 'نصرت اور فتح' فی الواقع 'بر' پر ہی آئے گی اور وہی معتبر ہے۔ چنانچہ غیر بری اعمال سے

کلی اجتناب کرے۔

(۱۲) ریڈیو و یو ایف ایم: اہل ایمان کو چاہئے کہ وہ ریڈیو و یو ایف ایم سے متعلق اعمال سے جد

از جلد یا کم از کم حتی الوسع اجتناب کرے۔ ریڈیو و یو ایف ایم سے متعلق اعمال درج ذیل ہیں:

ٹیلیفون، ٹیلیکس، موبائل، ریڈیو، ٹیلی ویژن، فیکس، انٹرنیٹ، نیٹ ورکنگ، کنورجنس، مائکرو ویسٹمز وغیرہ۔

(۱۳) مصحف کی بے حرمتی: روئے ارض پر کتاب اللہ کی بے حرمتی سے کلی اجتناب

کر کے۔ عصر حاضر میں روئے ارض پر کتاب اللہ کی بے حرمتی درج ذیل طریقوں سے زیادہ

ہو رہی ہے:

(۱) مصحف کا غیر مسلموں کے ہاتھوں، گھروں اور علاقوں میں ہونا۔

(۲) مصحف کی طباعت، ہائڈنگ اور ترسیل میں جدید طریقوں کا رائج

ہونا۔

(۳) مصحف کی ریڈیو، ٹی وی پر ریکارڈنگ اور اس کے کیسٹس تیار ہونا اور

انٹرنیٹ پر اس کا جاری ہونا۔ کم از کم مسلمانوں کی جانب سے۔

(۵) 'ربانی کائناتی ہم آہنگی' میں اضافہ درج ذیل طریقوں سے ہو سکتا ہے:

(۱) 'اقامت طہارت' کر کے۔ اقامت طہارت سے مراد ہے

(۱) اکثر اوقات باغسل، باوضو، یا با تیمم رہ کر

(۲) لباس، مکان، مقام، یعنی عبادت کی جگہ کو پاک رکھ کر

(۳) حیض اور نفاس میں صحبت سے اجتناب کر کے۔

(۲) اقامت صلوٰۃ کر کے۔

(۳) اقامت جہاد کر کے۔

(۴) اقامت ذکر و تسبیح کر کے۔ اقامت ذکر و تسبیح کے تحت بنیادی طور پر چند اعمال

آتے ہیں

(۱) قرآن پڑھنا۔ یعنی

(۱) قراءت قرآن کرنا (قراءت قرآن سے مراد معروف قراءت

نہیں بلکہ اس طرح صوتیوں کی ادائیگی ہے جس طرح حضرت جبریل نے
آنحضرت ﷺ کے قلب پر کی تھی۔

(۲) رتل قرآن کرنا۔

(۳) تلاوت قرآن کرنا۔

(۲) تعوذ، بسم، تسبیح، تحمید، تکبیر، استغفار، اور درود پڑھنا۔

(۳) سلام کو پھیلانا۔

(۵) اکتشافی ماحول و اعمال سے ہجرت کر کے انفاقی ماحول اور اعمال کی طرف جانا۔

(۶) روئے ارض پر زیادہ سے زیادہ۔

(۱) پھل دار اور سایہ دار پیڑ لگا کر۔

(۲) گھاس لگا کر۔

(۳) گھوڑے اور اونٹ پال کر۔

(۴) گائے، بھیڑ اور بکری پال کر۔

(۶) 'ربانی کائناتی ہم آہنگی' کی بحالی کی کوشش ہر دو سطح پر فی الفور کی جانی چاہئے یعنی:

(۱) انفرادی سطح پر یعنی ہر فرد مومن اور مومنہ کے ذریعہ۔

(۲) اجتماعی سطح پر یعنی تمام عالم کے مسلمانوں کے ذریعہ۔



معرکہ دجالِ اکبر

تفکیر، تدبیر اور تعمیل

جلد اول

اسرار عالم

دارالعلم، نئی دہلی